# مچھلی کی خرید و فروخت
## فقہ اسلامی کی روشنی میں

[ مچھلی کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں علماء ہند کا فیصلہ، نیز تحقیقی مقالات و مناقشات کا مجموعہ، جو نویں فقہی سمینار منعقدہ جامعۃ الہدایہ جے پور، مؤرخہ ۱۱/تا ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۶ء میں پیش کئے گئے ]

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
(کراچی پاکستان)

جملہ حقوق بحق ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ (کراچی پاکستان) محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | مچھلی کی خرید وفروخت - فقہ اسلامی کی روشنی میں |
| صفحات | : | ۴۰۰ |
| قیمت | : | ...... |
| سن طباعت | : | مارچ ۲۰۰۸ء |

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

کراچی پاکستان

## مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

# فہرست مضامین


پیش لفظ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۹


## پہلا باب : تمہیدی امور


اکیڈمی کا فیصلہ ۱۵

سوال نامہ ۱۷

تلخیص مقالات ۱۹

عرض مسئلہ ۲۶


## دوسرا باب : تفصیلی مقالات


مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۳۳

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ۴۴

مولانا زبیر احمد قاسمی ۵۳

مفتی احمد دیولوی ۵۸

مفتی شاہین جمالی ۶۵

مفتی محمد جنید عالم ندوی قاسمی ۸۱

مولانا شکیل احمد سیتاپوری ۸۷

مولانا سلطان احمد اصلاحی ۹۲

مفتی شبیر احمد قاسمی ۹۸

مولانا ابوسفیان مفتاحی ۱۰۸

| | |
|---|---|
| مولانا خورشید انور اعظمی | ۱۱۵ |
| مولانا اسماعیل بھڈکودروی | ۱۲۴ |
| مفتی جمیل احمد نذیری | ۱۳۲ |
| مولانا اشتیاق قاسمی | ۱۴۵ |
| مولانا خورشید احمد اعظمی | ۱۵۴ |
| مولانا مجیب الغفار اسعد اعظمی | ۱۶۱ |
| مولانا قاضی عبد الجلیل قاسمی | ۱۶۷ |
| مولانا ظفر عالم ندوی | ۱۷۴ |
| مولانا محمد حنیف صاحب | ۱۷۸ |
| مولانا ابوبکر قاسمی | ۱۸۵ |
| مولانا محمد محی الدین بڑودوی | ۱۹۸ |
| مفتی نسیم احمد قاسمیؒ | ۲۰۵ |
| مولانا اختر امام عادل | ۲۱۶ |
| مولانا وحید الدین قاسمی | ۲۲۳ |
| مولانا اختر حسین قادری | ۲۳۳ |
| مولانا اسماعیل قاسمی | ۲۴۰ |
| مولانا اقبال قاسمی | ۲۴۶ |
| مولانا محمد عزیر اختر قاسمی | ۲۵۱ |

## تیسرا باب : مختصر جوابات

| | |
|---|---|
| حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی | ۲۵۹ |
| مولانا محمد عبید اللہ اسعدی | ۲۶۱ |

| | |
|---|---|
| مولانا عبدالرحمٰن صاحب (پالنپور) | ۲۶۶ |
| مفتی محبوب علی وجیہی | ۲۶۸ |
| مولانا شمس پیرزادہؒ | ۲۷۲ |
| مفتی عبداللہ مظاہری | ۲۷۶ |
| مفتی عبدالرحمٰن صاحب (دہلی) | ۲۸۰ |
| مفتی احمد حسن صاحب | ۲۸۲ |
| مولانا محمد زید ندوی مظاہری | ۲۸۶ |
| مولانا انور علی اعظمی | ۲۹۲ |
| مولانا منظور احمد قاسمی | ۲۹۵ |
| مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی | ۲۹۸ |
| مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی | ۳۰۱ |
| مولانا عبدالرحیم صاحب | ۳۰۴ |
| مولانا عبداللطیف پالنپوری | ۳۰۶ |
| مولانا ابراہیم بڑودوی | ۳۰۸ |
| مولانا ابراہیم بارڈولی | ۳۱۱ |
| مولانا خلیل احمد قاسمی | ۳۱۵ |
| مولانا عبدالقیوم (بے پور) | ۳۱۸ |
| مولانا عبدالقیوم پالنپوری | ۳۲۱ |


## چوتھا باب : اقتباسات


| | |
|---|---|
| مولانا نعیم اختر قاسمی | ۳۲۵ |
| مولانا محمد نعیم رشیدی | ۳۲۹ |
| مولانا محمد نور القاسمی | ۳۳۶ |
| مولانا احمد نادر القاسمی | ۳۴۰ |

| | |
|---|---|
| مولانا مجاہد الاسلام قاسمی | ۳۴۶ |
| مولانا محمد ابرار خان ندوی | ۳۴۹ |
| مولانا محمد قمر الزماں ندوی | ۳۵۲ |
| مولانا نسیم الدین قاسمی | ۳۵۶ |
| مولانا محمد شاہد قاسمی | ۳۶۰ |
| مولانا محمد طاہر مظاہری | ۳۶۳ |
| مولانا محمد قمر عالم سبیلی | ۳۶۷ |
| مولانا محمد ارشد قاسمی | ۳۷۰ |
| مولانا محمد ایوب سبیلی | ۳۷۲ |
| مولانا محمد مرشد | ۳۷۵ |
| مولانا اختر قاسمی | ۳۷۷ |
| **مناقشہ:** | ۳۷۹ |

☆☆☆

# پیش لفظ

شریعت اسلامی کا ایک امتیازی پہلو اس کی ہمہ گیریت اور جامعیت ہے، اس نے جس طرح عقیدہ وعبادت اور اخلاق کے میدان میں انسانیت کی رہنمائی کی ہے اسی طرح وہ معاشرت اور معاملات کے باب میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے، اور ان شعبوں میں خاص طور پر شرعی احکام کی بنیاد سماجی اور معاشی مصالح، مفادات اور تمام لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف پر ہے، معاملات کا ایک اہم حصہ اشیاء کی خرید وفروخت سے متعلق ہے، ہر انسان کے پاس اس کی تمام ضروریات مہیا نہیں، بہت سی ضروریات کے لئے ہمیں ایک دوسرے پر انحصار کرنا پڑتا ہے، اس طرح تاجر اور گاہک دونوں ایک دوسرے کی ضرورت پوری کرتے ہیں، تاجر خریدار کو اس کی مطلوبہ اشیاء فراہم کرتا ہے اور خریدار کے ذریعہ خود اس کو نفع حاصل ہوتا ہے۔

اسی لئے معاملات کا سب سے اہم عنوان ''خرید وفروخت'' ہے، بازار کی رونق اور انسانی زندگی میں سہولتوں کی فراوانی اسی کی رہین منت ہے، اسی لئے معاملات کے دوسرے شعبوں کے مقابلہ، خرید وفروخت کے احکام، قرآن وحدیث میں زیادہ تفصیل سے ملتا ہے اور فقہاء نے بھی ان کو اپنے فکر ونظر کا خاص مرکز بنایا ہے، خرید وفروخت کے سلسلہ میں ایک اصولی بات یہ بھی پیش نظر رکھی گئی ہے کہ کوئی فریق دھوکہ نہیں کھائے، جو چیز موجود ہی نہ ہو، جو شئ ابھی ملکیت ہی میں نہ آئی ہو اور جس پر انسان نے ابھی قبضہ نہ کیا ہو، اگر انسان اس کو دوسروں کے ہاتھ بیچے، تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ اس شئ کے حوالہ کرنے کا وعدہ پورا نہیں کر پائے اور خریدار دھوکہ سے دوچار ہو۔

اسی لئے بیع کے اصولوں میں سے یہ ہے کہ جو چیز بیچی جارہی ہو، وہ معاملہ طے پاتے وقت موجود ہو، معدوم نہ ہو، نیز اسے اس پر ملکیت اور قبضہ بھی حاصل ہو، البتہ فقہاء نے بعض مخصوص صورتوں کو لوگوں کی ضرورت اور تعامل کو دیکھتے ہوئے اس اصول سے مستثنیٰ رکھا ہے، جیسے سلم اور استصناع، گویا فی الجملہ لوگوں کی ضرورتیں اور رواجات کو بھی اس اصول کے منطبق ہونے اور نہ ہونے میں دخل ہے۔

اسی پس منظر میں مچھلی کی خرید وفروخت کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث رہا ہے، جو مچھلی انسان کے قبضہ میں نہ ہو، بلکہ تالاب میں ہو، وہ کب انسان کی مملوکہ سمجھی جائے گی، کب ان پر قبضہ کا تحقق متصور ہوگا، اور کس صورت میں اس کی خرید وفروخت درست ہوگی، یہ اہم مسائل ہیں، موجودہ دور میں مچھلی کی افزائش پہلے سے زیادہ ترقی یافتہ صورت میں ہورہی ہے، بڑے بڑے تالاب یہاں تک کہ سمندر کے حصے میں فروخت کئے جاتے ہیں، مچھلی کو پکڑنے کے جال بھی بمقابلہ پہلے کے اب زیادہ وسیع بننے لگے ہیں اور مچھلیوں کو گرفت میں لانے کے لئے، ان جالوں سے منسلک مشینیں بھی کام کرتی ہیں، غرض کہ مچھلیوں کی افزائش اور ان کو اپنے قبضہ میں لینے کی نئی، آسان اور ترقی یافتہ صورتیں وجود میں آگئی ہیں، ان حالات میں مچھلیوں کی خرید وفروخت یا تالاب کرایہ پر لینے کے احکام کیا ہوں گے؟ یہ اہم سوالات ہیں اور صرف فرضی مسائل نہیں ہیں۔

اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے نویں سمینار منعقدہ جامعۃ الہدایہ، جے پور، بتاریخ ۱۱/تا ۱۴/اکتوبر ۱۹۹۶ء میں اس مسئلہ کو غور وفکر کا موضوع بنایا تھا اس موقع پر جو مقالات اور مختصر جوابات اکیڈمی تک پہنچے، یہ مجموعہ انہیں پر مشتمل ہے، جو چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں موضوع سے متعلق سوالنامہ ہے، سمینار میں طے پانے والی تجاویز ہیں، مقالات کی تلخیص ہے اور موضوع سے متعلق عرض مسئلہ ہے گویا یہی باب پورے مجموعہ کا نچوڑ ہے اور جو تجاویز طے پائی ہیں وہی اکیڈمی کے نقطۂ نظر کو واضح کرتی ہیں، دوسرے باب میں موضوع سے

متعلق تفصیلی مقالات ہیں، تیسرا باب بعض اکابر اہل علم اور دیگر علماء کی طرف سے آنے والے تفصیلی جوابات پر مشتمل ہے۔ چوتھے باب میں مختلف مدارس میں زیر تربیت شعبۂ افتاء اور تخصص فی الفقہ طلبہ کے جوابات ہیں، جو بطور تربیت کے لکھائے جاتے ہیں، اسی باب میں اس موضوع پر ہونے والے مباحثات ومناقشات بھی شامل ہیں۔

یہ مجموعہ پہلی بار شائع ہو رہا ہے، اس کی ترتیب یا ایڈیٹنگ، پروف ریڈنگ وغیرہ کی خدمت اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے رفیق مفتی احمد نادر القاسمی نے بہتر طریقہ پر انجام دی ہے، فجزاہ اللہ خیر الجزاء، دعا ہے کہ اللہ تعالی اکیڈمی کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور جدید دور میں پیدا ہونے والے احکام ومسائل کے حل کے سلسلہ میں جو کاوشیں یہاں سے انجام پا رہی ہیں، ان میں دوام واستمرار باقی رہے، وللہ الحمد أولاً وآخراً۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

۱۵/ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

۲۶/۱۱/۲۰۰۷ء

پہلا باب

# تمہیدی امور

## اکیڈمی کا فیصلہ:

# پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

رسول اللہ ﷺ نے پانی میں موجود مچھلیوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے، فی زمانہ مچھلیوں کے کاروبار کی بعض ایسی صورتیں مروج ہوگئی ہیں جن کے اس زمرہ میں شامل ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے نویں سمینار منعقدہ جامعۃ الہدایہ جے پور میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور درج ذیل امور طے پائے:

۱- ندی، نالے، نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہوتیں بلکہ سرکار ان کو اشخاص یا کوآپریٹو سوسائٹی یا گرام پنچایت کو مخصوص مدت کے لئے بندوبست کر دیتی ہے، یہ مچھلی کے حق شکار پر ہوتا ہے، اس لئے یہ معاملہ عقد اجارہ کی صورت ہے اور جائز ہے۔ لیکن سرکار کے لئے مناسب ہے کہ ایسے تالاب کا بندوبست نہ کرے جس سے عام لوگوں کو ضرر پہنچ سکتا ہو۔

۲- پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کو فروخت کر دینا جائز نہیں ہوگا۔ اگر بائع تالاب کی ان مچھلیوں کا مالک ہو تو اس صورت میں یہ بیع فاسد ہوگی، اور اگر بائع حسب حکم شرع ان مچھلیوں کا مالک بھی نہیں اور اسے پانی سے نکالے بغیر فروخت کرتا ہے تو یہ بیع باطل ہوگی، البتہ اگر حوض چھوٹا ہو اور وہ مچھلیاں آسانی کے ساتھ نکال کر خریدار کو حوالہ کی جاسکتی ہوں تو ایسی صورت میں پانی میں رہتے ہوئے مچھلی فروخت کی جاسکتی ہے۔

۳- مچھلی کے مالک ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(الف) تالاب میں مچھلیاں قدرتی طور پر آگئی ہوں اور تالاب کے مالک نے ان مچھلیوں کو

روکنے کی تدبیر کی ہو۔

(ب) مچھلیوں کی غرض سے تالاب بنوایا گیا ہو۔

(ج) کسی شخص نے تالاب میں مچھلی کی افزائش کے لئے مچھلی کے زیرے ڈالے ہوں۔

نوٹ: مولانا شاہین جمالی صاحب (مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ) کے نزدیک موجودہ وسائل ماہی گیری، تعامل اور حاجات انسانی کی رعایت کے نقطۂ نظر سے مملوکہ مچھلیاں پانی کے اندر ہوں اور تالاب ایسا ہو کہ جال اس کا احاطہ کرلے، تب ان کو پانی کے اندر بھی فروخت کرنا جائز ہے۔

☆☆☆

## سوالنامہ:

# پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

آج کل جو مچھلیاں منڈی میں فروخت کی جاتی ہیں ان کا ایک بڑا حصہ ان ندیوں اور نالوں سے آتا ہے جنکے مختلف رقبے حکومت کی طرف سے مختلف افراد کو ٹھیکے پر دے دئے جاتے ہیں، اور بہت سی مچھلیاں وہ ہوتی ہیں جن کی گڑھوں اور تالابوں میں افزائش کی جاتی ہے، یہ گڑھے اور تالاب کبھی شخصی ملکیت ہوتے ہیں اور کبھی عوامی ملکیت ہوتے ہیں، جنہیں مختلف جگہوں پر خاص مدت کے لئے ٹھیکے پر دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں آپ ان سوالات کا تشفی بخش جواب کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تحریر فرمائیں گے۔

۱- عام طور پر آج یہ متعارف ہے کہ ندی نالے اور نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں، بلکہ سرکاری ہیں، ان کو حکومت کسی خاص شخص، کوآپریٹیو سوسائٹی، یا مقامی پنچائتوں کے ہاتھ معین مدت کے لئے بندوبست کر دیتی ہے، اور یہ لوگ سرکار کو معاوضہ دے کر ہی خاص حصہ سے حاصل ہونے والی مچھلی نکالتے ہیں اور خود استعمال کرتے ہیں یا اس کو فروخت کر دیتے ہیں، یہ مچھلی ضروری نہیں کہ اس ندی نالے یا تالاب میں پرورش کی گئی ہو، سیلاب کی آمد ورفت کے ساتھ یہ مچھلیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں، اس طرح ہاٹ بازار کا بھی سرکار نیلام کرتی ہے، سڑکوں کے کنارے سرکار کی طرف سے لگائے گئے درخت یا سرکاری زمین میں پیدا ہونے والے خودرو درختوں کے جلاون نیلام کئے جاتے ہیں، اس طرح کے معاملات عرف میں عام ہیں، لیکن خاص کر سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے

نکالے ہوئے شرع کے عا ' اور معروف اصولوں کے مطابق بیع کے مجہول ہونے یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہونا چاہئے ،موجودہ عرف کو دیکھتے ہوئے آج کے حالات میں اس مسئلہ پر کیا فتوی دیا جانا چاہئے۔

۲- اگر مذکورہ بالا صورت معاملہ شرعاً نا جائز ہو تو ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا (پوری صورت حال جانتے ہوئے) ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلی پال کر اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، تاکہ وہ دوسرا شخص ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو شرعاً اس صورت معاملہ کا کیا حکم ہے؟ تالاب یا حوض کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴- کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آ گئی ہیں انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا اس حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ دینا اس طور پر کہ اس مدت میں ٹھیکہ لینے والے ہی کو اختیار ہو کہ وہ اس تالاب کی مچھلیاں شکار کر کے فائدہ اٹھائے ، یہ صورت معاملہ شریعت کی نگاہ میں کیا حکم رکھتی ہے؟

☆☆☆

# تلخیص مقالات :

## پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

۱- ندی نالے اور نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں، بلکہ سرکاری ہوں اور ان میں سیلاب کی آمد ورفت کے ساتھ مچھلیاں آتی جاتی رہتی ہوں، حکومت انہیں کسی خاص شخص، سوسائٹی یا پنچایتوں کے ہاتھ معین مدت کے لئے اسطور پر بندوبست کردے کہ وہ سرکار کو معاوضہ دے کر اس خاص حصہ سے حاصل ہونے والی مچھلیاں نکال کر خود استعمال کریں یا فروخت کریں، اس صورت مسئلہ کے تعلق سے مقالہ نگار علماء کرام آراء میں مختلف جہتوں سے اختلاف ہوا ہے۔

بنیادی طور پر یہ آراء جواز اور عدم جواز دو قسم کی ہیں۔ ذیل میں دونوں نقطہائے نظر اور ان کے دلائل وبنیاد بیان کی جارہی ہیں:

### عدم جواز :

اس رائے کے اپنانے والے علمائے کرام نے ایسی بیع وشراء کے عدم جواز کی علاحدہ علاحدہ وجوبات ذکر کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف حدیث ہے جس میں صراحتاً پانی میں مچھلی کی خرید و فروخت سے منع کیا گیا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں: "**لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر**" مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ہیثمی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور موقوفاً بھی اور موقوف کے رواۃ کو بخاری کے رواۃ قرار دیا ہے، مولانا

موصوف نے سند مرفوع کے راویوں پر کلام کرتے ہوئے مرفوع روایت کو بھی حسن کے درجہ کی مقبول حدیث قرار دیا ہے، اس حدیث کی رو سے پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت صریحاً ممنوع ہے اور علت ممانعت غرر ہے۔

متعدد حضرات نے ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی آراء کا جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کی ممانعت پر قریب قریب اتفاق ہے، اور ابن قدامہ حنبلی کے بقول اس میں کوئی اختلاف رائے نظر نہیں آتا "لا نعلم لهم مخالفا"۔

بعض حضرات نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن ابی لیلیٰ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک جواز کی رائے بھی ذکر فرمائی ہے۔

فقہاء حنفیہ کے نزدیک کسی سامان کی فروختگی کی صحت کے لئے درکار شرائط میں فروخت کئے جانے والے سامان پر فروخت کنندہ کی ملکیت، سامان کو حوالے کرنے کی قدرت اور تنازعات کا سبب بننے والی جہالت سے دوری بھی شامل ہیں، زیر بحث مسئلہ میں علماء حضرات کے نزدیک علاحدہ علاحدہ طور پر یہ شرائط بھی مفقود ہیں۔

یہ وہ مجموعی بنیادیں ہیں جو مختلف مقالات میں علاحدہ علاحدہ ذکر ہوئی ہیں اور ان وجوہات سے صورت مسئولہ میں عدم جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ بعض دوسری بنیادیں بھی چند مقالات میں بیان ہوئی ہیں۔

سرکاری ندی نالے وغیرہ کی مچھلیاں کسی کی ملک نہیں ہیں، عدم جواز کی علت غیر مملوک ہونا ہے، لہذا اگر جہالت مرتفع ہو جائے اور مقدور التسلیم ہو جائے تو بھی اس کی بیع درست نہیں ہے (مولانا زید صاحب، مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب وغیرہ)۔

سرکار کا بالعوض بندوبست کرنا فعل عبث لاحاصل ہے، سرکار کا عوض لینا ظلم اور ٹھیکیدار کا عوض دینا اپنے مال کا نقصان وضیاع ہے۔ مچھلیاں مباح الاصل ہیں اور مباح الاصل ہی رہیں گی (مولانا زبیر قاسمی صاحب)۔

اس کے علاوہ ۲۸ رمقالہ نگار حضرات عدم جواز کے قائل ہیں۔

جواز:

دوسری رائے جواز کی ہے، اس رائے کے قائلین علمائے کرام نے علاحدہ علاحدہ مختلف بنیادیں ذکر فرمائی ہیں، جو مجموعی طور پر درج ذیل ہیں:

☆ حدیث شریف میں علت ممانعت ''غرر'' کو قرار دیا گیا ہے، فقہائے کرام کی مختلف تعریفات سے غرر کی حقیقت علامہ کاسانی کے الفاظ میں ایسا اندیشہ جس میں وجود و عدم کے دونوں پہلو برابر ہوں'' هو الخطر الذی استوی فيه طرف الوجود والعدم'' قرافی مالکی کے الفاظ ہیں: ''هو الذی لا یدری هل یحصل أم لا '' اورنووی شافعی کی زبان میں: ''ما انطوی عنه أمره وخفی عليه عاقبته'' قرار پاتی ہے، پھر غرر کی دو قسمیں، یسیر اور کثیر ہیں، اس کے تعین کا مدار عرف ورواج پر ہے، علامہ بہوتی کے الفاظ ہیں:

''إذا غبن فی البیع یخرج عن العادة، لأنه لم یرد الشرع بتحديده فرجع فيه إلى العرف'' معمولی اور ادنی درجہ کے غرر کے قابل انگیز ہونے پر علامہ طیبی نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے، ''وأجمعوا على جواز حقير'' ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: ''وبالجملة فالفقهاء متفقون على أن الغرر الكثير فی المبيعات لا یجوز وأن القليل يجوز، لأن الغرر اليسير الذی لا تنفک البيوع منه مستخف و مستجاز'' فقہی احکام میں غرر یسیر کی بناء پر جواز کی بے شمار مثالیں ہیں۔

اس دور میں موجودہ دریافتوں اور اس کاروبار سے وابستہ لوگوں کے تجربات کی روشنی میں پانی کے مخصوص حصوں میں مچھلیوں کی پیداوار کے تقریبا صحیح تخمینہ کے پیش نظر اب اس میں غرر نہیں رہ گیا ہے، یا بالکل معمولی درجہ کا غرر ہے، جو تجارت میں قابل انگیز ہے۔

☆ ایسی تجارت کا اب عرف عام عموم بلوی اور تعامل ناس ہو گیا ہے، تعامل ناس کی

بنیاد پر بہت سے مسائل میں جواز کی مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں، امام سرخسی لکھتے ہیں "وتعامل الناس من غير نكير أصل من الأصول كبير"۔

عقد کے لئے مفسد صرف ایسی جہالت ہے جو باعث نزاع ہو اگر کوئی جہالت نزاع باقی نہ رہے تو عقد کے جواز پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، "وما كل جهالة تفسد البيع، فإن كثيراً من الأمور يترک جهلاً فی البيع، واشتراط الاستقصاء ضرر، ولكن المفسد هو المفضی إلى المنازعه" (حجۃ اللہ البالغۃ)، مچھلی کی مذکورہ تجارت اب باعث نزاع نہیں رہ گئی ہے، ٹھیکہ کا معاملہ خوشی خوشی انجام پاتا ہے۔

☆ ایسی تجارت اس وقت اس قدر عام ہوگئی ہے کہ اس سے لوگوں کو روکنے میں انتہائی مشقت، حرج اور ضرر ہے، لاکھوں مسلمانوں کے اس ذریعہ معاش سے جڑے ہونے کی وجہ سے حاجت کا درجہ اختیار کرلیا ہے، لہٰذا ازالہ مشقت اور دفع ضرر وحرج کے قواعد عامہ کی بنیاد پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جانا چاہئے۔

☆ جواز عقد کے لئے بیع کا حقیقۃ مقدور التسلیم ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ حکماً مقدور التسلیم ہونا ہی کافی ہے، اس لئے مجلس عقد میں مبیع کو حاضر کرنا بیع کے شرائط جواز میں سے نہیں ہے، علامہ شامی نے بھی اس نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے، موجودہ دور میں ماہی گیری کے ترقی یافتہ وسائل وذرائع بڑے بڑے جالوں کے پھیلاؤ اور دواؤں کے ذریعہ مچھلی کے شکار کی سہولت کی بنا پر حکماً "مقدور التسلیم" ہے۔

☆ جواز یہ نقطۂ نظر بالکل اصل نہیں ہے۔ قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں: "رخص فی بيع السمک فی الآجام اقوام"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابن ابی لیلیٰ سے بھی جواز کی رائے منقول ہے، اصحاب ظواہر بھی جواز ہی کے قائل ہیں۔

جواز کی رائے اختیار کرنے والے درج ذیل علماء کرام کے نزدیک جواز کی یہ مشترکہ

وجوہات اور بنیادیں ہیں:

مولانا مفتی شاہین جمالی، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، قاضی عبدالجلیل قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی، مفتی نسیم احمد قاسمی، مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام، مولانا محمد طاہر مظاہری، مولانا محمد ارشد، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا قمر الزماں، مولانا محمد ایوب سبیلی، مولانا اقبال قاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا ابرار خان قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ کا خیال ہے کہ یہ درحقیقت بیع وشراء کا معاملہ نہیں ہے، عوامی ملکیت سے استفادہ کا جو حق حکومت کسی شخص یا سوسائٹی کو دیتی ہے اس کے بالمقابل انتظامی امور کے مصارف اور مفاد عامہ کے لئے بطور عطیہ ایک معاوضہ وصول کرتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب اور حکیم ظل الرحمٰن صاحب کی رائے میں یہ صرف حق شکار ہے، جو ایک خاص مدت اور پیمائش کے لئے ہوتا ہے، لہذا اسے حق شکار کے طور پر بیچنے یا خریدنے کی گنجائش ہے۔

درج ذیل حضرات نے اس خیال کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ اس بیع کو اجارہ تصور کیا جائے اور زمین کو اجارہ پر حاصل کر کے اس سے مچھلی نکالی جائے (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا نسیم احمد قاسمی)۔

۲- ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلی کو خریدنا تقریبا تمام مقالہ نگار علمائے کرام کے نزدیک جائز ہے۔

جن علمائے کرام کے نزدیک سوال نمبر (۱) جائز ہے، یہ سوال ان کے نزدیک زیر بحث آتا ہی نہیں۔ لیکن جن علمائے گرامی قدر نے پہلے سوال میں عدم جواز کی رائے اختیار کی ہے، ان کے نزدیک بھی چونکہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں جو بھی ان کو پکڑ لے گا وہ ان کا مالک ہو جائے گا،

لہذا ٹھیکہ دار اگر مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے تو مملوک اور مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے فروخت کرنا جائز ہے اور دوسرے مسلمان کے لئے خریدنا بھی درست

چند استثنائی آراء درج ذیل ہیں:

مولانا ابراہیم بڑوددوی کے نزدیک اس طرح بیچنا یا مسلمان شخص کا خریدنا ناجائز، مولانا حامد کمال صاحب اور مولانا اختر عادل صاحب کی رائے میں کسی مسلمان شخص کا خریدنا مکروہ تحریمی ہے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب کی رائے میں بیع ثانی کی مسلمان کے لئے گنجائش ہے۔

۳- ذاتی ملکیت کے حوض یا تالاب میں پالی گئی مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردینا کہ وہ ایک خاص مدت میں مچھلیاں نکال کر فروخت کرے، تقریباً ان تمام حضرات کے نزدیک جائز ہے جنہوں نے پہلے سوال کی بابت جواز کی رائے دی ہے، (باستثناء مولانا عزیز اختر قاسمی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا اقبال قاسمی اور مولانا محمد ارشد قاسمی)۔

بقیہ تمام حضرات کے نزدیک شکار کرنے سے قبل ان مچھلیوں کی فروختگی درست نہیں ہے، اگر حوض یا تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ بغیر کسی حیلہ کے مچھلیاں بآسانی پکڑی جاسکتی ہوں تو شکار سے قبل فروختگی جائز ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا نسیم احمد قاسمی، مولانا اسماعیل قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی اور مولانا قمر عالم سبیلی کی رائے میں تالاب کو ایک مقررہ مدت کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے۔

مولانا شکیل احمد سیتاپوری صاحب کی رائے میں ٹھیکہ پر دینے کے بجائے تالاب کے مالک اور مچھلیاں نکال کر فروخت کرنے والے شرعی اصول کے مطابق ایک دوسرے کے شریک ہوجائیں یا مالکان خود مچھلیاں نکلوا کر فروخت کریں تو حرام سے بچنے کی شکل ہوسکتی ہے۔

۴- نجی یا عوامی ملکیت کے تالاب یا حوض میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے

ازخود آگئی ہوں انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا اس حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا درج ذیل حضرات کے نزدیک مطلقا درست و جائز ہے (مولانا اخلاق الرحمان قاسمی، مولانا شمس پیرزادہ، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا مجاہد الاسلام، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، حکیم ظل الرحمٰن، مولانا اسماعیل )۔

مندرجہ ذیل حضرات نے اس مسئلہ کی بابت یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اسی مقصد سے تالاب یا حوض بنایا گیا ہو یا اس مقصد سے تو نہیں بنایا گیا ہے، لیکن مچھلیاں آجانے کے بعد ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا گیا ہو، تو ایسی صورت میں وہ مچھلیاں اس کی مملوک ہو جائیں گی، اب اگر مقدور التسلیم ہوں، یعنی بغیر کسی ادنی مشقت کے مچھلیاں حاصل کی جاسکتی ہوں تو ان کی فروختگی درست ہے، لیکن مقدور التسلیم نہ ہوں تو ان کی بیع فاسد ہوگی اور ان کا ٹھیکہ پر دینا بھی صحیح نہیں ہوگا (مولانا اشتیاق احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم، مولانا احمد دیولوی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا مجیب الغفار اسعد، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا نور قاسمی، مولانا اسماعیل بھدکودروی، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ایوب سبیلی، مولانا عبداللطیف، مولانا نعیم رشدی، مولانا منظور احمد، مولانا عبدالقیوم، مولانا نعیم نسیم الدین قاسمی، مولانا ابراہیم بڑودوی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا اقبال قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی، مفتی انور علی اعظمی )۔

درج ذیل حضرات کے نزدیک مچھلیوں کی فروختگی کی بابت تو یہی تفصیل ہے، لیکن ٹھیکہ پر دینا اجارہ اراضی کے بطور درست ہے (مولانا حامد کمال، مفتی نسیم احمد قاسمی، مولانا عزیز اختر، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا شاہین جمالی، مولانا قمر الزماں ندوی )۔

☆☆☆

# عرض مسئلہ :

## پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱- سرکاری ندی، نالے اور نہروں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں تقریباً ۴۱ مقالہ نگاروں کے جوابات موصول ہوئے ان میں سے ۳۱ حضرات نے اس بیع کے ناجائز اور ممنوع ہونے کی رائے دی ہے، اور بقیہ ۱۰ حضرات نے بیع کو جائز قرار دیا ہے۔

### جواز کے قائلین کے اسماء گرامی :

مولانا شمس پیرزادہ، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا مجاہد الاسلام حیدرآباد، مولانا ابراراحمد خان ندوی، مولانا محمد طاہر مظاہری، مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا ایوب سبیلی، مولانا شاہد قاسمی، مولانا اخلاق الرحمٰن اشاعت العلوم۔

### عدم جواز کے قائلین کے اسماء گرامی :

مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا خورشید انور

---

☆ مفتی دارالعلوم مئو۔

مظہر العلوم بنارس، مفتی انور علی اعظمی، مولانا اسماعیل قاسمی، مولانا محمد زید، مولانا شکیل احمد سیتاپوری، مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا تنویر عالم قاسمی، مولانا سمیع اللہ قاسمی، مولانا شاہین جمالی، مولانا مجیب الغفار اسعد، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا محمد نورالقاسمی، مولانا اسماعیل، مولانا حامد کمال، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، مولانا نعیم اختر، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد ارشد قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا قمر عالم سبیلی، مولانا احمد، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی نسیم احمد قاسمی۔

## قائلین جواز کی دلیل:

اکثر قائلین جواز نے عرف کو دلیل بنایا ہے، لیکن عرف کی بنیاد پر ان کا استدلال زیادہ مضبوط نہیں، کیونکہ یہ عرف چند عام نصوص سے اور ایک نص خاص سے متعارض ہے اور عرف کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں نص خاص کا ترک لازم آرہا ہے، حالانکہ علماء اصول نے اس بات کی صراحت کی ہے جو عرف نص خاص سے متعارض ہو وہ معتبر نہیں ہوگا، چنانچہ "نشر العرف" (ص ۱۱۶) پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "إذا خالف العرف الدليل الشرعي فإن خالفه من كل وجه بأن لزم منه ترك النص فلا شك في رده"۔ شیخ مصطفی زرقاء اعتبار عرف کی شرائط میں اپنی کتاب "المدخل" میں ذکر کرتے ہیں: "أن لا يعارض العرف نص شرعي بحيث يكون العمل العرف تعطيلا له"۔

نیز یہ کہ نص عام سے تعارض کے وقت بھی، عرف عام ہی موثر ہوتا ہے اور عرف عام وہ عرف کہلاتا ہے جو تمام لوگوں اور تمام شہروں میں رائج ہو اور اسے عوام وخواص سارے لوگوں نے قبول کیا ہو، مسئلہ مذکورہ میں ایسا عرف معدوم ہے، جسے عرف عام کا درجہ دیا جا سکے، اس لئے یہ عرف "بيع ما لا يملك" اور "بیع غرر" سے نہی والی عام نصوص سے تعارض کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا تو نص خاص "لا تشتروا السمك في الماء، فإنه غرر" کے مقابلہ میں کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

## قائلین عدم جواز کے دلائل:

اس بیع کو ناجائز کہنے والے حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

۱- "لا تبع ما لیس عندک" (ترمذی ۱/۱۴۸)۔

۲- "عن أبی هريرة نهی رسول الله ﷺ عن بیع الغرر وعن بیع لحصاة"، وقال الشافعی: من بیع الغرر بیع السمک فی الماء" (ترمذی ۱/۱۴۷)۔

۳-"عن ابن عمر وابن مسعودؓ عنهما قالا: لا تشتروا السمک فی الماء فيه فانه غرر" (مسند احمد ۱/۱۸۸)۔

آخر الذکر حدیث کا مرفوع وموقوف ہونا علامہ بیہقی اور بعض دوسرے محدثین کے نزدیک مختلف فیہ ہے، لیکن اس حدیث کی شاہد ایک دوسری مرفوع حدیث ہے، جو "نیل الاوطار" میں مذکور ہے، علامہ شوکانی تحریر فرماتے ہیں: "قد روی أبو بکر بن عاصم عن عمران بن حصین حدثنا مرفوعاً، وفيه النهی عن بیع السمک فی الماء، فهو شاهد لهذا" (نیل الاوطار ۵/۱۴۷) "مسند احمد" کی موقوف روایت مذکورہ مرفوع حدیث کی تائید کے بعد قابل استدلال ہو جائے گی۔ یہ حدیث مسئلہ مذکورہ میں نص خاص کی حیثیت رکھتی ہے، لہذا عرف کی وجہ سے اسے ترک کرنا درست نہیں ہوگا۔

انعقاد بیع کے لئے فقہاء کے یہاں جو شرائط معتبر ہیں ان میں ایک بنیادی شرط، مبیع کا مملوک ہونا بھی ہے، بیع سلم کے علاوہ کہیں اور غیر مملوک کی بیع درست نہیں، مسئلہ مذکورہ میں مبیع کے غیر مقدور التسلیم اور مجہول ہونے کے علاوہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ بائع کی ملک نہیں ہے، بلکہ قبضہ سے پہلے سب کے لئے مباح الاصل ہے، لہذا یہ بیع، غیر مملوک کی بیع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگی۔

عدم جواز کے قائلین میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا منظور احمد قاسمی، مولانا ابوالحسن علی، مولانا محمد نور القاسمی صاحبان نے مسئلہ بیع میں فساد بیع کی صراحت کی ہے، جبکہ سترہ

حضرات نے بطلانِ بیع کی صراحت کی ہے، بقیہ دس حضرات نے فساد و بطلان کی وضاحت کئے بغیر اس کو ناجائز کہنے پر اکتفا کیا ہے، لیکن دلائل کے اعتبار سے ان کا رجحان بھی بطلان ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، فساد کے قائلین میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے مسئلہ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور فساد کے لئے بنیادی وجہ غیر مقدور التسلیم ہونا قرار دیا ہے، لیکن مبیع کے غیر مملوک ہونے سے کوئی بحث نہیں کی ہے، چنانچہ اپنے مدعا پر علامہ ابن ہمام کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے: "**الوجه عندي أن عدم القدرة على التسليم مفسد لا مبطل**"، علامہ شامی کی بھی بعض عبارتیں ذکر کی ہیں، مگر وہ مدعا پر واضح نہیں ہیں، علامہ زیلعی کی ایک عبارت بھی ذکر کی ہے جس میں انہوں نے عبد آبق کی بیع کو فاسد کہا ہے اور اس کے لوٹ آنے کے بعد بیع کو صحیح مانا ہے، لیکن مسئلہ مبحوث عنہا پر کوئی واضح عبارت ذکر نہیں کی، بحث کے آغاز میں یہ ضرور کہا ہے کہ ظاہر روایت بیع کے بطلان کی ہے، راقم السطور اور اکثر مقالہ نگاروں کی رائے، ظاہر روایت پر مبنی ہے، ان حضرات نے فقہ کی صریح اور اصح روایتوں سے استدلال کیا ہے، مثلاً شامی کی یہ عبارت ہے:

"**وفيه أن بيع ما ليس في ملكه باطل كما تقدم؛ لأنه بيع المعدوم والمعدوم ليس بمال، فينبغي أن يكون بيعه باطلاً**" (شامی ۱۴۷/۴)۔

"البحر الرائق" میں بھی صراحت موجود ہے: "**والسمک قبل الصيد أى لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه، فيكون باطلاً**" (۷۶/۶)، خود علامہ ابن الہمام کا میلان بھی اس مسئلہ میں بطلان ہی کی طرف ہے، کیونکہ انہوں نے بیع کے عدم جواز کے لئے غیر مقدور التسلیم کو علت بنانے کے بجائے، عدم ملک کو علت بنایا ہے، چنانچہ "فتح القدیر" کی عبارت اس طرح ہے:

"**بيع السمک فى البحر أو النهر لا يجوز فإن كانت له حظيرة فدخلها السمک فإما أن يكون أعدها لذلک أو لا، فإن كان أعدها فما دخلها ملكه... وإن لم يكن أعدها لذلک قد يملک ما يدخل فيها، فلا يجوز بيعه**

**لعدم الملک**" (فتح القدیر ۶/۴۹)۔

الغرض ظاہر روایت اور فقہاء کی ان صریح عبارات کی بنیاد پر اس بیع کو باطل کہنا ہی اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

دوسرا باب

# تفصیلی مقالات

# مچھلی کی خرید وفروخت اورغور وفکر کے بنیادی اصول

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

خرید وفروخت کے اصول میں سے یہ ہے کہ جو چیز فروخت کی جائے وہ معاملہ طے ہوتے وقت فروخت کنندہ کی ملکیت میں بھی ہو اور قابو میں بھی، کہ اگر چاہے تو فی الفور حوالہ کردے، فقہاء کی تصریحات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سوائے ظاہریہ کے قریب تمام ہی فقہاء وائمہ مجتہدین کے یہاں متفق علیہ قاعدہ ہے۔

فقہاء حنفیہ میں کاسانی کا بیان ہے:

**"منها أن يكون مقدور التسليم عندالعقد، فإن كان معجوز التسليم عنده لا ينعقد، و إن كان مملوكاً له"** (بدائع الصنائع ۵/ ۱۴۷)۔

(ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ معاملہ طے پاتے وقت مبیع کو حوالہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اگر اس وقت قادر نہ ہو تو گو وہ اس کی ملکیت میں ہو پھر بھی بیع منعقد نہ ہوگی)۔

ہاں مشائخ حنفیہ کے یہاں اختلاف صرف اس میں ہے کہ اگر ایجاب وقبول کے وقت سامان کی سپردگی پر قادر نہیں تھا، لیکن اس مجلس میں قادر ہو گیا تو کیا حکم ہوگا؟ عام مشائخ کے یہاں تو پہلے کیا گیا ایجاب وقبول بے نتیجہ ہوگا، لیکن امام کرخیؒ اور طحاوی کے نزدیک خرید وفروخت درست ہو جائے گی (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۳۰)۔

علامہ قرافی مالکی نے معاملہ کے درست ہونے کے لئے پانچ شرطیں ذکر کی ہیں، ان

---

☆ ناظم "المعہد العالی الاسلامی (حیدرآباد) وجنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

میں تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے حوالہ کرنے پر قادر ہو "أن یکون مقدور علی تسلیمه" اور پانچویں شرط یہ ہے کہ قیمت اور سامان پر خیریدار اور فروخت کنندہ کی ملکیت ہو "أن یکون الثمن مملوکین للعاقد والمعقود له" (کتاب الفروق ۳؍۱۴۰)۔

فقہاء شوافع میں ابواسحاق شیرازی کہتے ہیں:

"ولا یجوز ما لا یقدر علی تسلیمه" (المہذب مع المجموع ۹؍۲۸۳)۔

(ایسی چیز کی فروخت جائز نہیں جس کو حوالہ کرنے پر قادر ہی نہ ہو)۔

یہی کچھ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے (المغنی ۴؍۱۹۴)۔

مچھلی جو پانی میں موجود ہو، بعض اوقات تو اس پر ملکیت ہی ثابت نہیں ہوتی اور ملکیت ثابت بھی ہو جائے تو مقدور التسلیم نہیں ہوتی، یعنی اس کو شکار کئے بغیر حوالہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اس کیفیت کا نام "غرر" ہے، سرخسی نے "غرر" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"الغرر ما یکون مستور العاقبة" (المبسوط ۱۳؍۱۹۴)۔

(غرر یہ ہے کہ جس کا انجام معلوم نہ ہو)۔

اسی غرر کی صراحت کے ساتھ آپ ﷺ نے پانی میں مچھلی کی خرید و فروخت کو منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ارشاد نبوی ہے:

"لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر" (مسند احمد مع تحقیق احمد محمد شاکر)۔

(پانی میں موجود مچھلی فروخت نہ کرو کہ یہ غرر ہے)۔

علامہ ہیثمیؒ نے "طبرانی معجم الکبیر" کا بھی حوالہ دیا ہے (مجمع الزوائد ۴؍۸۰)، ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس روایت کو امام احمد نے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور موقوفاً بھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کا ارشاد ہے اور بعض روایات سے ظاہر ہے کہ خود حضرت ابن مسعود کا فتوی ہے اور موقوف روایت کی بابت کہا ہے کہ اس کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں "ورجال الموقوف رجال الصحیح" (مجمع الزوائد ۴؍۸۰)، نیز شیخ احمد عبد الرحمن نے بیہقی اور دار قطنی سے بھی

حدیث موقوف کا صحیح وراجح ہونا نقل کیا ہے (الفتح الربانی ۱۵/۳۵)۔

لیکن غور کیا جائے تو حدیث مرفوع کی سند بھی درجۂ اعتبار سے کم تر نہیں، سند یوں ہے:

**"محمد بن سماک، عن یزید بن أبی الزیاد، عن المسیب بن رافع عن عبد الله بن مسعود"**

یہ سبھی راوی ثقہ ہیں، علامہ ہیثمی نے محمد بن سماک کے علاوہ سبھوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ صرف امام احمد کے ان استاذ کے ترجمہ سے واقف نہ ہوسکا، باقی سب ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ۴/۸۰)، لیکن شیخ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ "محمد بن سماک" کا اصل نام "محمد بن صبیح" ہے یہ ثقہ راوی ہیں، ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور بخاری نے "تاریخ کبیر" میں اور خطیب نے "تاریخ بغداد" میں ان کا ترجمہ لکھا ہے (حاشیہ احمد محمد شاکر ۵/۲۴۹)، البتہ خود شیخ نے اس روایت کو اس لئے ضعیف قرار دیا ہے کہ مسیّب بن رافع گو ثقہ راوی ہیں اور تابعی ہیں، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں، اس لئے حدیث کی سند میں انقطاع ہے (حوالہ مذکور) لیکن ظاہر ہے کہ یہ اعتراض انہی محدثین کی رائے پر درست ہوسکتا ہے جو مراسیل تابعی کو حجت خیال نہیں کرتے، حنفیہ، مالکیہ اور اکثر قدیم محدثین کے نزدیک مراسیل ثقات معتبر ہیں، اس لئے یہ حدیث بھی مقبول ہے اور حسن سے کم درجہ نہیں۔

## فقہاء کی رائیں:

اب اس اصول اور حدیث کی روشنی میں مچھلی کی خرید وفروخت سے متعلق فقہاء کے خیالات کا جائزہ لینا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کی ممانعت پر قریب اتفاق ہے، اسی لئے ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف رائے نظر نہیں آتا، **"لا نعلم لهم مخالفاً لما ذکرنا من الحدیث"** (مغنی ۴/۱۴۴)، البتہ امام ابویوسفؒ نے حضرت عمر بن

عبدالعزیز سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کی اجازت دی اور اس کو ''حبس'' سے موسوم کیا (کتاب الخراج ۸۷)، اسی طرح اصحاب ظواہر اور اس مکتبۂ فکر کے ترجمان ونقیب علامہ ابن حزم نے بھی اس کی اجازت دی ہے (محلی ۸/۴۴۹)۔

فقہاء مالکیہ نے نہروں اور تالابوں کی خرید وفروخت کو مطلقاً منع کیا ہے (الثمر الدانی ۴۲۸)، خود امام مالک سے صراحۃً اس کی ممانعت منقول ہے، امام مالک نے اس بابت فرمایا: **''لاخیر فیه''** (المدونۃ الکبری ۳/۲۱۸)۔

شوافع کا خیال ہیکہ اگر تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ بلا مشقت و دشواری تالاب سے مچھلی نکالنا ممکن ہو تو بیع صحیح ہے، بشرطیکہ پانی اتنا صاف ہو کہ مچھلی نظر آتی ہو اور اگر تالاب بڑا ہو کہ شدید تکان ومشقت کے بغیر مچھلیوں کا نکالنا ممکن نہ ہو تو اس بابت دو قول ہیں، اور زیادہ صحیح رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں خرید وفروخت درست نہیں (شرح مہذب ۸/۱۲۶-۱۲۷)۔

حنابلہ کے نزدیک تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے، تالاب مملوکہ ہو، پانی اتنا صاف ہو کہ مچھلی نظر آتی ہو، ان مچھلیوں کا شکار کرنا اور ان کا روک رکھنا ممکن ہو (المغنی ۴/۱۴۲)، شرف الدین مقدسی نے اسی کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ تالاب نہر سے متصل نہ ہونا چاہئے، یہ اس کے باوجود جائز ہے کہ ایک مدت کے بعد مچھلی حاصل کرنا مقصود ہو (الاقناع ۲/۶۲)۔

### حنفیہ کا نقطۂ نظر:

حنفیہ کے یہاں پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت کی بابت تفصیل یہ ہے:

مچھلی کے مالک ہونے کی تین صورتیں ہیں:

۱- کسی نے مچھلی ہی کے لئے تالاب کھدوایا ہو اور اس میں مچھلی آ گئی ہو۔

۲- اس مقصد کے لئے زمین تیار تو نہ کی گئی ہو، لیکن پانی کے ساتھ مچھلی آنے کے بعد واپسی کا راستہ بند کر دیا گیا ہو۔

۳- خود اس نے پانی میں مچھلیاں ڈالی ہوں تا کہ ان کی افزائش ہو ان ہر سہ صورتوں میں اس وقت مچھلی کو مقدور التسلیم تصور کیا جائے گا کہ بلا شکار مچھلی کا حصول ممکن ہو "**أمكنه بلا حيلة**" (ردالمحتار ۵/۶۱)۔

اسی حکم میں نہر اور سمندر وغیرہ بھی ہے (البحر الرائق ۶/ ۷۳)، امام ابو یوسف نے آجام میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کی اجازت اس وقت دی ہے کہ شکار کے بغیر محض ہاتھ سے مچھلیوں کا پکڑ لینا ممکن ہو (حوالہ سابق)۔

پس مچھلیوں کی خرید وفروخت کی بابت نص اور فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں درج ذیل احکام ہوں گے:

۱- سرکاری تالاب یا ندی نالوں کی مچھلیوں کی خرید وفروخت درست نہیں، البتہ اگر عرصہ کے لئے سرکار ایسی زمین کا بندوبست کرتی ہے تو اس کو بیع کی بجائے "اجارہ" تصور کرنا چاہئے، گویا یہ زمین کا اجارہ ہے تا کہ اس سے مچھلی حاصل کی جا سکے، فقہاء شوافع کے یہاں اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر پانی میں موجود مچھلی کے شکار کے لئے اجارہ کا معاملہ طے کریں تو جائز نہیں، کیونکہ اجارہ سے نفع حاصل کیا جاتا ہے نہ کہ خود اشیاء اور اگر اس لئے زمین کرایہ پر لی کہ وہ اس میں پانی روکیں گے تا کہ مچھلیاں جمع ہوں اور ان کا شکار کر سکیں تو قول صحیح ومفتی بہ کے مطابق اس کا کرایہ پر لین دین درست ہے (شرح مہذب ۹/ ۲۸۵)، گویا تالا میں موجود مچھلیوں کا اجارہ درست نہیں، لیکن فارغ زمین کا اجارہ اس مقصد کے لئے درست ہے کہ اس میں پانی روکے گا اور اس وجہ سے مچھلیاں آئیں گی۔

فقہاء احناف نے اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے اور رجحان اس کے عدم جواز کا ہے، کیونکہ اجارہ سے عین شئی کا مالک نہیں ہوا جاتا، بلکہ نفع کا مالک ہوا جاتا ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ نے "کتاب الخراج" میں ابوالزناد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عراق کے بحیرہ کی بابت، جس میں مچھلیاں جمع ہوتی تھیں، حضرت عمر سے دریافت کیا، تو آپ نے اس کی اجازت دے دی، اسی

طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ''صید آجام'' کی بیع کا جواز نقل کیا ہے، اس روشنی میں ابن نجیم مصری نے یہ رائے قائم کی ہے کہ بیت المال اور وقف کی اراضی کا اس مقصد کے لئے اجارہ درست ہے، دوسری اراضی کا نہیں (البحر الرائق ۶ / ۷۳) گو خود ابن نجیم نے بعد کو ''ایضاح'' میں دیکھا کہ اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور صاحب ''نہر'' نے ''ایضاح'' کی روایت کو ترجیح دیا ہے (منحۃ الخالق علی ہامش البحر ۶ / ۷۳)۔

اسی طرح کا ایک مسئلہ چراگاہ کو کرایہ پر حاصل کرنے کا ہے تا کہ اس کی گھاس سے نفع اٹھایا جا سکے، یہ بھی جائز نہیں کہ گھاس خود عین ہے، لیکن فقہاء نے غالباً اپنے زمانہ کے تعامل کو دیکھتے ہوئے اس کے لئے یہ تدبیر بتائی ہے کہ زمین جانور وغیرہ ٹھہرانے کے لئے کرایہ پر لی جائے اور ضمنی طور پر گھاس بھی اس میں داخل ہو جائے گی۔

"الحیلة أن یستاجر الأرض لضرب فسطاط أو لإیقاف دوابه أو لمنفعة أخریٰ کمقیل الراح" (بدر المنتقی بہامش مجمع الانہر ۴ / ۵۷)۔

فقہاء حنابلہ نے بھی تالاب (برکۃ) کے اجارہ کو درست قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں جو مچھلیاں آ جائیں، کرایہ دار اس کا مالک ہوگا (المغنی ۴ / ۱۴۳)۔

مالکیہ کے یہاں اس بابت صریحاً گفتگو نہ مل سکی، تاہم انہوں نے بھی اجارہ کے اصول میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اجارہ خود ''عین'' کے لین دین کو شامل نہیں ہو سکتا (الشرح الصغیر ۴ / ۱۰)۔

لیکن علامہ صاوی نے اس اصول سے دو صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے، ایک یہ صورت کہ ایسی زمین اجارہ پر لی جا سکتی ہے جس میں کنواں یا چشمہ ہو کہ اس کا پانی لیا جائے اور ظاہر ہے کہ پانی عین ہے، اور بکری کرایہ پر لی جا سکتی ہے کہ اس کا دودھ لیا جائے اور دودھ بھی عین ہے۔

"وکذلک استثنوا إیجار أرض فیها بئر أو عین واستئجار شاةٍ للبنها إذا وجدت الشروط، فإن فیها استیفاء عین قصداً وهو الماء فی الأولی واللبن فی الثانیة" (حوالہ سابق)۔

ان مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مچھلی کے حصول کے لئے تالاب وغیرہ کا اجارہ درست ہے، مالکیہ کے نزدیک اصولی طور پر یہ جائز نہیں، لیکن ان کے یہاں اس اصول سے **بعض مستثنیات** موجود ہیں، حنفیہ کے نزدیک بھی قول مشہور و راجح کے مطابق اس کی گنجائش نہیں، تاہم سرکاری املاک کی حد تک **بعض** فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔

اس اجارہ کے ناجائز ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اجارہ معاوضہ ادا کر کے کسی شئ کی منفعت حاصل کرنے کا نام ہے، خود کسی شئ کو حاصل کرنے کا نہیں، اسی سلسلہ میں وہ بات قابل غور ہے جو حنابلہ وشوافع نے کہی ہے کہ اگر کسی آبی خطہ میں موجود مچھلی کے لئے اجارہ کیا جائے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ عین کی لین دین کا عقد ہے اور اگر اجارہ اس بنیاد پر طے ہو کہ کرایہ دار اس میں مچھلیوں کے زیرے ڈال کر مچھلیوں کی افزائش کرے یا اس میں باہر سے پانی لانے کی تدبیر کرے یا رواں پانی کے ایک حصہ میں مچھلی آنے کے بعد اس کے روکنے کا انتظام کیا جائے تا کہ ان کے ساتھ مچھلیاں آسکیں تو اجارہ درست ہے، کیونکہ یہ مچھلیوں کا اجارہ نہیں، بلکہ اس خطۂ زمین کا اجارہ ہے جس میں مچھلیوں کی پرورش وافزائش کی جائے گی، اس طرح یہ خطہ گویا ایک ایسے جال کے درجہ میں ہے جس کو کرایہ پر حاصل کیا گیا ہو اور اس کے ذریعہ مچھلیوں کا شکار کیا جاتا ہو، امام نووی کے الفاظ ہیں: "**لأن البركة يمكن الاصطياد بها فجازت إجارتها كالشبكة**" (شرح المہذب ۹/۲۸۵) اور بقول ابن قدامہ: "**إذا آجر بركة أو مصفاة ليصطاد فيها السمک فحصل فيها سمک ملكه؛ لأنه آلة معدة للا صطياد فأشبه الشبكة**" (المغنی ۴/۱۴۳)۔

غور کیا جائے تو احناف نے جس قاعدہ کی بنا پر مچھلیوں کے اجارہ کو ناجائز قرار دیا ہے، وہ اجارہ کی اس صورت میں موجود نہیں ہے اور پھر سرکاری تالاب کے اجارہ پر لئے جانے کی ایک نظیر خود فقہ حنفی میں موجود ہے، نص میں بھی بیع سمک کی ممانعت ہے نہ کہ اس آبی خطہ کے اجارہ

کی، جس میں مچھلیوں کی افزائش کی جائے، لہٰذا:

اگر تالاب، ندی نالے اور نہر کے کسی حصہ میں موجود مچھلی خرید کی جائے تو جائز نہیں اور اگر اس حصہ کو متعین مدت کے لئے کرایہ پر لیا جائے تا کہ اس میں مچھلی کے انڈے ڈال کر مچھلی کی افزائش کی جائے، جیسا کہ آج کل رواج ہے، یا برسات وسیلاب وغیرہ میں آنے والے پانی کو روک کر یا کسی اور راستہ سے پانی لا کر مچھلی حاصل کی جائے تو یہ اجارہ ہے اور اس طرح اجارہ پر لینا اور دینا درست ہے۔

## بیع باطل ہے یا فاسد؟

۲- سوال نمبر (۱) کے جواب سے واضح ہے کہ اجارہ کا معاملہ درست ہے، البتہ اگر تالاب ونہر وغیرہ میں موجود مچھلیوں ہی کو فروخت کرنا مقصود ہو تو یہ جائز نہیں اب دوسروں کا ان مچھلیوں کو خرید کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ ناجائز بیع، بیع باطل شمار ہوگی یا بیع فاسد؟ اگر بیع باطل ہو اور خریدار مسلمان ہو تو دوسروں کا اس سے خرید کرنا جائز نہیں، کیونکہ بیع باطل سے باوجود قبضہ کے ملکیت ثابت نہیں ہوتی "**وحكمه عدم إفادة الحكم وهو الملك قبضه أولا**" (البحر الرائق ۶؍۶۹ طبع کراچی) اور اگر خریدار غیر مسلم تھا، تو اس سے خریدنے کی گنجائش ہے، کیونکہ حنفیہ کے یہاں کفار حکم دینوی میں مخاطب بالفروع نہیں ہیں، اس لئے ان کے افعال کے بارے میں مسلمان خریدار جوابدہ نہیں۔

اگر یہ بیع فاسد ہے تو قبضہ کے بعد ملک حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے اب دوسروں کا اس سے خرید کرنا درست ہوگا "**والفاسد يفيد الملك عند اتصال القبض به ويكون المبيع مضمونا في يد المشتري فيه**" (ہدایہ مع الفتح ۶؍۴۰۴)، اس لئے دیکھنا چاہئے کہ یہ بیع اصطلاحی اعتبار سے بیع باطل کے زمرہ میں آئے گی یا بیع فاسد کے؟

مشائخ کے یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ پانی میں موجود مچھلی کی خرید وفروخت

کس زمرہ میں آتی ہے؟اور ظاہر روایت بیع کے باطل ہونے کی ہے،لیکن امام محمد کی ایک روایت کے مطابق امام صاحب کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے،بعض فقہاء نے بیع بالعرض اور بیع بالنقد میں فرق کیا ہے(درمختار ۴؍۱۱۹)اور زیلعی نے اس پر گفتگو کی ہے،فرماتے ہیں:

"فلو سلم بعد ذلک ینبغی أن یکون علی الروایتین اللتین فی بیع الاٰبق علی باطل أو فاسد" (تبیین الحقائق ۴؍۴۵)۔

(اگر اس کے بعد حوالہ کردے تو دو روایتیں ہونی چاہئیں جو مفرور غلام کی بیع کی بابت ہے کہ بیع باطل ہے یا فاسد)؟

پھر بھاگے ہوئے غلام کی خرید فروخت کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''اگر ایسے غلام کو فروخت کیا اور بیع فسخ کرنے سے پہلے غلام واپس آجائے تو چونکہ محل بیع نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہو چکی تھی،اس لئے اب بیع صحیح نہ ہوگی ......... امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ بیع درست ہو جائے گی،اس لئے کہ اس میں مالیت موجود ہے،لہذا وہ بیع کا محل ہے،بس بیع منعقد ہو جائے گی،البتہ چونکہ اس کی سپردگی سے عاجز ہے،اس لئے فاسد ہوگی،لہذا اگر فسخ معاملہ سے پہلے غلام لوٹ آئے تو مانع کے ختم ہو جانے کی وجہ سے بیع درست ہو جائے گی،کرخی اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے اور پہلے قول پر ابوعبداللہ ثلجی اور مشائخ کے ایک گروہ کا فتویٰ ہے'' (تبیین الحقائق ۴؍۵۰)۔

ان دونوں آراء میں ترجیح کے لئے ہمیں باطل و فاسد کی اصطلاح کی طرف رجوع کرنا چاہئے،عام طور پر فقہاء نے بیع باطل و فاسد کی جو تعریف کی ہے،وہ خاصی مبہم ہے کہ جو بیع اصل کے اعتبار سے ہی مشروع و درست نہ ہو وہ باطل ہے اور جو کسی خارجی وصف کی وجہ سے نادرست قرار دی گئی ہو،وہ فاسد ہے(فتح القدیر وعنایہ ۶؍۴۰۲)،لیکن عمدۃ الفضلاء علامہ شامی نے اپنے مزاج و مذاق خاص کے مطابق اس عقدہ کو بھی حل کیا ہے،وہ فرماتے ہیں:

''جو باتیں بیع کے رکن میں خلل پیدا کردیں،وہ بیع کے باطل ہونے کا باعث ہیں اور

بیع کا رکن ایجاب وقبول ہے، مثلاً پاگل اور بے شعور بچہ کی طرف سے ایجاب یا قبول ہو..... یا محل بیع، یعنی مبیع میں خلل ہو، تو یہ خلل بھی باعث بطلان ہے، جیسے مبیع مردار خون، آزاد آدمی یا شراب ہو" (ردالمحتار ۴؍ ۱۱۲ طبع کوئٹہ)۔

اس طرح بیع باطل وہ ہے جس میں ایجاب وقبول ہی درست نہ ہو، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایسے اشخاص سے ایجاب وقبول کا صدور ہوا ہو جو اس کے لئے اہل ہی نہ ہوں، یا ایسی چیز کو بیع کا محل بنایا گیا ہو جس میں محل بیع ہونے کی صلاحیت ہی نہ ہو، "محل بیع" بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اس سے کیا مراد ہے؟ اس کو شامی ہی کی ایک اور عبارت واضح کرتی ہے:

"فاسد باطل میں امتیاز کا ضابطہ یہ ہے کہ مبیع اور قیمت میں سے کوئی ایسی شئی ہو جس کو کسی بھی مذہب آسمانی میں "مال" تسلیم نہ کیا گیا ہو تو بیع باطل ہے، لہذا مردار، خون اور آزاد آدمی کی بیع باطل ہے اور یہی حکم اس کو "ثمن" بنانے کی صورت میں بھی ہے، اور اگر بعض مذاہب آسمانی میں مال ہو اور بعض میں اس کو مال تسلیم نہ کیا گیا ہو تو اگر اس کو قیمت کا درجہ دینا ممکن ہو، جیسے غلام اور شراب کی ایک دوسرے کے عوض، تو بیع فاسد ہوگی اور اگر اس کا مبیع ہی ہونا متعین ہو تو جیسے: شراب اور درہم کی ایک دوسرے سے بیع ہو تو بیع باطل ہے" (ردالمحتار ۴؍ ۱۱۲ طبع کوئٹہ)۔

اس اصول کی روشنی میں ان لوگوں کی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے جن کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے، کیونکہ اس عقد کے ایجاب وقبول میں کوئی خلل نہیں، معقود کا کسی دین سماوی میں مال تسلیم کیا جانا تو بہت فروتر ہے، شاید کوئی دین سماوی نہیں جس نے مچھلی کو مال شمار نہ کیا ہو، مقدور التسلیم نہ ہونا "مبیع" سے متعلق ایک خارجی وصف ہے، اس لئے صحیح یہی ہے کہ یہ بیع فاسد ہے اور قبضہ کے بعد مفید ملک ہے، زیلعی کی روایت گذر چکی ہے کہ امام کرخی جیسے فقیہ نے اس کو ترجیح دیا ہے، مزید باعث تقویت یہ ہے کہ ابن ہمام بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

"الوجه عندی أن عدم القدرة علی التسلیم مفسد لا باطل" (فتح القدیر ۶؍ ۴۲۲)۔

(میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مبیع کی سپردگی پر قادر نہ ہونا بیع کے فاسد ہونے کا باعث ہے نہ کہ باطل ہونے کا)۔

اس لئے خریدار اول سے دوسرے لوگوں کا اس مچھلی کو خرید کرنا جائز و درست ہوگا۔

۳- جیسا کہ مذکور ہوا، سرکاری تالاب وغیرہ میں تو بعض فقہاء کے یہاں مچھلی کی خرید وفروخت کی بابت کسی قدر رعایت بھی ہے، گو وہ بھی قول مرجوح ہے، جیسا کہ ابن نجیم کا قول مذکور ہوا، لیکن شخصی حوض و تالاب کی بابت کوئی استثناء نہیں، اس لئے تالاب وغیرہ میں موجود مچھلیوں کے نکالے بغیر خریدنا اور بیچنا درست نہیں، سوائے اس کے کہ مچھلیاں اس قدر کثیر تعداد میں ہوں کہ ان کے حصول میں شکار کی حاجت نہ ہو، گو مشاہدہ میں ہندوستان میں شاید ہی ایسا تالاب آسکے۔

ہاں اگر تالاب ایک مقررہ مدت کے لئے کرایہ پر دیا جائے کہ کرایہ دار اس میں مچھلیوں کے انڈے وغیرہ ڈال کر مچھلیوں کی افزائش کرے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

۴- اس صورت میں ملکیت کے لئے ضروری ہے کہ مالک اراضی نے خاص اسی مقصد کے لئے تالاب بنایا ہو، یا کم سے کم مچھلیوں کے آجانے کے بعد ان کی واپسی کا راستہ مسدود کردیا ہو اور ''مقدور التسلیم''یعنی سپردگی پر قادر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مچھلیاں اس کثیر مقدار میں ہوں کہ جال وغیرہ استعمال کئے بغیر ادنی مشقت سے مچھلیاں حاصل کی جاسکتی ہوں، اگر یہ دونوں شرطیں پائی جاتی ہوں تو ان کا فروخت کرنا درست ہے، ورنہ نہیں۔

☆☆☆

# مچھلی کی خرید وفروخت کے چند مسائل

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ☆

## ندی نالوں کا اجارہ:

یہاں دو قسم کے سوال پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ اس طرح کے اجارہ کی حیثیت کیا ہے؟ اور دوسرے ان سے مچھلیاں جس طرح نکالی جاتی ہیں اور ان کو فروخت کیا جاتا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور ان مچھلیوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔

شرعی نقطہ نظر سے اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے فقہاء احناف نے ''محل اجارہ'' کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ اجارہ کا محل ''منفعت'' ہو اور وہ منفعت بھی متقوم ومقصود ہو، اور بلا قیمت مباح نہ ہو، منفعت کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو اجارہ پر لیا جا رہا ہے اس کے عین کا استہلاک نہ ہو۔

"قال: الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح" (ردالمحتار ۶/ ۶۳)۔

البتہ بعض دیگر فقہاء نے اس میں توسع کی ہے اور بعض صورتوں میں ''استہلاک عین'' کے باوجود تبعاً جائز قرار دیا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/ ۲۵۹)، اس پہلے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ندی نالوں اور سمندر کا اجارہ مچھلی نکالنے کے لئے جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ان سے انتفاع ہر ایک کے لئے جائز ہے اور اس اجارہ میں عین شی یعنی مچھلی کا استہلاک ہے۔ البتہ بعض دیگر فقہاء اور خود بعض فقہاء حنفیہ نے پانی کے ساتھ دریا اور نالوں کو اجارہ پر دینے کی اجازت دی ہے، شیخ علاء الدین

---

☆ ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

حصکفیؒ نے ''درمختار'' میں ''مضمرات'' کے حوالہ سے ''عموم بلویٰ'' کے پیش نظر اس کے جواز کا فتویٰ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''وجاز إجارة القناة والنهر مع الماء به يفتی لعموم البلویٰ'' (درمختار مع ردالمحتار ۶/ ۶۳)۔

اس لئے عموم بلویٰ کے پیش نظر جب ''پانی'' کے استہلاک کی صورت میں اس اجارہ کو درست قرار دیا گیا ہے تو موجودہ دور میں مچھلی کا خرید وفروخت اور اجارہ میں جو ابتلاء عام ہے، اس کے پیش نظر دریا کے پانی کے ساتھ ساتھ مچھلی کا اجارہ بھی جائز ہوگا، فقہاء احناف میں علامہ خیرالدین الرملی نے امام ابو یوسف کی اس روایت پر کلام کرتے ہوئے جسے انہوں نے ''کتاب الخراج'' میں نقل کیا ہے:

''عن أبي الزناد: قال كتبت إلی عمر بن الخطاب في بحيرة يجتمع فيها السمک بأرض العراق أن يوجرها فكتب إلي أن افعلوا'' (ردالمحتار ۴/ ۱۰۴)

(حضرت ابو الزناد کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس عراق کے ایک بڑے تالاب کے بارے میں دریافت کیا جس میں مچھلیاں جمع ہوتی ہیں کہ کیا اس کو اجارہ پر دے دیا جائے تو انہوں نے ایسا کرنے کا حکم دیا)۔

پھر یہ لکھا ہے کہ ''کتاب الخراج'' کی جو عبارت گزری وہ بھی ''قواعد'' سے بعید نہیں ہے، کیونکہ اس کا مرجع ایسا اجارہ ہے جو ایک خاص جگہ اور معلوم منفعت، یعنی شکار سے متعلق ہے (الدرالمختار مع الرد ۶/ ۶۲)۔

اس لئے یہ مسئلہ چاہے ''اجارہ کے قواعد'' کے متعلق ہو، جیسا کہ علامہ کی رائے ہے، یا اس کے برخلاف ہو، جیسا کہ علامہ شامی کا رجحان ہے، جس طرح دریا اور تالاب کے پانی کا اجارہ ''ابتلاء عام'' کے پیش نظر جائز قرار دیا گیا ہے، اسی طرح دریا اور تالاب کے پانی کے ساتھ اس کی مچھلی کا ٹھیکہ بھی ''عموم بلویٰ'' کے مدنظر جائز ہونا چاہئے۔

## ندی نالوں کی مچھلیاں:

اور اگر اس اجارہ کو درست تسلیم نہ کیا جائے، جیسا کہ فقہاء احناف کا عام رجحان ہے، تو بھی ندی نالوں یا سمندروں سے اس طرح ٹھیکہ پر حاصل کر کے جو مچھلیاں شکار کی جاتی ہیں، چاہے شکار کرنے والے مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان کے لئے ان مچھلیوں کو فروخت کرنا اور مسلمانوں کے لئے خرید کر کھانا بھی بلا شبہ جائز ہے، کیونکہ ندی نالے اور سمندر ''مباح الاصل'' ہیں ان سے جو بھی شکار کر لے وہ اپنے شکار کا مالک ہوگا، اس لئے چاہے ان کو کوئی شخص اجارہ پر لے یا اجارہ پر لینے والا کسی دوسرے کے ہاتھ بغیر شکار کئے ان کی مچھلیوں کو بیچ دے، ہر دونوں صورت میں مچھلی کا شکار کرنے والا مچھلیوں کا مالک ہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ ٹھیکہ پر لینے والا یا اس کی مچھلیوں کو خریدنے والا خود سے مچھلیوں کا شکار نہ کرے، بلکہ اجیر رکھ کر دوسرے سے شکار کرائے تو بھی جائز ہوگا۔

''قال استأجره ليصيد له أو يحتطب له، فإن وقت لذالک وقتا جاز ذلک وإلا لا'' (الدر المختار مع الرد ۹/ ۹۲)

(کسی نے کسی شخص کو شکار کرنے یا لکڑیاں کاٹنے کے لئے اجیر رکھا اور اس کام کا وقت بھی متعین کر دیا تو یہ اجارہ جائز ہے، ورنہ نہیں)۔

## مچھلی کی افزائش کے لئے تالاب کا اجارہ:

تالاب کو عام طور پر مچھلی کی افزائش و شکار کے لئے اجارہ پر دیا جاتا ہے جس کی مدت متعین ہوتی ہے اور اجارہ پر لینے والا کبھی تو اس میں پہلے سے موجود مچھلیوں کی افزائش کرتا ہے اور عام طور پر مچھلی کا زیرہ ڈال کر ان کی پرورش کرتا ہے، اس طرح تالاب کو مچھلیوں کی افزائش کے لئے اجارہ پر لینا جائز ہے، فقہاء نے پانی کے استعمال کے لئے تالاب اور نہر و دریا کے اجارہ کی اجازت دی ہے، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

"جاز إجارة القناة والنهر مع الماء به يفتى لعموم البلوىٰ" (الدرالمختار مع رد المحتار ۶ / ۶۲)۔

## تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت:

تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کے بارے میں عام طور پر دو طریقے رائج ہیں، اول یہ کہ تالاب کے اصل مالک یا ٹھیکیدار جو مچھلیوں کے مالک ہوتے ہیں وہ عموماً تالاب سے مچھلیاں نکلوا کر فروخت کرتے ہیں، مچھلیوں کی خرید وفروخت کی یہ صورت بلا شبہ جائز ہے، چاہے ان تالابوں کے مالک مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اس لئے کہ یہاں مبیع (مچھلیاں) متعین بھی ہیں اور مقدور التسلیم بھی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تالاب سے مچھلیوں کو نکالے بغیر فروخت کیا جاتا ہے اور خریدار ان مچھلیوں کا شکار کر کے پھر ان کو بیچتا ہے، یہ طریقہ بہت کم رائج ہے، اس طرح کی خرید وفروخت کے جائز ہونے اور نہ ہونے میں تفصیل ہے، ایک صورت یہ ہے کہ تالاب میں پانی برائے نام رہ گیا ہو اور مچھلیاں پکڑنے میں کسی جال یا شکار کے طریقوں کو استعمال میں لانے کی ضرورت نہ ہو اور مچھلیاں بغیر کسی حیلہ وتدبیر کے پکڑی جاتی ہوں۔ تو یہ صورت بہر حال جائز ہے، علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

"ثم إن كان يؤخذ بغير حيلة اصطياد جاز بيعه، لأنه مملوك مقدور التسليم، مثل السمكة في جب، وإن لم يكن يؤخذ إلا بحيلة لايجوز بيعه لعدم القدرة على التسليم عقيب البيع" (فتح القدیر ۶....)۔

(اگر مچھلی شکار کے لئے کسی تدبیر کے بغیر پکڑی جا سکتی ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ مچھلی ملکیت میں بھی ہے اور اس کو خریدار کے سپرد کرنا ہاتھ میں ہی ہے، جیسے کہ مچھلی "گڑھے" میں ہو، اور اگر فروختگی کے فوراً بعد اس کو سپرد کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جائز نہیں ہے)۔

مچھلی کی ملکیت کی شرط کے ساتھ خرید وفروخت کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ فروخت کرنے والا فروختگی کے بعد خریدار کے حوالہ کرنے پر قادر ہو، اگر تالاب میں پانی ہو تو پانی کی مچھلی کو بغیر شکار کئے وہ حوالہ نہیں کرسکتا ہے، اس لئے یہ صحیح نہیں ہے۔

فقہاء احناف نے اس کے لئے دو طرح کے الفاظ استعمال کئے ہیں، صاحب ''عنایہ'' علامہ کمال الدین البابرتی نے ''حظیرة صغیرة'' کا لفظ استعمال کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

**" الحظيرة إذا كانت صغيرة أخذ من غير حيلة جاز وإلا لا" .**

اور علامہ ابن ہمام نے ''جبّ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، مگر اس کی تحدید نہیں کی ہے کہ وہ اس قدر لمبا چوڑا ہو، مگر دونوں سے مراد ایسا چھوٹا گڑھا ہے جس کی مچھلیوں کو پکڑنے میں کسی حیلہ و تدبیر یا شکار کی ضرورت نہ پڑے اور اگر بڑے تالاب میں بھی یہی کیفیت کبھی پائی جائے کہ اس کا پانی برائے نام ہو تو یہی حکم ہوگا، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک سوال کے جواب میں ''حظیرة صغیرة'' کے بارے میں یہ لکھا ہے:

''حظیرہ صغیرہ کی حد کسی پیمائش سے نہیں ہے کہ "**يمكن الأخذ منها بلا تكلف واحتيال**'' (امداد الفتاوی ۳/ ۴۸)۔

اور اگر تالاب میں مچھلیوں کو فروخت کرنے کی یہ صورت ہو کہ تالاب بڑا ہو اور پانی سے بھرا ہو اور فروخت کرنے والا اس کی مچھلیوں کو فروختگی کے بعد بلا کسی حیلہ وتدبیر کے خریدار کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہو تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''بیع غرر'' سے منع کیا ہے۔

اس طرح اس قسم کے بیع کے بطلان پر اجماع ہے، جیسے پیٹ میں جنین کی بیع، یا ہوا میں پرندہ کی بیع، یہ مسئلہ ہے کہ غرر کی وجہ سے کونسی بیع باطل ہے اور کون سی نہیں، اس بارے میں علماء کے اقوال کا مدار وہی ہے جو میں نے بیان کیا اور یہ کہ: ''حاجت ارتکاب غرر'' کی داعی ہو، اور اس قسم کی بیع جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اوراس باب کے کچھ مسائل میں ''بیع کی صحت وفساد'' کے بارے میں علماء کے درمیان جواختلاف رائے ہے، جیسے عین غائب (یعنی ایسی شئ جو سامنے نہ ہو) کی بیع تو یہ اختلاف اسی قاعدہ پر مبنی ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس میں ''معمولی غرر'' ہے، اس لئے غرر نہ ہونے کے درجہ میں ہے، لہٰذا بیع صحیح ہے اور دوسرے لوگوں کی رائے میں ''غرر معمولی نہیں ہے'' اس لئے وہ اس بیع کو باطل قرار دیتے ہیں'' (شرح مسلم للنووی ۲/۲)۔

فقہاء احناف نے بھی ''حقیر غرر'' کو نہ ہونے کے درجہ میں قرار دے کر بیع کو جائز قرار دیا ہے، اسی لیے وہ ''حوض'' میں مچھلی کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں، (تفصیل کے لئے دیکھئے: شرح العنایہ مع الفتح ۶/۴۰۹)۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ تالاب جس کی مچھلیوں کو پانی ہونے کی وجہ سے پانی سے نکالے بغیر یا جال ڈالے بغیر ہاتھ سے پکڑا نہ جاسکتا ہو پانی کے اندر ایسی مچھلیوں کی خرید وفروخت جائز نہیں، اور جس کی مچھلیوں کو پکڑنے میں پانی نکالنے یا جال ڈالنے کی ضرورت نہ ہو، اس حوض کی مچھلیوں کو حوض کے اندر خرید وفروخت کرنا جائز ہے، مگر اس صورت میں ہر ہر مچھلیوں کو پکڑ کر خریدار کے حوالہ کرنا ''بائع'' کی ذمہ داری ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: حوالہ سابق)۔

## موقوفہ تالاب کی مچھلیاں:

علامہ ابن نجیم مصری نے ''البحر الرائق'' میں اراضی بیت المال، اور اراضی موقوفہ کی مچھلیوں کی (تالاب میں) خرید وفروخت کے بارے میں لکھا ہے:

''لا یجوز بیع السمک فی الآجام إلا إذا کان فی أرض بیت المال، ویلحق به أرض الوقف''

اس روایت کی بناء پر گڈھوں کی مچھلیوں کی بیع جائز نہیں ہوگی، بجز اس صورت کے جب یہ اراضی بیت المال یا موقوفہ میں واقع ہو۔

اور اس کی اصل حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے، اسے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شیخ حماد کے ذریعہ روایت کیا ہے، جسے امام ابویوسف کے کتاب الخراج میں نقل کیا ہے۔

**"عن أبی یوسف عن أبی حنفیة عن حماد عن عبد الحمید بن عبد الرحمن أنه کتب إلی عمر بن عبد العزیز یسأله عن بیع صید الآجام فکتب إلیه عمر أنه لا بأس به وسماه الحبس".**

حضرت عمر بن عبد العزیز سے عبد الحمید نے آجام کی مچھلیوں کی بیع کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور لیکن شیخ خیر الدین رملی نے اس روایت پر عمل کو مشکل بتایا ہے، وہ کہتے ہیں۔

**"أقول الذی علم مما تقدم عدم جواز البیع مطلقا سواء کان بحراً أو نهرا أو أجمة وهو بإطلاقه أعم من أن یکون فی أرض بیت المال أو أرض الوقف".**

اوپر کی بحث سے (پانی میں) ہر طرح کی مچھلیوں کی بیع کا ناجائز ہونا معلوم ہوگیا، چاہے وہ سمندر میں ہوں، یا دریا میں یا گڈھوں میں یہ عدم جواز مطلق ہو یا اراضی موقوفہ میں۔

اور اس روایت کی یہ تاویل کی ہے۔

**"ویجاب بأنه فی آجام لذلک وکان السمک فیهامقدور التسلیم"**

یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ ایسے گڈھوں کے بارے میں ہے جس کو اسی مقصد کے لیے بنایا گیا ہو اور ان کی مچھلیوں کو پکڑنا آسان اور وہ مقدور التسلیم ہو۔

اور یہی تاویل علامہ ابن ہمام نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

**"ومعلوم أن الآجمة قد یؤخذ منها السمک بالید".**

(گڈھوں کی مچھلیوں کو بھی ہاتھ سے پکڑا جاتا ہے) اور اس بارے میں انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"وقال أبو يوسف في كتاب الخراج: رخص في بيع السمك في الآجام أقوام، فكان الصواب عندنا في قول من كرهه" (امداد الفتاوی ۳/۳۹)۔

ایسے حوض یا تالاب جنہیں مچھلیاں پالنے کے لئے نہیں بنایا گیا ہو چاہے وہ نجی ملکیت کے ہوں یا عوامی ملکیت کے ہوں اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش سے از خود پیدا ہو جاتی ہوں یا ندی وغیرہ کے پانی کے ساتھ اس میں آجاتی ہیں تو کیا ایسے تالاب کی مچھلیوں کا مالک تالاب والا ہی ہوگا یا نہیں، اور ان کی مچھلیوں کو تالاب کا مالک کسی دوسرے سے فروخت کرسکتا ہے یا اجارے پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے "امداد الفتاوی" میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:

اس مقام میں دو کلام ہیں ایک مچھلی کے مملوک اور غیر مملوک کے متعلق دوسرے اس کے جواز بیع وعدم جواز کے متعلق سوامر اول میں تین صورتیں ہیں اور ہر صورت کا جدا حکم ہے ایک صورت یہ ہے کہ مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑنے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مچھلی اور اس کی نسل سب چھوڑنے والے کی مملوک ہیں، دوسرے بلا اذن پکڑنا درست نہیں۔

## دریا اور سمندر میں مچھلی کی بیع:

اوپر چھوٹے اور بڑے تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کا ذکر تھا جس کا تفصیلی حکم بیان کیا گیا، اسی طرح اگر کسی نے دریا اور سمندر میں پائی جانے والی مچھلیوں کو بغیر شکار کئے کسی سے فروخت کر دیا یا ایسے تالاب کی مچھلیوں کو فروخت کیا جن کا وہ مالک نہیں ہے، نہ مچھلی کا مالک ہے اور نہ تالاب کا، یا تالاب کا تو مالک ہے، لیکن مچھلیوں کا مالک نہیں، تو اس طرح کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ شیخ ظہیر الدین مرغینانی صاحب "ہدایہ" لکھتے ہیں:

"ولا يجوز بيع السمك قبل اصطياد ولأنه باع ما لا يملكه" (الہدایہ مع فتح القدیر ۶/۴۰۹)۔

مچھلی کا شکار کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ایسی شئی کی بیع ہے جس کا وہ مالک نہیں۔

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"بیع السمک فی البحر أو النہر لا یجوز"

(سمندر اور دریا میں مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے)۔

مگر خریدار نے اگر مچھلیوں کا شکار کیا یا اجیر رکھ کر شکار کرایا تو وہ ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اور اس طرح کی تمام مچھلیاں جو بازار میں فروخت ہوتی ہیں بلا کراہت مسلمانوں کے لئے ان کی خرید و فروخت و استعمال جائز ہوگا، یہی حکم ان تالابوں کا ہے جن کی مچھلیاں مالک تالاب کی ملکیت میں نہ ہوں، مگر اس نے فروخت کر دیا تو پھر مچھلی پکڑنے والا ان کا مالک ہو جائے گا۔

☆☆☆

# مچھلی کی خرید وفروخت سے متعلق چند مسائل

مولانا زبیر احمد قاسمی ☆

درج ذیل عنوان کے تحت مرسلہ سوالوں کے مختصر اور اجمالی عنوان اور مقصود یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ آج کل مارکیٹ ومنڈی میں فروخت کی جانے والی مچھلیوں کا کسی مسلمان کے لئے خریدنا اور استعمال کرنا شرعاً جائز اور حلال ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان مچھلیوں کا بائع ان کے حاصل کرنے میں بسا اوقات ایسے ذرائع بھی اختیار کرتا ہے جنہیں شرعاً بیع فاسد یا بظاہر بیع باطل ہی کہا جاسکتا ہے، اور یہ دونوں ذریعے از روئے اسلام موجب اثم، واجب الاحتراز، لازم الفسخ ہیں، یا پھر مفید للملک بھی نہیں۔

میرے نزدیک اس سوال کا مختصر اور اجمالی جواب یہی ہے کہ منڈی میں مچھلی فروخت کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم بلا تجسس وتفتیش ہر ایک مسلمان کے لئے بھی اس سے مچھلی خریدنا اور استعمال کرنا جائز وحلال ہے، کیونکہ واقعہ یہی ہے کہ برائے فروخت منڈی میں لائی جانے والی مچھلیاں عام حالات اور اکثر صورتوں کے اعتبار سے شرعاً جائز وصحیح اور مفید للملک ذریعہ ہی سے حاصل کرکے لائی جاتی ہیں۔

اقل قلیل اور شاذ ونادر ہی وہ صورت اور ذریعہ متحقق ہوپاتا ہے جس سے اس مچھلی میں خباثت پیدا ہوجائے، گو وہ خباثت بھی غیر متعدیہ بماء یا وہ ذریعہ حصول بائع کے لئے مفید للملک ہی نہ بن سکے، اس لئے "العبرة للأغلب" اور "النادر كالمعدوم" پر نظر رکھتے ہوئے حکم

☆ ناظم اشرف العلوم، کنھواں، سیتامڑھی، بہار۔

شرعی یہی بیان کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں پر تجسس وتفتیش لازم نہیں، وہ مارکیٹ میں فروخت کی جانے والی مچھلیاں بعقد صحیح خرید کر استعمال کر سکتا ہے۔

## اس مختصر واجمالی جواب کی دلیل درج ذیل مقدمات ہیں:

۱-اپنی جگہ یہ امر طے اور مسلم ہے کہ بیع وشراء کے انعقاد کے لئے شریعت نے جو شرطیں لگا رکھی ہیں، مثلاً عاقدین میں اہلیت اور مبیع میں محلیت وغیرہ ان کی رعایت و پرواہ کے بغیر جو بیع وشراء ہوگی وہ بیع باطل کہلائے گی، جو بعد القبض بھی مفید للملک نہیں ہوگی، اور اس کی حرمت اور شناعت وخباثت علم واطلاع کے بعد شخص آخر تک متعدی بھی ہوتی رہے گی۔

۲- لیکن جس بیع وشراء میں شرائط انعقاد وعقد کی رعایت ہو جائے مگر شرائط صحت عقد کا لحاظ نہ رکھا جائے وہ بیع فاسد ہوگی، مثلاً مبیع مجہول القدر اور غیر مقدور التسلیم وغیرہ ہو تو ایسے عقد سے متعاقدین عاصی وگنہگار ہوتے ہیں، اس لئے ایسا عقد واجب الفسخ ہوتا ہے، لیکن بایں ہمہ اگر جانبین سے عوضین کا تسلیم وتسلم ہو جائے تو عاقدین اپنے اپنے عوض کے مالک بن جاتے ہیں، گو ملکیت میں خباثت ہوتی ہے، اور اس کے بعد دونوں کا اپنے عوضین پر ہر ایک کا تصرف جدید بشکل بیع وہبہ اور اجارہ وغیرہ شرعاً صحیح ہوا کرتا ہے، اور کسی تیسرے شخص کا علم واطلاع کے باجود بعقد صحیح سے حاصل کرنا جائز ہی ہوا کرتا ہے، اس کی معصیت اور شناعت وخباثت متعدی نہیں ہوا کرتی۔

۳-مچھلیاں اپنی ذات سے مباح الاصل ہیں جب تک ان مچھلیوں پر کسی نہ کسی سبب ملک کے ذریعہ کسی شخص کی ملکیت ثابت نہ ہو جائے، اس وقت تک جو بھی ان مچھلیوں کا شکار کرلے گا وہ اس احراز واصطیاد کے سبب شرعاً مالک بن جائے گا اور وہ اس کی بیع وشراء بلا قباحت وشناعت کر سکتا ہے، کیونکہ مباح الاصل کا احراز واصطیاد مستقل سبب ملک ہے۔

۴- حوض، یا تالاب اگر کسی کی شخصی اور نجی ملکیت میں ہے تب بھی اس کی مچھلیاں صاحب حوض کی مملوکہ نہیں ہو جاتیں جب تک امور ذیل میں سے کسی صورت کا تحقق نہ ہو جائے:

الف- وہ حوض، تالاب بنایا ہی گیا ہو مچھلی کی پرورش کے لئے، اب اس میں باضابطہ رکھ کر مچھلیاں پالی بھی جاتی ہیں یا از خود مچھلیاں کسی طرح ان میں جمع ہو جاتی ہیں اور پلاتی ہیں۔

ب-یا گو حوض و تالاب اس مقصد کے لئے نہ بنایا جائے مگر حوض و تالاب کے مالک نے باقاعدہ باہر سے مچھلیاں لا لا کر اور پکڑ پکڑ کر اس میں جمع کر رکھا ہے۔

ج-یا مچھلیاں از خود کسی طرح آ کر جمع ہو گئیں ہوں، مگر مالک حوض نے ان کے روکنے اور حفاظت کی تدبیریں (سدّ مدخل) وغیرہ کے ذریعہ اختیار کی ہو۔

اگر ان میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو پھر اس تالاب کی مچھلیاں صاحب تالاب کی مملوکہ نہ ہوں گی، بلکہ مباح الاصل ہی کہلائینگی جو بھی شکار کرے گا وہ مالک قرار پائے گا، کیونکہ مباح الاصل اشیاء کے لئے احراز و اصطیاد مستقل سبب ملک ہے، کما قلنا فی مقدمة ثانیة۔

وهذه كلها مصرح فى الكتب الفقهية المتداولة (بحر الرائق ۶/ ۷۳، فتح القدیر ۶/ ۴۹ پاکستان)۔

ان متقدمات بالا کی روشنی میں مرسلہ سوالوں کا علی الترتیب مفصل جواب حسب ذیل ہوگا:

سوال ۱- جو ندی نالے اور نہریں کسی بھی فرد حقیقی یا اعتباری کی ملک نہیں، بلکہ سرکاری تحویل میں اراضی حیاز کے قبیل سے ہیں، اب خواہ اس کا مالک سرکار ہی کو تسلیم کر لیا جائے، تاہم جبکہ ان ندیوں، نالوں اور نہروں کو مچھلی پالن کے لئے بنایا ہی نہیں گیا ہے، اور نہ کبھی کوئی سرکاری عملہ باہر سے مچھلی لا لا کر اس میں رکھتا ہی ہے، اور نہ از خود آتی ہوئی مچھلیوں کی حفاظت و رکاوٹ کے لئے سرکار یا اس کا عملہ کوئی تدبیر ہی اختیار کرتا ہے، تو ظاہر ہے کہ ان ندیوں، نالوں اور نہروں میں موجود مچھلیاں کسی کی بھی مملوکہ ہی نہیں بنیں، اس کی بیع لعدم الملک بیع باطل ہوگی، اسی طرح سرکار کی طرف سے بالعوض بندوبست و نیلام کرنا اور بیچنا اور ٹھیکیداروں کا اسے خریدنا اور عوض ادا کرنا سب ہی فعل عبث لايعبأ به ہوا، عوض لینا سرکار کا ظلم اور فعل حرام ہوا اور عوض دینا ٹھیکیدار کا

اپنا نقصان اور مال کا ضیاع ہوا، گو اس ضیاع مال کے سبب عند اللہ یہ لوگ مجرم نہ قرار پائیں، کیونکہ دراصل مباح الاصل اشیاء سے استفادہ اور اس کے احراز واصطیاد کا جو حق شرعاً حاصل تھا ظالم سرکار سے اپنے اس حق کو حاصل کرنے اور دفع ظلم کے لئے انہوں مال خرچ اور ضائع کیا ہے "فكما يجوز الرشوة لدفع الظلم يجوز هذا أيضاً"۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیع وشراء بندوبست ونیلام وغیرہ کا جو بھی معاملہ بظاہر کیا گیا وہ درحقیقت عقد باطل "كأن لم يكن" رہا۔ اور مچھلیاں فی نفسہ علی حالہ مباح الاصل ہی رہ گئیں، اب اس کے بعد ٹھیکیداروں نے از خود یا اپنے وکیل واجیر کے ذریعہ جو مچھلیوں کا شکار کیا یہ مستقل عمل جدید احراز واصطیاد کا پایا گیا جو سبب ملک ہے، اس لئے ٹھیکیدار ان مچھلیوں کا شرعاً جائز مالک بن گیا، اس کا ان مچھلیوں کو منڈیوں میں فروخت کرنا بھی صحیح اور ہر کسی کا اس سے خریدنا اور استعمال کرنا بھی صحیح، اگر ٹھیکیداروں کو اسی عقد باطل کے نتیجے میں مالک اور فروخت کرنے کا مجاز قرار دیا جاتا تو پھر بحکم مقدمہ اولی حرمت وشناعت وخباثت متعدی ہوتی۔ أما لا فلا۔

جواب ۲- اس کا جواب تفصیل بالا سے نکل آیا کہ جب ٹھیکیدار احراز واصطیاد کے نتیجے میں مچھلیوں کا مالک بنا ہے تو مسلمانوں کا اس سے خریدنا اور استعمال کرنا بلا غبار جائز وحلال ہی ہوگا۔

جواب ۳- جو حوض وتالاب کسی کی ذاتی ملک ہے اور اس میں باضابطہ مچھلیاں پالی گئیں ہیں تب تو ظاہر ہے کہ صاحب حوض ان مچھلیوں کا مالک بن چکا ہے مگر قبل الاصطیاد مبیع مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہے، اس لئے یہ بیع فاسد ہوگی، اب جبکہ وہ خریدار ٹھیکیدار مچھلیوں کو نکال کر، یعنی قبضہ میں لاکر فروخت کرتا ہے تو اس کا یہ تصرف بھی صحیح، مسلمانوں کا اس سے خریدنا بھی بالکلیہ صحیح "بحكم مقدمة ثانية"۔

جواب ۴- کوئی حوض وتالاب اگر فرد حقیقی یا حکمی واعتباری کی ملک ہو مگر اس کی مچھلیوں پر اسباب ملک میں سے کسی سبب ملک (مهيا للسمك ،احراز ، سد مدخل) کے نہ پائے

جانے کے سبب ملکیت ثابت نہ ہو سکی تو مچھلیاں مباح الاصل رہ گئیں، اب اس کا فروخت کرنا مالک حوض کے حق میں عقد باطل کے ذریعہ عوض لینا حرام وسحت ہوگا، اور دوسروں کو شکار سے روکنا خلاف انسانیت ومروت ہوگا، تاہم ٹھیکیدار اپنے عمل مستقل احراز واصطیاد کے سبب مچھلیوں کا مالک بن جائے گا، تو پھران سے دوسرے لوگوں کا مچھلیاں خرید نا بلاغبار جائز ہی ہوگا" **بحکم مقدمة ثالثة ورابعة**"۔

مارکیٹ ومنڈی میں فروخت کی جانے والی مچھلیاں عموماً انہیں مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح حاصل کی جاتی ہیں اور سب ہی کی بیع وشراء بہ تفصیل بالا جائز ہی ہوگی، اقل قلیل اور شاذ ونادر صورت بس یہ رہ جاتی ہے کہ منڈی میں مچھلی کے فروخت کنندہ کسی کی مملوکہ مچھلیوں کو غصب وسرقہ کر کے لائے اور بیچے "**وھذا نادر جدا**"۔

اس لئے میرے نزدیک بلا تفتیش وتجسس منڈی میں فروخت ہونے والی تمام ہی مچھلیوں کی خریدگی ہر مسلمان کے لئے جائز ہی کہلائے گی۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع وشراء

مفتی احمد دیولوی ☆

مچھلیوں کی بیع وشراء کے سلسلہ میں دو باتیں بنیادی طور پر ضروری ہے:

۱-اس کا مالک ہونا۔

۲-مشتری کو سپرد کرنے پر قادر ہونا۔

سوال میں مذکور شکلیں انہی شرائط کے ماتحت جائز ہوں گی۔

۱- مالک ہونے کی مختلف شکلیں ہیں: (۱) مچھلی کی پرورش اور نشو ونماء کے لئے ہی تالاب میں رکھا گیا ہو۔ (۲) کسی آدمی نے مچھلیاں تو نہیں ڈالیں، لیکن ندی یا تالاب میں آنے جانے والی مچھلیوں کو روکنے اور واپس نہ جانے کی کوئی تدبیر کی۔ (۳) مچھلی کا شکار کر کے اس کو اپنے برتن میں حفاظت سے رکھ دے۔

اور بھی ایک شکل فقہاء کرام نے ذکر فرمائی ہے کہ کسی کے تالاب میں مچھلیاں بغیر کسی محنت ومشقت کے خود آ جائے تو صرف آ جانے سے وہ اس کا مالک نہیں ہو جائے گا، مثلاً کسی کے کھیت میں پرندہ کے بچے یا انڈے دینے سے زمین والا اس کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ جو بھی اس بچہ یا انڈا کو اٹھالے وہ اس کا مالک ہو جائے گا "**کما لو باض الطیر فی أرض إنسان أو فرخت، فإنه لا یملک لعدم الإحراز**" (عنایہ شرح ہدایہ ۴۱۰/۶)۔

۲-مقدور التسلیم ہونا۔

---

☆ جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات۔

۱- اس کی شکل تو یہ ہے کہ شکار کر کے برتن میں رکھ دیا جائے۔
۲- کسی ایسے چھوٹے گھڑے میں رکھی جاوے جس سے نکالنا آسان ہو۔
جس شکل میں آدمی مالک ہی نہ ہو تب تو خرید وفروخت درست ہی نہیں ہے۔
"نهى رسول الله ﷺ عن بيع ماليس عند الإنسان" (بدائع ۵/۱۴۷)۔
(حضور ﷺ نے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا ہے جو آدمی کے پاس موجود نہ ہو)۔

"عن حكيم بن حزام قال: يا رسول الله! يأتيني الرجل فير يد منى البيع ليس عندى أفأبتاعه له من السوق، فقال: لا تبع ما ليس عندک، أخرجه ابو داؤد و سكت عنه" (اعلاء السنن ۱۴-۱۵۱)۔
(حکیم بن حزامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ایک آدمی مجھ سے ایک سامان خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، تو کہا کہ اس بنیاد پر میں سودا کرسکتا ہوں کہ بازار سے خرید کر اس کو دیدوں؟ آپ نے فرمایا: جو سامان تمہارے پاس نہیں ہے اس کا سودا مت کرو)۔
۲- اسی طرح مالک تو ہو، لیکن سپردگی پر قادر نہ ہو تو بھی حدیث شریف میں منع فرمایا گیا۔ "کتاب الخراج" میں امام ابو یوسف نے روایت لکھی ہے:
"حدثنا يزيد بن أبى زياد عن المسيب بن رافع عن عبد الله بن مسعود أنه قال: لا تبيعوا السمک فى الماء، فإنه غرر، قال أبو يوسف: حدثنا ابن أبى ليلى عن عامر الشعبى قال: نهى النبى ﷺ عن بيع الغرر" (کتاب الخراج ص ۹۴/۹۵)۔

(ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے: پانی کے اندر مچھلی کا سودا نہ کرو، کیونکہ یہ دھوکہ کا سودا ہے، امام ابو یوسف نے امام شعبی کا ارشاد نقل کیا ہے نبی ﷺ نے غرر ودھوکہ کی خرید وفروخت سے منع کیا ہے)، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتح القدیر لابن ہمام ۶/۴۰۹، البحر الرائق ۶/۷۹، العنایہ

للبابرتی ۶/ ۴۰۶)۔

علامہ شامی نے بھی اسی طرح تفصیلات فرمائی ہے کہ مچھلی جب گڈھے میں داخل ہوتو یا تو اس کو اسی مقصد کے لئے تیار کیا ہوگا یا نہیں (۱) تو اس صورت میں وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور کسی کو اس کے لینے کا حق نہ ہوگا، پھر اگر کسی حیلہ کے بغیر اس کا لینا ممکن ہوتو اس کو فروخت کرنا بھی درست ہوگا، کیونکہ وہ مملوک بھی ہے اور مقدور التسلیم بھی، ورنہ درست نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو حوالہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲- دوسری صورت میں وہ اس کا مالک نہیں بنتا، لہذا بیع بھی جائز نہ ہوگی مگر یہ کہ گڈھے میں مچھلی داخل ہونے کے بعد وہ اس کا راستہ بند کردے، اب وہ اس کا مالک ہو جائے گا، پھر اگر کسی دشواری کے بغیر اس کا لینا ممکن ہوتو بیع درست ہوگی ورنہ نہیں، اور اگر اس نے گڈھا تو خود نہیں بنایا، لیکن مچھلی لیکر اس میں چھوڑ دی تو اب بھی وہ اس کا مالک قرار پائے گا اور اگر کسی دشواری کے بغیر اس کا لینا ممکن ہوتو بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ اس کو حوالے کرنا ممکن ہے اور اگر حوالگی میں دشواری ہوتو اب بیع جائز نہ ہوگی، کیونکہ وہ اس کی ملک میں تو ہے، لیکن اس کا حوالے کرنا ممکن نہیں ہے (رد المحتار ۴/ ۱۰۶)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارات اور قواعد فقہیہ کے پیش نظر سوال میں مذکور خرید وفروخت مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہی ہوگی۔

البتہ بعض فقہاء کرام فساد بیع کی تقسیم کرتے ہیں کہ کبھی فساد حق شرعی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ یہ معاملہ گناہ پر مبنی ہے اور کبھی فساد حق شرع کی وجہ سے نہیں، بلکہ مفضی الی المنازعہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، ایسی شکل میں جب باہمی منازعت کا اندیشہ نہ ہوتو دیانۃً درست ہے، دیکھئے: (فیض الباری علی صحیح البخاری ۳/ ۲۵۸-۲۵۹)۔

بیع سمک کے سلسلہ میں بھی علت غرر ہی معلوم ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کی روایات میں صراحۃً مذکور ہے: ''لا تبایعو االسمک فی

الماء، فإنه غرر"۔

جواب ۲: ٹھیکہ دار کا فاسد طریقہ سے حاصل کی ہوئی مچھلیاں بیچنا۔

یہ بیع فاسد ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ معقود علیہ میں ملکیت کا فائدہ صاحب ملک کی رضامندی کے بغیر نہیں دیتا ہے اور مبیع مشتری کے قبضہ میں قبضۂ ضمان کے ساتھ ہوتا ہے اگر اس کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تو مثل یا قیمت کا ضامن ہوتا ہے (الالتزامات ص ۱۸۴)۔

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

ثم إنه وإن أفاد الملک وهو مقصود فی الجملة لکن لا ینعقد تمامه إذ لم ینقطع به حق البائع من المبیع ولا المشتری من الثمن إذ لکل منهما الفسخ بل یجب علیه (فتح القدیر ص ۴۰۱)۔

(اس صورت میں اگر چہ مالک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ فی الجملہ مقصود عین ہے، لیکن بیع تمام نہیں ہوگی، کیونکہ خرید کردہ سامان سے بائع کا حق ختم نہیں ہوا اور مشتری کا ثمن سے، کیونکہ ان میں سے ایک کو حق فسخ حاصل ہے بلکہ فسخ واجب ہے)۔

"ہدایہ" میں ہے:

"وإذا قبض المشتری المبیع فی البیع الفاسد بأمر البائع وفی العقد عوضان کل واحد منهما مال ملک المبیع ولزمته قیمته (هدایه ۳/۴۷)۔

(اور جب مشتری بیع فاسد میں مبیع پر قبضہ کرلے بائع کے حکم سے اور معاملہ میں دونوں عوض مال ہوں تو مشتری خرید کردہ سامان کا مالک ہوجائے گا اور اس پر قیمت لازم ہوگی)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب اس طرح کے جواب میں فرماتے ہیں: البتہ بغیر پکڑے اور قبضہ میں لائے فروخت کرنا "بیع مالم یقبض" ہوکر بیع فاسد ہوگی اور مملوک رہنے کی وجہ سے بیع باطل نہ ہوگی اور بیع فاسد ہونے کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اگر مالک کے قبضہ میں آئے بغیر فروخت ہوجائے اور مشتری پھر اس کو فروخت کرے اور مالک کو اعتراض نہیں تھا، بلکہ اجازت تھی تو یہ دوسری بیع جو ہوگی وہ صحیح اور "سمک یبیع لهذا البیع" کا استعمال کرنا درست رہے گا

(نظام الفتاویٰ ا/ ۲۴۴)۔

حاصل یہ کہ بیع فاسد کے سلسلہ میں اصول احناف کے پیش نظر بائع کی اجازت سے ٹھیکے دار مالک ہوجائے گا اور پھر اس کا دوسرے کو بیچنا اور دوسرے کا خریدنا بھی جائز ہوجائے گا۔

جواب: ۳-حوض یا تالاب چاہے سرکاری ہوں یا کسی شخص کی ذاتی ملکیت والے ہوں ان کی مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے حکم کی علت غرر اور غیر مقدور التسلیم ہونا ہے،لہذا سوال نمبر (۱) کی طرح ہی اس میں فساد کا حکم لگے گا۔

جواب: ۴-نجی ملکیت کے حوض یا تالاب میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے ازخود آ گئی ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس شخص نے یہ حوض یا تالاب اسی واسطے بنایا تھا تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا اور کوئی اس کو لے نہیں سکتا پھر اس کے اندر کی مچھلیاں شکار کئے بغیر پکڑی جا سکے تو اس کی بیع جائز ہے،اور بغیر شکار کے پکڑی نہ جا سکے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے (عالمگیری)۔

''عنایہ''میں ہے:

''اس صورت میں ارشاد ہے کہ اگر حوض و تالاب کا مالک اس کا منہ بند کردے تو وہ مچھلیوں کا مالک ہوجائے گا اور محض اس کے اندر مچھلیوں کے آجانے کی وجہ سے مالک نہیں ہوگا، جیسے کسی کی زمین میں اگر کوئی پرندہ انڈا دے یا بچے تو زمین کا مالک اس کا مالک نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی طرف سے احراز نہیں پایا گیا اس پر اس سے اشکال نہ کیا جائے کہ شہد کی مکھی اگر چھتہ لگائے تو زمین کا مالک محض اتصال کی وجہ سے مالک ہوجائے گا، اگرچہ اس کی طرف سے احراز وغیرہ نہ پایا جائے، کیونکہ شہد کا اتصال زمین سے درخت کے مانند ہے جو اگنے کے بعد کہیں نہیں جاتا، مکھیاں چلی جاتیں ہیں مگر شہد برقرار رہتا ہے، برخلاف پرندہ و مچھلی وغیرہ کہ ان کا آنا رہنا عارض ہوتا ہے مستقل و مستند نہیں ہوتا'' (عنایہ مع الفتح ۶/ ۴۱۰،شرح ہدایہ ۳/ ۸۳)۔

لہذا صورت مسؤلہ میں مچھلیاں ازخود آ گئیں تو وہ احراز کی اور اسی نیت سے حوض بنانے کی وجہ سے مالک ہوجائے گا اور اس کے لئے فروخت کرنا جائز ہوگا، دوسرے کو ٹھیکہ پر دینے کے

سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ ٹھیکہ پر دینے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ مجھے تالاب (بحیرہ) کے کرایہ پر دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے کتابوں میں تفتیش کی، لیکن سوائے ''کتاب الخراج'' (ابویوسف) کہ یہ مسئلہ کہیں نہیں مجھے ملا۔ ''امام ابویوسفؒ نے فرمایا:

''حدثنا عبد الله بن علی عن اسحاق بن عبدالله عن أبی الزناد قال: کتبت عمر بن الخطابؓ فی بحیرة یجتمع فیها السمک بأرض العراق أن تؤجرها فکتب أن أفعلوا، قال: وحدثنا أبو حنیفة عن حما د قال طلبت إلی عبد الحمید بن عبد الرحمن فکتب إلی عمر بن عبد العزیز یسأله عن بیع صید الآجام فکتب إلیه عمر أنه لا بأس به، وسماه الحبس لکن بعد مدة رأیت فی الإیضاح عدم جواز إجارته''۔

علامہ شامی ''منحۃ الخالق'' میں ''النہر الفائق'' کے حوالے سے (وکذا فی رد المحتار) ابن نجیمؒ کی عبارت پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ایضاح'' کی عبارت قواعد فقہیہ سے زیادہ قریب ہے (جس میں عدم جواز کا قول ہے) علامہ رملی نے دونوں عبارتوں کے تضاد کو دور کرتے ہوئے فرمایا ہے: عدم جواز مطلق ہے، چاہے دریا نہر یا جھاڑی ہو اور چاہے بیت المال کی زمین ہو یا وقف کی ہو، اور امام ابو یوسف کا قول (جواز) بھی قواعد کے خلاف نہیں ہے، لیکن وہ مخصوص شکل اور معلوم منفعت کے لئے (شکار کے لئے) تھا، البتہ امام صاحب کی حضرت حماد سے جواز کی روایت کی تطبیق مشکل ہے، کیونکہ وہ شکار سے پہلے مچھلی کی بیع کرنا ہے، اس کا جواب بھی یہ دیا گیا کہ وہ ایسی جھاڑی اور گنجان درختوں کے بارے میں ہے جو اسی مقصد کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ اور اس میں مچھلی کی سپردگی مقدور التسلیم تھی (منحۃ الخالق علی البحر ۶/ ۸۰)۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: تالاب یا دریا ماہی گیروں کو دیدیا جاتا ہے اور دوسروں کو اس تالاب سے مچھلی

پکڑنے نہیں دیتا ہے، یہ بیع باطل ہے-وفیہ بعد اسطر- بلکہ سب کو مچھلیاں پکڑنے کا شرعاً حق حاصل ہے، ازیں مسئلہ زید می گوید کہ بدون اطلاع مالک تالاب خفیہ اگر تالاب سے مچھلیاں پکڑ لاوے تو کچھ گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ شرعاً اس میں سب کا حق ہے تو حضرت یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: زید کا قول صحیح ہے اور خفیہ مچھلی پکڑنا تالاب سے درست ہے، لیکن اگر مالک تالاب نے مچھلیاں کسی سے لاکر اپنے ہاتھ سے چھوڑی ہوں تو وہ مچھلیوں کا مالک ہوگا اور پھر خفیہ پکڑنا درست نہیں، لیکن بیع کرنا بدون پکڑے ہوئے پھر بھی درست نہیں (امداد الفتاوی ۵۰/۳)۔

اس مسئلہ پر سوال نمبر (۲) کے ضمن میں مزید کلام ہو چکا ہے۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت

مفتی شاہین جمالی ☆

سرکاری، نیم سرکاری، عوامی یا شخصی زمرہ ملکیت میں آنے والے سمندروں، دریاؤں، نہروں، نالوں اور تالاب، یا حوضوں میں پانی کے اندر مچھلی کی خرید وفروخت کے مسئلہ میں دو الگ حیثیتوں سے شرعی نقطہ نظر دریافت کرنا ضروری ہے۔

۱- ان کو مخصوص مدت کے لئے ٹھیکہ یا اجارہ پر دینا۔

۲- ان میں پائی جانے والی مچھلیوں کو پانی کے اندر ہی خرید وفروخت کرنا۔

پہلی صورت میں ان کے مخصوص حصوں یا گڈھوں کو مچھلی پالنے کے لئے ٹھیکہ یا اجارہ پر دینا چونکہ پانی کے اجارہ کا معاملہ ہے، اس لئے اس کے جواز یا عدم جواز پر شرعی نقطہ نظر کی وضاحت مناسب ہے۔

اس سلسلہ میں عام فقہاء حنفیہ کا رجحان عدم جواز کا ہے، علامہ شامی، ابن نجیم حنفی، اور صاحب ''ہدایہ'' وغیرہ حضرات کے یہاں بھی یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

ابن نجیم نے لکھا ہے:

''میں نے ''کنز الدقائق'' کی شرح ''البحر الرائق'' کے ''کتاب البیوع'' کی تصنیف کے زمانہ (۹۶۸ھ) میں ''وقف یوسفی'' کے تحت واقع ''کوم الشمس'' کے علاقہ کے دریا کو مچھلیوں کے شکار کے لئے اس کے نگراں سے اجارہ پر حاصل کرنے کے جواز کے سلسلے میں اپنے

☆ شیخ الحدیث دار العلوم صدر بازار میرٹھ۔

پاس موجودہ کتابوں میں تحقیق وتلاش کی تو مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا، البتہ صرف امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' میں یہ روایت ملی:

''حدثنا عبد الله بن علی عن إسحق بن عبدالله عن أبی الزناد قال: کتبت إلی عمر بن الخطابؓ فی بحیرةٍ یجتمع فیها السمک بأرض العراق أن یواجرها، فکتب إلیّ أن افعلوا''۔

(ابوزناد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو سرزمین عراق کے دریا کے بارے میں جس میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں، لکھا کہ کیا اس کو اجرت لیا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ ایسا کرو)۔

اس روایت سے بیت المال یا سرکاری وقف کی زمینوں میں (مچھلی پالنے کے لئے) اجارہ کا جواز معلوم ہوتا ہے، لیکن ایک عرصہ کے بعد مجھے ''ایضاح'' میں اس کے اجارہ کے عدم جواز کی صراحت ملی۔

''لکن بعد مدة رأیت فی الإیضاح عدم جواز إجارته'' (البحر الرائق ٦/ ٧٣)۔

صاحب ''النہر الفائق'' نے مصر کے چھوٹے گڑھوں کے بارے میں صاحب ''بحر الرائق'' کے مذکورہ بالا حوالہ سے عدم جواز اجارہ کا حکم لگایا ہے، اور پھر یہ صراحت کی ہے:

''وما فی الإیضاح ألحق بقواعد الفقهیه'' (منحۃ الخالق علی ہامش بحر الرائق ٦/ ٧٢)۔

(اور جو کچھ ایضاح میں ہے وہی قواعد فقہیہ سے قریب تر ہے)۔

لیکن علامہ خیر الدین الرملی نے اس کے جواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب ''النہر الفائق'' سے اختلاف کیا ہے۔

''وما تقدم عن کتاب الخراج غیر بعید أیضاً عن القواعد الفقهیة ومرجعه إلی إجارة موضع مخصوص لمنفعة معلومة هی الاصطیاد'' (منحۃ الخالق علی ہامش بحر الرائق ٦/ ٧٢)۔

اور ''کتاب الخراج'' کے حوالہ سے جو بات (جواز اجارہ) کی پہلے کہی گئی ہے وہ بھی قواعد فقہیہ سے بعید نہیں ہے اور اس کا مدار کسی مخصوص جگہ کو معلوم نفع کے لئے کرایہ پر دینا ہے، اور وہ ہے مچھلی کا شکار۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ علامہ شامی نے ''منحۃ الخالق علی بحر الرائق'' کے حاشیہ میں خیر رملی کے اس قول پر کوئی تنقید نہیں کی، گویا یہاں جواز اجارہ کے قول کو قابل قبول تصور کیا اور ''ردالمحتار علی درالمختار'' میں اس پر تنقید کرتے ہوئے یہ لکھا:

**"لکن قولہٗ غیر بعید الخ فیه نظر، لأن الإجارة واقعة علی استهلاک العین وسیأتی التصریح، فإنه لا یصح إجارة المراعی، وهذا کذلک لذا المقدسی لعدم الصحة واعترض البحر بما قلنا ـــــ والله اعلم"** (شامی ۴/ ۱۰۷)۔

مگر خیر رملی کے قول ''غیر بعید'' میں اشکال ہے، کیونکہ اجارہ مادی محسوس چیز کو ختم کرنے پر ہوا ہے اور عنقریب یہ صراحت آرہی ہے کہ مرائی (چراگاہ میں گھاس چرانے) کا اجارہ صحیح نہیں ہے، اور یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، اسی واسطے مقدسی نے عدم صحت کا یقین ظاہر کیا ہے اور صاحب ''بحر'' نے اس کے جواز پر اعتراض کیا ہے، جیسا کہ ہم نے بھی کہا ہے۔

## علامہ شامی کا اعتراض اور جواب:

شامی کے اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ چراگاہ کی گھاس کا اجارہ اس لئے درست نہیں کہ اس میں عین مباح (گھاس) کو ختم کرنے پر اجارہ ہو رہا ہے، جبکہ عین مملوک مثلاً (گائے کو دودھ پینے کے لئے اجرت پر لینے کی شکل میں) دودھ کا اجارہ صحیح نہیں ہے تو عین مباح (گھاس) کا اجارہ بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگا۔

**"أما الإجاره فلأنها عقدت علی استهلال عین مباح ولو عقدت علی الاستهلاک عین مملوک بأن استاجر بقرةً یشرب لبنها لا یجوز فهذا أولی"** (ہدایہ ۳/ ۵۴)۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد اجارہ میں صراحت کا تعلق عین سے حاصل ہونے والے منافع سے ہوتا ہے، نہ کہ خود عین (محسوس شئ) سے، "**لأن المستحق لعقد الإجارة على الأجر المنافع لا الأعيان**" (کفایہ علی ہامش فتح القدیر ۵/ ۱۹۸)، کیونکہ عقد اجارہ سے جس چیز کا وہ مستحق ہوا ہے وہ منافع ہے، نہ کہ عین شئ کا۔

''شامی'' کے نزدیک ہو بہو یہی صورت ندی، نالوں اور نہروں کے اجارہ کی ہے کہ اسکندریہ میں متاجران کے پانی کا مالک بن جاتا ہے، جبکہ عقد اجارہ سے اس کو صرف پانی کے منافع کا مستحق ہونا چاہئے، بنا بریں ندی، نالوں اور نہروں کا اجارہ درست نہیں، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ندی، نہروں کے اجارہ یا ٹھیکے میں سرکار یا شخص پانی کو ٹھیکے پر نہیں دیتے، بلکہ اس کے پورے رقبہ کو پانی کے ساتھ ٹھیکے پر دیتے ہیں، اور ٹھیکہ دار کا مقصود پانی کا ٹھیکہ لینا نہیں ہوتا، بلکہ مچھلی کی پرورش ہوتا ہے اور فقہاء نے یہ صراحت کی ہے کہ جہاں عین ہی نفع کے حصول کا ذریعہ ہو، جس کے لئے عقد اجارہ ہوا ہے تو وہاں عین کا اجارہ درست ہے:

"**إلا إذا كانت الأعيان آلة لإقامة العمل المستحق بالإجارة، كالصبغ في استيجار الصباغ، واللبن في الاستيجار الظئر لكونه آلة للحضانة والظئورة**" (کفایہ علی ہامش فتح القدیر ۵/ ۱۹۸)۔

(مگر (اس وقت عین کا اجارہ بھی جائز ہے) جب اعیان (مادی محسوس شئ) اس عمل کو قائم کرنے کا آلہ ہو جس کا متاجر عقد اجارہ سے مستحق ہوا ہو، جیسے رنگ رنگریز کو اجارہ پر لینے کی شکل میں، یا جیسے دودھ دایہ کو اجارہ پر لینے کی صورت میں، کیونکہ دودھ یہاں بچے کی پرورش اور دایہ بننے کا آلہ اور ذریعہ ہے)۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ندی، نہروں کو اجارہ پر لینے کی شکل میں بھی پانی مچھلی کی پرورش اور اس کے شکار کی منفعت کے حصول کا آلہ اور ذریعہ ہے، لہذا ٹھیکہ داران کو ٹھیکہ پر لینے کے بعد مچھلی کے شکار کے واسطے سے تبعاً پانی کا مالک ہو جائے گا۔

اور اس طرح اس کا عقد اجارہ درست قرار پائے گا، اور امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' کی روایت اور علامہ رملی کی صراحت کے مطابق شکار کی منفعت معلومہ کے لئے موضع مخصوص کی اجارہ داری قواعد فقہیہ کے قریب تر ہو جائے گی۔

## جواز اجارہ کی دوسری دلیل:

مذکورہ بالا صورت مسئلہ میں جواز اجارہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جہاں قواعد فقہیہ کے بالمقابل کوئی حدیث (مرفوع یا ماثور) موجود ہو تو وہاں قواعد فقہیہ کے برخلاف استحسان پر عمل درست ہوتا ہے۔

چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد جس مسبوق کی دو رکعتیں چھوٹ گئی ہوں ان کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد حسب قواعد فقہیہ اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر دوسری رکعت ادا کر کے قعدہ اخیرہ پر سلام پھرلے، لیکن مسبوق اگر دونوں رکعتیں ادا کر کے ایک ہی قعدہ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے تو اس پر سجدہ سہو اور نماز کا اعادہ اس لئے واجب نہیں کہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں اس صورت کا جواز منقول ہے (مجمع الزوائد ۱/۱۷۶)۔

شیخ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں:

**"ویقعد فی أولها؛ لأنها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزم سجود السهو"** (غنیۃ المستملی/۵۵۷)۔

اس کو ان دونوں میں پہلی رکعت پر قاعدہ کرنا چاہئے، کیونکہ مسبوق کی یہی دوسری رکعت ہے، لیکن اگر اس نے قعدہ نہیں کیا تب بھی خلاف قیاس استحساناً جائز ہے، سجدہ سہو لازم نہیں۔

صاحب ''غنیۃ'' کا یہی قول خود علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے اور اس پر کوئی تنقید نہیں کی (شامی ۱/۵۵۸)۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

**"وقول الفقيه من الصحابة رضى الله تعالى عنهم مقدم على القياس"**

(المبسوط ۱۰/۱۲۹)۔

(فقیہ صحابہؓ کا قول قیاس پر مقدم ہے)۔

## پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت:

دوسرا مسئلہ ندی، نالوں اور نہروں کے پانی میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کا ہے جس کی شرعی حیثیت معلوم کرنا ضروری ہے۔

پانی کے اندر مچھلیوں کی موجودگی کی چند صورتیں ہیں اور فقہاء نے ان کی موجودگی مختلف نوعیتوں کے اعتبار سے مختلف احکام صادر فرمائے ہیں۔

۱- ندی، نالوں، اور نہروں میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ مچھلیاں آتی جاتی رہتی ہوں، یا ایسے برساتی تالاب یا گڑھے میں ہوں جن کا راستہ سیلاب اور بارش کے پانی کے لئے کھلا ہوا ہو اور اسی راستے مچھلیاں ان میں از خود جمع ہوگئی ہوں اور مچھلیوں کو روکنے کے لئے جائے دخول پر کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کی گئی ہو، خواہ وہ تالاب کسی شخص کے ذاتی ملک میں ہو اور خواہ انہیں بلا حیلہ پکڑنا بھی ممکن ہو ان صورتوں میں فقہاء کے نزدیک عدم ملک اور بیع معدوم یا بیع غرر (دھوکہ) ہونے کے سبب سے مچھلیوں کی خرید وفروخت باطل ہے۔

امام احمد نے مرفوعاً روایت کی ہے:

"لاتشتر السمک فی الماء، فإنه غرر" (بحرالرائق ۶/۷۳)۔

(پانی میں مچھلی مت خریدو، اس لئے کہ وہ دھوکہ ہے)۔

۲- خاص طور پر مچھلی کی پرورش کے لئے بنائے گئے حوض یا تالاب میں مچھلیوں کو ڈالا گیا ہو یا ان میں بلا کسی تدبیر کے مچھلیاں خود ہی جمع ہوگئی ہوں، مگر ان کو بلا کسی حیلہ کے پکڑنا ممکن

نہ ہوتو صاحب حوض بالاجماع اگر چہ اس کا مالک ہو جائے گا، لیکن غیر مقدورالتسلیم ہونے کی بنا پرخرید وفروخت کا معاملہ فاسد ہوگا۔

۳- کسی افتادہ زمین کے حوض یا تالاب میں جس پر کسی کی ملکیت نہ ہو کسی شخص نے مچھلیاں ڈالی ہوں یا ان میں از خود جمع ہوگئی ہوں، لیکن اس نے ان کو روکنے کے لئے یا ان میں مچھلیوں کو جمع کرنے کے لئے کوئی حیلہ کیا ہو تو ایسی صورت میں وہ شخص ان کا مالک ہو جائے گا، لیکن بلا حیلہ پکڑ ناممکن نہ ہوتو اس کی فروختگی غیر مقدورالتسلیم ہونے کی بنا پر فاسد ہوگی۔

۴- کسی شخص نے اپنی زمین میں کوئی چھوٹا گڈھا یا کنواں کھود کر ان میں مچھلیوں کو ڈالا ہو یا بڑے تالاب میں چلمن کے اندر مچھلیوں کو محبوس کر رکھا ہو اور انہیں شکاری حیلے کے بغیر پکڑ سکتا ہوتو وہ شخص ان کا مالک قرار پائے گا اور مقدورالتسلیم ہونے کی وجہ سے ان کی بیع بھی جائز ہوگی (البحرالرائق ۶/ ۷۳، فتح القدیر ۵/ ۱۹۱، ردالمحتار ۴/ ۱۰۶)۔

فقہاء کی تصریحات کے مطابق ان ساری تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ معدوم یا بیع غرر یا غیر مقدورالتسلیم ہونے کے سبب باطل یا فاسد ہیں اور چوتھی صورت میں اگر چہ عام فقہاء کے نزدیک بیع جائز ہے، لیکن علامہ ابن ہمام کے مطابق بیع مکروہ ہے۔

"فکان الصواب عندنا فی قول من کرهه" (فتح القدیر ۵/ ۱۹۱)۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں کیا فقہاء متقدمین کے قول پر عدم جواز کا ہی فتوی دیا جائے گا؟ یا حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر جواز بیع کی گنجائش پیدا کرنا مناسب ہوگا۔

مذکورہ بالا احکام کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم جواز کی علت عدم ملک یا بیع غرر یا معدوم کی بیع یا بیع غیر مقدورالتسلیم ہونا ہے، اور ان سب علتوں کا حاصل یہ ہے کہ مبیع اپنے اوصاف اور وجود کے اعتبار سے نامعلوم اور مجہول ہے اور ان سب کا جامع غرر ہے اور ضابطۂ شرعی کے مطابق مجہول ومغرور کی بیع ناجائز ہونی چاہئے۔

## پانی میں مچھلی کی بیع کے جواز کے دلائل:

### پہلی دلیل:

لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں بیع مجہول ہونے کے باوجود فقہاء نے عام لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر جواز کا فتوی دیا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ کافی وشافی بحث علامہ طیبیؒ نے اپنی شرح ''مشکوۃ'' میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی اس حدیث مرفوع:

''عن أبی هریرةؓ قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع الغرر وبیع الحصاة''

(مشکوۃ المصابیح ۱ر۲۴۷)۔

(رسول اللہ ﷺ نے بیع غرر اور کنکری پھینکنے والی بیع سے منع کیا ہے) کے ذیل میں فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

بیع غرر سے ممانعت ''کتاب البیوع'' کے اصولوں میں عظیم ترین اصل ہے اور اس میں بہت سارے بے شمار مسائل داخل ہیں، جیسے معدوم ومجہول کی بیع، اور وہ بیع جس میں مبیع کی سپردگی پر قدرت نہ ہو، یا جس بیع پر بائع کی ملکیت مکمل نہ ہو اور اسی قسم کے مسائل جن میں غرر بلا حاجت لازم آتا ہو۔

اور علماء نے غرر حقیر کے جواز پر اجماع کیا ہے، مثلاً روئی سے بھری ہوئی بنڈی کی بیع جائز ہے اور صرف اس کے اندر کے بھراؤ کو بیچنا جائز نہیں اور گھر اور جانور اور کپڑے کو ایک مہینے کی اجرت پر بیچنے کے جواز پر بھی علماء نے اجماع کیا ہے، حالانکہ مہینہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے، اسی طرح حمام (غسل خانہ) میں اجرت پر داخل ہونے کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، باوجودیکہ پانی بہانے اور ان میں ٹھہرنے کی مقدار پر لوگوں کی عادتیں مختلف ہیں اور پانی کی سبیل سے معاوضہ دے کر پینے کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، حالانکہ پینے کی مقدار مجہول ہے اور پینے والوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں (نفع قوت المغتذی حاشیہ ترمذی لجلال الدین السیوطی ۱ر۲۴۷)۔

## دوسری دلیل:

خلاصہ تحریر یہ ہے:

بیع کے باطل ہونے کا دارومدار غرر بلاضرورت پر ہے، ورنہ اگر غرر کے باوجود اس کے ارتکاب کی حاجت ہو اور اس سے بلا مشقت بچنا ممکن نہ ہو یا غرر معمولی ہو تو بیع جائز ہوگی، اس مسئلہ میں جواز بیع کی ایک اور دلیل ''تعامل ناس'' بھی ہے، امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

**"وتقابل الناس من غير نكير أصل من الأصول كبير لقوله ﷺ: ما راٰه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن، وقال ﷺ: لا تجمع أمتي على ضلال وهو نظير دخول الحمام بأجرته جائز لتعامل الناس، وإن كان مقدار المكث وما يصيب من الماء مجهولا، وكذلك شرب الماء من السقاء بفلس والحجامة بأجرة جائز لتعامل الناس"** (المبسوط ۱۰/۱۳۹)۔

(اور بلا نکیر لوگوں کا تعامل ایک بہت بڑا اصول ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، اور وہ نظیر ہے اجرت پر حمام میں داخل ہونے کی کہ یہ تعامل ناس کی وجہ سے جائز ہے، اگرچہ اس میں ٹھہرنے اور پانی بہانے کی مقدار مجہول ہے، اسی طرح سبیل سے پانی پینا پیسوں کی اجرت پر اور حجامت بنوانا اجرت پر جائز ہے تعامل ناس کی وجہ سے۔

## ایک فقہی نظیر:

غرر حقیر کی بنیاد پر جواز بیع کی دوسری مثال سنار کی راکھ کی بیع ہے جس میں خریدار کا مقصود راکھ لینا نہیں، بلکہ اس موجود سونے چاندی کے ذرات کو حاصل کرنا ہے، جس کی مقدار مجہول ہوتی ہے، دیکھئے: (فتاویٰ قاضی ۲/۳۵۸)۔

## ایک اور نظیر:

اس مسئلے کی دوسری نظیر اخبارات ورسائل کی سالانہ خریداری اور لائف ممبری بھی ہے، جبکہ ان کے صفحات کی تعداد ان کے سائز، کاغذ کی کوالٹی، نیز مضامین اور خبریں جو خریدار کی مطلوبہ صفحات سے تعلق رکھتی ہیں ان کے سالانہ مخصوص نمبرات کی تعداد اور ایام تعطیل میں ان کی عدم اشاعت ساری چیزیں مجہول ہوتی ہیں، اس کے باوجود جواز کا فتوی دیا جاتا ہے۔

مفتی عبدالرحیم صاحب (فتاوی رحیمیہ ۱/۸۰) میں تحریر فرماتے ہیں: اخبارات اور ماہناموں کی خریداری جائز ہے اس قسم کی جہالت ''مفضی إلی النزاع'' نہیں ہے، مفسد بیع وہ جہالت ہے جو ''مفضی إلی النزاع'' ہو (فیض الباری علی صحیح البخاری ۳/۲۵۹)۔

**''وما كل جهالة لا تفسد البيع، فإن كثيراً من الأمور يترك مهلا في البيع و اشتراط الاستقصاء ضرر، ولكن المفسد هو المفضي إلى المنازعة''** (حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۳۲۵)۔

ہر جہالت بیع کو فاسد نہیں کرتی، کیونکہ بہت سے امور بیع میں مہمل چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک ایک چیز کو جاننے کی شرط لگانے میں ضرر ہے، البتہ جو جہالت جھگڑے کی طرف پہنچائے وہ مفسد بیع ہے۔

## جہالت غیر مقدور التسلیم:

رہ گئی پانی میں موجود مچھلی کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی بحث تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی چیز کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی دو صورتیں ہیں:

۱- غیر مقدوا التسلیم حقیقۃً

۲- غیر مقدوا التسلیم حکماً

ان میں بیع کے صحیح ہونے کی شرط دوسری قسم ہے، نہ کہ پہلی، یہی وجہ ہے کہ مجلس

عقد میں مبیع کو حاضر کرنا بیع کے شرائط جواز میں سے نہیں ہے، اور فقہاء میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، چنانچہ بھاگے ہوئے غلام کی بیع کو جن فقہاء نے سپردگی کی قدرت نہ ہونے کی بنیاد پر ناجائز قرار دیا ہے، اس پر علامہ شامیؒ نے بعض فضلاء کے اس اعتراض کو ہی حق بجانب قرار دیا ہے:

"قلت هو وجيه فهو نظير بيع العبد المرسل فی حاجة المولى، فإنه يجوز وعللوه بأنه معذور التسليم وقت العقد حكما، إذ الظاهر عوده" (منحۃ الخالق علی ہامش بحرالرائق ۶ر ۷۴)۔

(بعض فضلاء نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ بیع کے فوراً بعد مبیع کی سپردگی کی قدرت سے مراد اگر قدرت حقیقیہ ہوتو یہ ممنوع ہے، ورنہ تو بات یہ ہے کہ مجلس عقد میں حضور مبیع کی شرط نہیں لگائی جاتی اور نہ کوئی اس کا قائل ہے)۔

اور اگر سپردگی کی قدرت سے مراد حکماً سپردگی کی قدرت ہو، جیسا کہ خود مؤلف ''نہرالفائق'' نے اس کے بعد ذکر کیا ہے تو زیر بحث مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہے غلام کے عادۃً واپس آجانے کی وجہ سے۔

میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ یہی بات راجح ہے اور اس کی نظیر آقا کے کام بھیجا ہوا غلام ہے جس کی بیع جائز ہے، اور علماء نے اس کی علت یہ قرار دی ہے کہ بوقت عقد حکماً مقدور التسلیم ہے، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ لوٹ آئے گا)۔

## جواز بیع کی وجہ:

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں موجودہ دور کے ماہی گیر کے ترقی یافتہ وسائل، ذرائع مثلاً مچھلیوں کے بیج اور پانی کی بیرونی، درمیانی اور اندرونی سطحوں میں اس کی پرورش اور بڑے سے بڑے تالاب اور ندی نالوں پر جالوں کے پھیلاؤ اور دواؤں کے ذریعہ مچھلی کے شکار کی

سہولیات پر غور کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج کے دور میں پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت حکماً مقدوراً لتسلیم ہونے کی بنا پر جائز ہے۔

جہاں تک غرر کے سوال کا تعلق ہے تو اس میں بھی موجودہ دریافتیں اور اس کاروبار سے وابستہ لوگوں کے تجربات کی روشنی میں پانی کے مخصوص حصوں میں مچھلیوں کی پیداوار کے تقریباً صحیح تخمینہ کے پیش نظر "بیع السمک فی الماء" بیع الغرر نہیں رہ گیا ہے۔

بلکہ یہ غرر حقیر یا معمولی جہالت کے درجہ کی چیز بن گئی ہے، اس لئے علی الاطلاق اس کے جواز کا فتوی دیا جانا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اور اگر اسے غرر و جہالت کثیرہ ہی ثابت کیا جائے تب بھی انسانوں کی ۹۰٪ فیصدی غذائی ضرورت کی کفالت میں مچھلی کی تجارت کا جو اہم رول ہے، اسے دیکھتے ہوئے علامہ طیبیؒ کے قول پر ہی فتوی دیا جانا موجودہ حالات کا تقاضہ ہے۔

"وان دعت حاجة إلى ارتكابه ولا يمكن الاحتراز عنه إلا بمشقة أو كان الغرر حقيرا جاز البيع"۔

(اگر حاجت غرر کے ارتکاب کی داعی ہو، یا اسے بچنا مشقت کے بغیر ممکن نہ ہو، یا غرر حقیر ہو تو بیع جائز ہے)۔

اور یہ واقعہ ہے کہ عصر حاضر میں پانی میں مچھلیوں کی تجارت کے تعامل اور غذائی حاجت اور اس سے پرہیز کی صورت میں لوگوں کے مشقت میں مبتلا ہونے اور موجودہ وسائل ماہی گیری کے اعتبار سے اس میں غرر حقیر پائے جانے کے اسباب کی بنیاد پر بیع کے جواز کا فتوی دینا ضروری ہے، خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ لاکھوں مسلمان اس ذریعہ معاش سے جڑے ہوئے ہیں، بیع کو ناجائز قرار دے کر انہیں روزی روٹی سے محروم کرکے ضرر شدید میں مبتلا کرنا ارشاد نبوی ﷺ: "إنما بعثتم ميسرين ولن تبعثوا معسرين" (ترمذی شریف ۲۱/۱)۔

(تم آسانیاں پیدا کرنے کے لئے اٹھائے گئے ہو، سختیاں پیدا کرنے کے لئے نہیں

بھیجے گئے ہو) کے خلاف ہے، اگر فقہاءِ متاخرین کے سامنے موجودہ دور کے جدید حالات ہوتے توان حالات میں وہ بھی جواز کا ہی فتوی دیتے۔

پھر جواز بیع کا یہ فتوی بالکل بے اصل بھی نہیں ہے، بلکہ اس کی بہت حد تک تائید حضرت عمر بن عبدالعزیز اور قاضی ابویوسف کے فتووں سے ہوتی ہے۔

"قال أبو يوسف في كتاب الخراج أرخص في بيع السمك في الآجام أقوام" (فتح القدیر ۵/۱۹۱)۔

(امام ابویوسف نے کتاب الخراج میں فرمایا کہ پانی کی جھاڑی میں مچھلی کی بیع کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے رخصت دی ہے)۔

"قال وحدثنا أبو حنيفة عن حماد قال: طلبت إلى عبد الحميد بن عبد الرحمن، فكتب إلى عمر بن عبد العزيز يسأله عن بيع صيد الآجام، فكتب إليه عمر أنه لا بأس به وسمّاه الحبس" (البحر الرائق ۶/۷۳)۔

(امام ابویوسف نے فرمایا کہ مجھ سے امام ابوحنیفہ نے بیان کیا اور انہوں نے حمادؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: مجھے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کے پاس طلب کیا گیا، انہوں نے چلمنوں میں مچھلی کے شکار سے متعلق مسئلہ دریافت کرتے ہوئے عمر ابن عبدالعزیز کو خط لکھا تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کو حبس قرار دیا)۔

اسی طرح علامہ خیرالدین رملی نے مچھلی کے شکار سے منفعت مخصوصہ کے حصول کی بنا پر اجارہ کے جواز کا جو رجحان ظاہر فرمایا ہے وہی آج کے دور میں پہلے سے زیادہ راجح ہونا چاہئے، دیکھئے: (منحۃ الخالق علی ھامش بحرالرائق ۶/۷۳)۔

مفتی نظام الدین صاحبؒ (مفتی دارالعلوم دیوبند) نے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا:

ظاہر ہے کہ دریائی مچھلیوں کا یہ ٹھیکہ (بمعنی بیع وشراء) ہوتا ہے اور اس کی حقیقت شرعیہ

یہ ہوتی ہے کہ بوقت ٹھیکہ بھی دریا میں مچھلیاں موجود ہوتی ہیں اور پکڑی بھی جاتی ہیں اور اگر چہ ان کی مقدار معلوم نہیں ہوتی، اس لئے اس معاملہ بیع کو معدوم کی بیع کہہ کر باطل نہیں کہہ سکتے، بلکہ بیع غیر مقبوض یا بیع موجود غیر معلوم المقدار کہہ سکتے ہیں اور ایسی بیع فاسد ہوتی ہے، اور اس کا اقالہ (ختم کرنا) واجب ہوتا ہے، اگر اقالہ نہ کرے، بلکہ بیع صحیح کر دی جائے تو بیع صحیح ہو جاتی ہے اور اس کا مالک بملک صحیح ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

"فإن باعه المشتری نفذ بیعه، لأنه ملکه فملک التصرف فیه" (ہدایہ مع الفتح والعنایہ ۵/ ۲۳۲)۔

اس لئے اگر مسلمان بھی اس طرح ٹھیکہ لے کر اور خود مچھلیاں پکڑ کر یا اپنے مزدوروں سے پکڑوا کر فروخت کر دے تو اس کی یہ بیع بلاشبہ صحیح و نافذ ہو جاتی ہے، لیکن مسلمان ترک اقالہ کرنے سے مبتلائے معصیت ہوگا، اس لئے مسلمان کے لئے اعلی بات یہ ہوگی کہ چونکہ غیر مسلم ان جزئیات کا مخاطب نہیں ہوتا ہے، اس لئے کسی غیر مسلم سے کہے کہ تم اپنے نام سے خرید لو پھر میں تم سے خرید لوں گا پھر جب وہ مسلم خریدے تو اس سے یہ مسلمان خرید کر ان مچھلیوں کو خود پکڑ کر یا اپنے مزدوروں سے پکڑوا کر فروخت کرے، تو بلاشبہ یہ بیع و شراء ہر طرح درست و صحیح رہے گی (فتاوی نظامیہ اوندرویہ ۱/ ۲۱۰)۔

میں اس مسئلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ سے صرف اتنا اختلاف کرنے کی جرأت کروں گا کہ میرے نقطہ نظر سے یہ مسئلہ بیع فاسد کے زمرے میں نہیں آتا، جیسا کہ دلائل کے ساتھ اوپر نقل کیا جا چکا ہے تو اس کے واجب الاقالہ ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ اگر چہ ویلفیر اسٹیٹ کے درجہ میں ہے تاہم قانون سازی کے معاملہ میں خالص کا فرانہ مزاج رکھتی ہے، لہذا اس سے مسلمانوں کا ٹھیکہ لینا براہ راست درست ہے، بالواسطہ طور پر کسی غیر مسلم کو ٹھیکہ دلوا کر پھر اس سے ٹھیکہ لینے کے حیلے کو اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث:

اب تک کی پوری بحث کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسئلے سے متعلق سوالات کے جوابات یہ ہیں:

۱-سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء ان مچھلیوں کو پانی سے نکالے بغیر غذائی ضرورت وحاجت اور اس سے احتراز کی صورت میں مشقت میں مبتلا ہونے اور وسائل ماہی گیری کے اعتبار سے مقدور التسلیم حکماً ہونے کی وجوہات کی بنا پر جائز ودرست ہے اور آج کے دور میں اسی پر فتوی دیا جانا چاہئے۔

۲- ٹھیکہ دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان کا ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے۔

۳- مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے جو مچھلیوں کے لئے ہی کھدوائے گئے ہوں اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلیاں پال کر اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے تا کہ وہ دوسرا شخص ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو ایسا کرنا شرعاً درست اور جائز ہے۔

۴-کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا جو مچھلیوں کی پرورش کی غرض سے تیار نہیں کرائے گئے، بلکہ مملوکہ زمین میں پائے گئے اس میں جو مچھلیاں بارش کی وجہ سے از خود آ گئی ہیں، انہیں ٹھیکہ پر کسی دوسرے کو دینا درست ہے، اور ٹھیکہ دار کو اس کی مچھلیاں فروخت کرنا بھی جائز ہے، لیکن خود اس شخص یا عوام کو جن کی ملکیت میں یہ حوض یا تالاب واقع ہے، دوسرے کے ہاتھ مچھلیاں فروخت کرنا جائز نہیں ہے (غالباً مقالہ نگار کی از خود مچھلیاں فروخت کرنے کی ممانعت سے مراد ٹھیکہ پر دینے کے بعد ہے، محقق ۱۲)۔

برساتی مچھلیاں اس کی ملک نہیں ہیں تاہم اگر اس نے تالاب یا حوض میں پانی کے

ساتھ مچھلیوں کے داخل ہونے کی جگہ پر کوئی روک لگادی ہو، جیسا کہ عام طور پر چلمن کھڑا کرنے کا رواج ہے یا مچھلیوں کو تالاب میں داخل کرنے کی کوئی تدبیر اختیار کی ہو یا مچھلیوں کے بیج خرید کر ڈال دیئے ہوں تو ان صورتوں میں وہ مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اور دوسروں کے ہاتھ ان کو فروخت کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی۔

☆☆☆

# تالاب سے بغیر نکالے مچھلیوں کی خرید وفروخت

مفتی محمد جنید عالم ندوی قاسمی ☆

## ۱- تالاب اور حوض میں موجود مچھلیوں کا مالک کون :

اس سلسلہ میں کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے کہ اگر تالاب اور حوض کسی کے ذاتی ملک ہیں اور مالک نے ان کو مچھلیوں کے پالنے ہی کیلئے تیار کر رکھا ہے اور مچھلیاں ان میں ندی، نالے وغیرہ سے آگئیں، یا مچھلیوں کے پالنے کے لئے تیار نہیں کیا، لیکن الگ سے مچھلیاں لا کر ڈال دیں یا مچھلیاں باہر سے آئیں اور اس نے کوئی ایسی تدبیر کی جس سے مچھلیاں باہر نہ نکل سکیں، مثلاً تالاب یا حوض کا منہ بند کر دیا تو ان تمام صورتوں میں وہ مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اور اگر مالک نے نہ تو ان کو مچھلیوں کے پالنے کے لئے تیار کیا ہے، نہ الگ سے مچھلیاں ڈالی ہے، اور نہ ہی مچھلیوں کے آنے کے بعد ان کا منہ بند کیا ہے اور مچھلیاں کہیں سے آگئیں تو محض تالاب یا حوض کے مالک ہونے کی وجہ سے مچھلیوں کا مالک نہیں ہوگا، بلکہ جو بھی شکار کر کے مچھلیوں پر قبضہ کر لے وہ ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی زمین میں کوئی پرندہ بچہ یا انڈا دے دے تو مالک زمین کے مالک ہونے کی وجہ سے اس بچہ یا انڈا کا مالک نہیں ہوگا، بلکہ جو بھی اس بچہ یا انڈا کو اٹھا لے وہی مالک ہوگا، اسی طرح اگر مجلس میں چھوہارا لٹایا جائے اور کسی کی گود میں آکر گر جائے تو وہ اس چھوہارے کا مالک نہیں ہوگا، یا کسی نے جال خشک کرنے کیلئے پھیلا رکھا

☆ مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

ہے اور اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا، البتہ اگر دامن چھوہارے اور جال شکار ہی کے لئے پھیلایا ہے تو اس صورت میں وہ چھوہارے اور شکار کا مالک ہو جائے گا۔ علامہ شامی نے ''فتح القدیر'' کے حوالہ سے اس کی تفصیل لکھی ہے، (دیکھئے: رد المحتار ۱۰۶/۴، تبیین الحقائق ۴۶/۴، بحر الرائق ۷۹/۶)۔

## ۲-سرکاری تالابوں اور ندیوں میں موجود مچھلیوں کا مالک کون؟

مذکورہ بالا تفصیل سے سرکاری تالابوں اور ندیوں کے اندر موجود مچھلیوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اگر چہ وہ تالاب اور ندیاں سرکاری ملک ہیں، لیکن چونکہ سرکار نہ تو ان تالابوں اور ندیوں کو مچھلیوں کی نشو ونما کے لئے تیار کر رکھا ہے، نہ الگ سے ان میں مچھلیاں ڈالتی ہے اور نہ ہی مچھلیوں کے آنے کے بعد ان کے نہ نکلنے کی کوئی تدبیر کرتی ہے، لہذا ان سرکاری تالابوں اور ندیوں میں موجود مچھلیوں کی مالک سرکار نہیں ہے، وہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں جو بھی شکار کر لے ان مچھلیوں کا مالک ہوگا، یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ان سے مچھلیوں کا شکار کیا جاتا ہے اور سرکار کی جانب سے کوئی ممانعت نہیں ہوتی ہے۔

## ۳-تالاب یا ندیوں کو ٹھیکہ پر دینا:

ایک بحث قابل ذکر یہ ہے کہ تالاب، خواہ سرکاری ہوں یا نجی، اسی طرح ندیاں ان کو اجارہ اور ٹھیکہ پر دینا درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ تالاب اور ندیوں کو اجارہ اور ٹھیکہ پر دینے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان کو اس مقصد کے لئے اجارہ پر دیا جائے تا کہ اجارہ پر لینے والا شخص ان میں موجود مچھلیوں کا شکار کر لے تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں استہلاک عین لازم آتا ہے۔ یعنی شئ (تالاب وغیرہ میں موجود مچھلیوں) کو ختم کرنے پر اجارہ ہو رہا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اجارہ منافع پر ہوتا ہے نہ کہ عین پر، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام کی یہ صراحت موجود ہے کہ چراگاہ کو مویشی چرانے اور تالاب وغیرہ کو مچھلی

کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے، البتہ علامہ ابن نجیم مصری نے اپنی کتاب "البحر الرائق" میں امام ابو یوسف کی "کتاب الخراج" سے حضرت عمر فاروق کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ تالاب وغیرہ کو مچھلیوں کے شکار کے لئے اجارہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں، گرچہ علامہ ابن نجیم نے "البحر الرائق" میں اور علامہ شامی نے "رد المحتار" میں عدم صحت اجارہ والے قول کو راجح اور قواعد فقہ حنفی کے مطابق قرار دیا ہے، لیکن جہاں عرف عام ہو تو حالات کے پیش نظر ضرورۃً حضرت عمرؓ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تالاب یا ندی وغیرہ کی زمین اجارہ پر دیدی جائے اور اس میں جو کچھ ہے اس سے انتفاع کا حق دیدیا جائے یا خشک تالاب کو مچھلی کی نشوونما کے لئے اجارہ پر دیدیا جائے یہ صورت جائز و درست ہے، اس لئے کہ یہ اجارہ اراضی کا ہے جو درست ہے۔ فقہاء کرام نے جہاں یہ جزئیات نقل کیا ہے کہ چراگاہ کو مویشی چرانے اور تالاب وغیرہ کو مچھلیوں کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے وہیں پر جواز کی ایک صورت بھی بتلائی ہے کہ زمین کسی مخصوص کام کے لئے اجارہ پر دیدی جائے اور زمین میں جو کچھ ہے اس سے انتفاع کا حق دیدیا جائے (دیکھئے: رد المحتار ۴/۱۰۶-۱۰۷، البحر الرائق ۶/۸۰، رد المحتار ۵/۳۹،۹/۱۱۰-۱۱۱)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہے کہ سرکاری تالابوں، ندیوں اور نہروں میں موجود مچھلیاں کی مالک سرکار نہیں ہے، بلکہ وہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں، لہذا اگر سرکار ان مچھلیوں کی بیع کرتی ہے تو یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ غیر مملوک شیٔ کی بیع ہے جو از روئے حدیث ممنوع اور باطل ہے البتہ چونکہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں، اس لئے بیع باطل ہونے کے باوجود خریداران مچھلیوں کا شکار کرلے تو ان کا وہ مالک ہوجائے گا۔

## سرکاری تالاب وغیرہ کو ٹھیکہ پر دینا اور ان کی مچھلیاں خریدنا:

دوسری صورت سرکاری تالاب وغیرہ کو ٹھیکہ پر دینے کی ہے، یعنی سرکار ان مچھلیوں کی

خرید وفروخت نہیں کرتی ہے، بلکہ تالاب یا ندی ونہر کا مخصوص حصہ کسی کو ٹھیکہ پر دیتی ہے، سوالنامہ سے اسی صورت کی وضاحت ہوتی ہے اور عام طور سے یہی صورت رائج بھی ہے، میرے خیال میں یہ صورت جائز ہے، اس لئے کہ یہ اراضی کا اجارہ ہے اور اراضی کا اجارہ جائز و درست ہے اگر یہ تسلیم کرلیں کہ مچھلیوں کو شکار کرنے کے لئے ندی وغیرہ اجارہ پر دیتے ہیں اور یہ عین کا اجارہ ہے نہ کہ منافع کا اور استہلاک عین پر اجارہ جائز نہیں ہے تو پھر چونکہ یہ طریقہ عام طور سے رائج ہے اس لئے ضرورۃً حضرت عمر فاروقؓ کے قول پر عمل کی گنجائش ہونی چاہئے، جیسا کہ تمہید ۵ میں تفصیل گذر چکی ہے، بہر حال، خواہ مچھلیوں کی بیع ہونے کی صورت میں بیع باطل ہو، یا ٹھیکہ کی صورت مان کر اس کو جائز قرار دیا جائے بہر دو صورت خریدار ان مچھلیوں پر قبضہ کر لینے کے بعد ان کا مالک ہو جائے گا۔

اور جب خریدار یا ٹھیکہ دار ان مچھلیوں کا مالک ہوگیا تو اس کے لئے دوسروں سے فروخت کرنا اور دوسرے مسلمانوں کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ان مچھلیوں کا خریدنا شرعاً جائز و درست ہے۔

## نجی تالاب یا حوض میں موجود مچھلیوں کی بیع:

جن صورتوں میں تالاب یا حوض کا مالک اس میں موجود مچھلیوں کا مالک ہے، یعنی تالاب یا حوض کو مچھلیوں کے پالنے کے لئے تیار کر رکھا ہے یا الگ سے یاں ڈالی ہے یا مچھلیوں کے آنے کے بعد کوئی ایسی تدبیر کی ہے جس سے مچھلیاں تالاب یا حوض سے نہ نکل سکیں تو ان تمام صورتوں میں وہ ان مچھلیوں کا مالک ہے، جیسا کہ پورے حوالہ کے ساتھ تفصیل گذر چکی ہے، اس صورت میں اگر تالاب یا حوض چھوٹا ہے بغیر شکار کئے ہوئے ان مچھلیوں کو پکڑ کر خریدار کے حوالے کر سکتے ہیں تو ان مچھلیوں کی بیع شرعاً جائز و درست ہے، اس لئے کہ مبیع بھی مملوک ہے اور مقدور التسلیم بھی۔ اور اگر تالاب یا حوض اتنا بڑا ہے کہ ان کو شکار کئے بغیر پکڑ کر خریدار کے حوالہ کرنا ممکن

نہیں ہے تو پھر مچھلیوں کا شکار کرنے سے قبل ان کی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ مبیع مملوک تو ہے، لیکن مقدور التسلیم نہیں ہے اور اس صورت میں بیع فاسد ہوتی ہے اور اگر مالک نے نہ تو تالاب اور حوض کو مچھلیوں کے پالنے کے لئے تیار کر رکھا ہے، نہ اس میں الگ سے مچھلیاں ڈالی ہے اور نہ ہی مچھلیوں کے داخل ہونے کے بعد ان کو روکنے کی تدبیر کی ہے تو اس صورت میں وہ ان مچھلیوں کا مالک نہیں ہے۔ اگر شکار کرنے سے قبل ہی فروخت کرتا ہے تو یہ بیع باطل ہے۔

## نجی تالاب اور حوض کو ٹھیکہ پر دینا:

اگر تالاب یا حوض میں موجود مچھلیوں کی بیع نہ ہو بلکہ مالک تالاب یا حوض کو مچھلی پالنے کے لئے ٹھیکہ پر دیدے یا کچھ حصہ مچھلی پالنے کے لئے ٹھیکہ پر دیدے اور بقیہ حصہ کی مچھلیوں سے انتفاع کا حق دیدے تو اس صووت میں تالاب یا حوض کو ٹھیکہ پر دینا اس کی شرطوں کے ساتھ یعنی مدت بھی متعین ہو اور اجرت بھی متعین ہو شرعاً جائز و درست ہے، اس لئے کہ اراضی کو اجارہ پر دینا درست ہے اور اگر تالاب یا حوض میں موجود مچھلیوں کے شکار کے لئے تالاب یا حوض کو ٹھیکہ پر دیا تو چونکہ اجارہ استہلاک عین پر ہورہا ہے اور یہ عام قواعد فقہ حنفی کے خلاف ہے، اس لئے عام قواعد کے مطابق یہ اجارہ صحیح نہیں ہونا چاہئے، لیکن حالات کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ کے قول جواز پر جس کو علامہ ابن نجیمؒ نے ''البحر الرائق'' میں امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' سے نقل کیا ہے، اگر عمل کر لیا جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

## ٹھیکہ دار کا دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا:

اگر تالاب یا حوض میں موجود مچھلیوں کی بیع ہے اور مچھلیوں کے مملوک، لیکن غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے تو اس صورت میں خریدار ان مچھلیوں پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے ان مچھلیوں کا مالک ہے، وہ دوسروں سے ان مچھلیوں کو فروخت کر سکتا ہے، دوسرے مسلمان

پوری واقفیت کے باوجود ان کو خرید سکتے ہیں اور اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں البتہ خریدار از خود ان مچھلیوں کو اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا، اس لئے کہ بیع فاسد میں خریدار بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لینے کے بعد مبیع کا مالک تو ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے دوسروں سے بیع جائز ہوتی ہے، لیکن خود اس کے لئے اس مبیع سے انتفاع جائز نہیں ہوتا، اس لئے کہ بیع فاسد ہونے کی وجہ سے شرعاً وہ اس بات کا مکلّف ہے کہ معاملہ بیع کو ختم کر کے گناہ کو دور کرے، اور اگر مچھلیوں کے غیر مملوک ہونے کیوجہ سے بیع باطل ہے تو گرچہ اصولاً بیع باطل میں خریدار مبیع پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اس کا مالک نہیں ہوتا ہے، لیکن چونکہ مذکورہ صورت میں مچھلیاں مباح الاصل ہیں، اس لئے خریدار ان مچھلیوں کا شکار کر لینے کے بعد ان کا مالک ہو جاتا ہے اور وہ جب مالک ہو جاتا ہے تو اس کے لئے دوسروں سے فروخت کرنا اور دوسروں کے لئے خریدنا جائز ہے، اور اگر ٹھیکہ کی صورت ہے تو ٹھیکہ درست ہونے کی وجہ سے وہ مچھلیوں کو شکار کر کے دوسروں سے فروخت کر سکتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے خرید سکتے ہیں۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی بیع

مولانا شکیل احمد سیتاپوری

سوالنامے میں ''بیع قبل القبض'' اور'' بیع سمک فی الماء'' کے عنوان سے اٹھائی گئی جتنی شقیں ہیں ان میں سے کسی بھی شق کے جواز کے بارے میں راقم سطور مطمئن نہیں ہوسکا، حدیث وفقہ اوراصول فقہ کی ورق گردانی اوراس کی روشنی میں غوروخوض کے بعد راقم سطور جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام صورتیں ممنوع ہیں اوراگر ہمارے ملک میں یہی صورتیں رائج ہیں تو ہم اس ناگفتہ بہ صورتِ حال سے دوچار ہیں کہ ''أطبق الأرض الحرام'' حرام کاروبار نے پورے ملک کواپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

''عن ابن مسعود أن النبی ﷺ قال: لا تشتروا السمک فی الماء فإنه غرر'' (رواہ احمد)۔

(مچھلی کو پانی میں رہتے ہوئے مت خریدو، اس لئے کہ وہ تذبذب اور دھوکہ ہے)

(نیل الاوطار ۵/ ۱۴۷)۔

''عن أبی سعید قال: نهی النبی ﷺ عن شراء ما فی بطون الأنعام حتی تضع، و عن بیع ما فی ضروعها إلا بکیل، وعن شراء العبد وهو آبق، وعن شراء المغانم حتی تقسم، وعن شراء الصدقات حتی تقبض، وعن ضربة القابض'' (رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی، نیل الاوطار ۵/ ۱۴۹)۔

(چوپایوں کے حمل کو جب تک وہ اسے نہ جنیں، اورتھنوں میں بھرے ہوئے دودھ

جب تک اسے دوہ کر پیمانے سے نہ ناپا جائے خریدنے سے منع فرمایا ہے، اور مالِ غنیمت جب تک تقسیم نہ ہو اور وہ غلام جو بھاگا ہوا ہو، اور وہ صدقات جن پر ابھی تک قبضہ نہیں ہوا ہو، اور شکاری کے ایک بار جال ڈالنے میں جتنی مچھلیوں کے آنے کی توقع ہو ان سب کی خریداری سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

پہلی حدیث میں تو صراحۃً مچھلیوں کی خریداری سے جبکہ وہ پانی میں ہوں منع کیا گیا ہے اور اس کی علت بھی ذکر کر دی گئی ہے کہ اس میں دھوکا ہے۔ جہل ہے، فریب ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس تالاب میں اتنے من، اتنے سیر اور اتنی چھٹانک مچھلیاں ہیں، اس لئے یہ بیع مجہول اور بیع جزاف ہے جس کی مستقلاً ممانعت وارد ہے، نیز وہ مقدور التسلیم بھی نہیں، اس لئے یہ "بیع الطیر فی الھواء" کے مشابہ ہے، علاوہ بریں ایسا کوئی تالاب فی الحال موجود نہیں ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جا سکے کہ اس میں قدرتی مچھلیاں شامل نہیں ہیں اور قدرتی مچھلیاں پکڑنے کے بعد ہی مملوک ہوتی ہیں، لہذا اس سے پہلے ان کی بیع، بیع غیر مملوک ہے، نیز جب تالاب، ندیاں اور جھیلیں ٹھیکہ پر دیجاتی ہیں تو پوری میعاد تک نہ جانے کتنی افزائش ہوتی ہے، یہ حمل اور حمل کے حمل کو فروخت کرنا ہے جو ممنوع ہے۔

دوسری حدیث میں اگرچہ پانی کی مچھلیوں کی بیع کا ذکر نہیں ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ جن بیوع کا ذکر ہے وہ مجہول اور غیر مقدور ہونے میں "بیع السمک فی الماء" سے اَہون ہیں۔ اور جب اہون ممنوع ہے تو اشد بدرجہ اولی ممنوع ہوگا۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے ان مچھلیوں کی بیع کو بھی باطل قرار دیا ہے جو ایک محدود حصہ میں محصور و محبوس ہو جائیں، چہ جائے کہ وہ مچھلیاں جو پورے تالاب میں آزاد پھر رہی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"یعنی ایک شخص نے وہ مچھلیاں فروخت کیں جو پانی کے اندر کسی احاطہ جھاڑی میں محصور ہیں، تو یہ بیع باطل ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ پانی میں

مچھلیوں کو نہ فروخت کرو، اس لئے کہ اس میں دھوکہ اور تذبذب ہے، پھر یہ بات بھی ہے کہ بیچنے والے نے اگر انہیں پکڑ کر نہیں چھوڑا ہے تو وہ ایسی چیز بیچ رہا ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے، حالانکہ ملک پہلے ہے اور تملیک بعد میں ہے، پہلے خود مالک ہے بعد میں دوسرے کو مالک بنائے، لہذا یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ فضا میں اڑنے والے پرندہ کی بیع کرنا، اور اگر اس نے مچھلیاں پکڑ کر چھوڑی ہیں، تو وہ پانی میں بھاگ گئی ہیں، لہذا ان کی بیع ایسی ہے جیسے بھاگے ہوئے غلام کی بیع'' (مبسوط سرخسی ۱۳/۱۱۱-۱۱۲)۔

اس مسئلہ میں ابن قدامہ نے قدرے تفصیل سے بحث کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اگر تالاب نجی ملکیت میں ہو اور اس کا پانی بہت تھوڑا اور صاف وشفاف ہو کہ تمام مچھلیاں دکھائی دیں اور ان کو پکڑنا آسان ہو تو ان تین شرطوں کے پائے جانے کے بعد ان مچھلیوں کی بیع پانی میں رہتے ہوئے درست ہے، اگر اس شق سے فائدہ اٹھایا جائے تو صرف ان مچھلیوں کا جواز ثابت ہوتا ہے جو بیع کے فوراً بعد شکار کر لی جائیں، لیکن اس سے اس مروجہ بیع کا جواز نہیں ثابت ہوتا جس میں مہینوں اور برسوں کے لئے مچھلیاں فروخت کی جاتی ہیں یا ٹھیکہ پر دیجاتی ہیں، اور وہ اتنے گہرے پانی میں ہوتی ہیں کہ ان کی مقدار کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر وہ پانی جاری ہوتا ہے تو ان مچھلیوں کو ایک جگہ قرار بھی نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ مروجہ بیع میں جہالت در جہالت ہے ابن قدامہ کہتے ہیں:

''جھاڑیوں میں محصور مچھلیوں کی بیع جائز نہیں ہے، یہی اکثر اہل علم کی رائے ہے، حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے اس سے منع کیا اور کہا: اس میں جہل اور تذبذب ہے، اور حسن بصری، ابراہیم نخعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام ثور نے بھی اس بیع کو ناپسند کیا ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ اس مسئلہ میں ان سے کسی نے اختلاف کیا ہو اور مقصود یہ ہے کہ ''بیع سمک فی الماء'' تین شرطوں کے ساتھ درست ہے:

اول یہ کہ وہ تالاب اور مچھلیاں نجی ملکیت میں ہوں۔

دوم یہ کہ پانی اتنا صاف وشفاف ہو کہ تمام مچھلیاں دیکھی جاسکیں۔

سوم یہ کہ ان کا پکڑنا آسان ہو۔

اگر یہ تینوں شرطیں مجتمع ہیں تو ان کی بیع درست ہے اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہے تو بیع درست نہیں ہے اور عمر بن عبدالعزیز اور ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ اگر پانی میں کسی نے بانس وغیرہ سے کچھ حصہ گھیر لیا ہے اور اس میں مچھلیاں ہیں تو ان کی بیع جائز ہے، کیونکہ وہ مچھلیاں مقدور التسلیم ہیں اور ہماری دلیل وہ اثر ہے جو ابن عمر اور ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ پانی میں مچھلیاں نہ خریدو، اس لئے کہ یہ مذبذب اور غیر یقینی چیز ہے، اور اس لئے کہ نبی ﷺ نے اس بیع سے منع فرمایا ہے جس میں غرر ہے اور اس لئے بھی کہ بائع جب تک شکار نہ کرے اس کو حوالے کرنے پر قادر نہیں ہے، لہذا یہ بیع "الطیر فی الھواء" کے مشابہ ہے" (المغنی لابن قدامہ ۴؍ ۲۲۳)۔

اور اس لئے بھی کہ وہ مجہول ہے، لہذا یہ گٹھلی کو کھجور میں رہتے ہوئے اور دودھ کو تھن میں رہتے ہوئے بیچنے کے مشابہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے اور غرر یہ ہے کہ کسی چیز کے انجام میں دونوں طرح کے امکانات ہوں، جیسے فضاء میں اڑنے والے پرندے اور پانی میں تیرنے والی مچھلی کی بیع اور روقایہ میں ہے کہ جس مچھلی کا شکار نہیں کیا گیا ہے یا شکار کیا گیا پھر وہ حوض میں ڈالدی گئی کہ بغیر حیلہ وتدبیر کے اس کو نہیں پکڑا جاسکتا تو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور اہل علم اسی رائے پر ہیں" (مسوی شرح موطا ؍ ۱۶۵)۔

## مخلص:

مچھیروں نے پانی سے نکالنے کے بعد جو مچھلیاں فروخت کی ہیں ان کی فروختگی تو اصول کے تحت ہوئی ہے، یعنی شکار کرنے کی وجہ سے وہ مالک ہوگئے اور انہوں نے اپنی مملوکہ چیز

فروخت کردی، رہی یہ بات کہ اس کے عوض میں انہیں حکومت کو پیسے دینے پڑے ہیں تو یہ حکومت کا جبر اور اس کا ذاتی عمل ہے جس میں ان کا دخل نہیں ہے، لہذا مچھیروں سے مچھلی کی خریداری اور اس کا استعمال کسی قدر راہون محسوس ہوتا ہے، لیکن ذاتی ملکیت والے تالابوں کا مسئلہ مشکل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہاں نہ حکومت کا جبر ہے، اور نہ مچھیروں کا اصطیادان کے لئے سبب ملک ہے، اور نہ یہ عوامی تالاب ہیں جن میں مچھیروں کا بھی فی الجملہ حق ہوتا ہے، لہذا انجی تالابوں میں صرف شرکت کا طریقہ سمجھ میں آتا ہے، یعنی تالاب کے مالکوں اور ان سے مچھلیاں نکال کر فروخت کرنے والوں کے لئے حرام سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ دونوں شرعی اصول کے مطابق ایک دوسرے کے شریک ہوجائیں یا ٹھیکہ دینے کے بجائے مالکان خود مچھلیاں نکلوا کر فروخت کریں۔

علامہ ابو اسحاق شاطبی نے ''الموفقات'' میں لکھا ہے کہ حلال وحرام کے درمیان ایک تیسری کڑی ''عفو'' کی بھی ہے اور عفو سے مراد یہ ہے کہ امید کی جاتی ہے کہ مؤاخذہ نہیں ہوگا، اگر بیع سمک کی مذکورہ صورتیں حلال کے بجائے عفو کی فہرست میں آجاتی ہیں تو بھی غنیمت ہے۔

☆☆☆

# بغیر شکار کئے ہوئے مچھلی کی بیع

مولانا سلطان احمد اصلاحی

ا- فقہ کی اب تک کی معروف اور مسلم رائے کے مطابق شکار سے پہلے مچھلی کی خرید وفروخت جائز نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں وہ اس چیز کو بیچتا ہے جو اس کے قبضے میں نہیں ہے، اسی طرح اگر مچھلی کسی حوض یا گڈھے میں ہو، لیکن شکار کی زحمت اٹھائے بغیر اسے پکڑا نہ جاسکتا ہو تو اس صورت میں بھی اس کی فروخت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ- اور دیگر صورت- اس کا حوالہ کیا جانا دشوار ہے (ہدایہ ۳/ ۴۴ کتب خانہ رشیدیہ دہلی)۔

اس ممانعت کی کئی وجہیں ہیں، ایک تو اس میں دھوکہ ہے جبکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے:

"أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر (رواہ الجماع إلا البخاری، نیل الأوطار ۵/ ۱۴۷، مکتبۃ الغراب، القاہرہ، سبل السلام ۳/ ۸۰۷، مکتبہ عاطف بحوالہ الأزہر (مصر) تحقیق وتعلیق: عبدالعزیز الخولی)۔

دوسرے یہ کہ وہ اس چیز کو بیچتا ہے جو اس کے قبضے میں نہیں ہے، جبکہ حضرت حکیم بن حزم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی بھی ممانعت ہے: "لا تبع ما ليس عندک" (رواہ الخمسۃ، نیل الاوطار: ۵/ ۱۵۵ بحوالہ) دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع بیع کی جو قسمیں بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

"لا يحل ...... ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ما ليس عندک" (رواہ الخمسۃ

وصححہ الترمذی وابن خزیمۃ والحاکم ،روایت :عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سبل السلام: ۳/ ۹۰۸)۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں دھوکہ کے حوالہ سے خاص پانی میں مچھلی کی خرید کی ممانعت ہے: "لا تشتروا السمک فی الماء فانہ غرر" (رواہ احمد، بحاولہ: نیل الاوطار ۵ / ۱۴۷، نیز: المغنی لابن قدامہ: ۴/ ۲۲۲، مکتبہ الکلیات الازھر، مصر)۔

اس لحاظ سے مسئلہ کی سادہ صورت کے مدنظر سوال نامہ میں مذکور گڈھے اور تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کو ممنوع ہونا چاہئے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس مسئلہ کے دوسرے پہلو اور اس کی دوسری تفصیلات بھی ہیں جس سے اس کے جواز کی گنجائش نکلتی ہے، بلکہ اس کی ترجیح کا اشارہ نکلتا ہے۔

"بدایۃ المجتہد" میں گڈھے اور تالاب کی مچھلی کی فروخت کے سلسلے میں حضرت امام اعظمؒ سے مطلق جواز کی روایت ہے: "ومن هذا الباب بيع السمك في الغدير أو البركة اختلفوا فيه أيضاً، فقال أبو حنيفة: يجوز" (بدایۃ المجتہد: ۲/ ۱۷۵، ۵۸۱، دار المعرفہ، بیروت، جگہ، سادس ۱۹۸۳ء ۱۴۰۳ھ)۔ صاحب "مغنی" ابن قدامہ حنبلی م ۶۲۰ء کی اس سلسلے کی پیش کردہ تفصیلات سے بھی اس مسئلہ میں نرمی سامنے آتی ہے، جبکہ سب سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی انہی کے یہاں ملتی ہے، اس سلسلے میں پہلی بات یہ کہ حسن، نخعی، مالک، ابوحنیفہ، شافعی، ابو یوسف، اور ابوثور جن ائمہ کی طرف سے اس کی ممانعت ہے انھوں نے اس کو صرف مکروہ کہا ہے، دوسرے یہ کہ پانی کی مچھلی کی بیع کی یہ کراھیت جواز میں تبدیل ہو جائے گی اگر اس کے ساتھ تین شرطیں جمع ہو جائیں:

۱- گڈھا یا تالاب آدمی کی ملکیت ہو۔

۲- پانی صاف شفاف ہو جس سے کہ اس کی جزوں کو دیکھنے اور پہچاننے میں دشواری نہ ہو۔

۳- مچھلی کا مردنی اور اس کا شکار کرنا ممکن ہو۔

یہ تینوں شرطیں اکٹھی ہو جائیں تو اس طرح کی مچھلی کی بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ یہ معلوم زیر ملکیت اور حوالہ کے قابل چیز ہے، تو اس کی بیع اسی طرح جائز ہوگی جیسے کہ کوئی چیز جو طشتری میں رکھی ہوئی ہو۔

"فإن اجتمعت هذه الشروط جاز بيعه؛ لأنه مملوك معلوم مقدر على تسليمه، وجاز بيعه كالموضوع في الطست" (المغنی ۴ر ۲۲۳ر بحوالہ بالا)۔

صاحب ''مغنی'' کی آگے کی تفصیل سے سوال نمبر ا کے ابتدائی حصے کے گڈھے، تالاب میں آنے والی مچھلیوں کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو گڈھا یا تالاب کسی کی انفرادی یا اجتماعی ملکیت یا اس کے زیر تصرف ہو اس میں جو مچھلی بھی اپنے آپ آجائے گی وہ اس کی ملکیت ہوگی۔

"إذا أعد بركة (گڈھا) أو مصفاة (تالاب) ليصطاد فيها السمك فحصل فيها سمك ملكه، (المغنی: ۴ر ۲۲۴) آگے ہے: ولو أعد لمياه الأمطار مصانع (جمع مصنع الأرض يحفظ فيها الماء تشبه الحوض) أوبركاً أو أدنى ليحصل فيها الماء ملكه بحصوله فيها؛ لأنها في باب الإعداد كالشباك للاصطياد'' (مغنی بحوالہ سابق)۔

ظاہر حدیث سے ہٹ کر فقہ حدیث کے حوالہ سے بعض دوسرے مسائل سے بھی مسئلہ زیر نظر کے لئے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ''بخاری و مسلم'' کی روایت سے پھل کے کارآمد ہونے سے قبل اس کی بیع ممنوع ہے:

" نهى رسول الله ﷺ عن بيع الثمار حتى يبدو صلاحها نهى البائع والمبتاع" (سبل السلام ۳ر ۸۶۰)۔

دیگر روایات کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار: ۵ر ۱۷۲، ۱۷۳ بحولہ صدر)۔

لیکن حضرات حنفیہ کے یہاں کارآمد ہونے سے قبل اس کی بیع جائز اور اسی رائے کو زیادہ صحیح کہا گیا ہے۔

''ومن باع ثمرة لم يبد صلاحها أو قد بدأ جاز البيع.....والأول أصح'' (ہدایہ ۳/ ۲۱۰ طبع مذکور)۔

حدیث کی رو سے بیع کی ممنوع صورتوں میں سے ایک ''بیع معاوضہ'' ہے، یعنی کہ پیڑ کو ایک ہی ساتھ کئی سالوں کے لئے بیچ دیا جائے۔

''وقد روى عنه ﷺ: ''أنه نهى عن بيع السنين وعن بيع المعاومة، وهى بيع الشجر أعواماً'' (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۴۹)۔

لیکن حضرت عمر بن الخطابؓ اور ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ وہ اس طرح سے پھلوں کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں۔

''إلا ما روى عن عمر بن الخطاب وابن الزبير أنه كان يجيز أن بيع الثمار سنين) (بدایہ، حوالہ مذکور)۔

اسی طرح بیع کی ناجائز صورتوں میں سے ایک تھن کے دودھ کی بیع ہے جس کی حدیث میں صاف ممانعت ہے: ''وعن شراء ما فى ضروعها'' (بدایہ: ۲/ ۱۵۸)، لیکن حضرت امام مالکؒ ایک بکری میں تو نہیں، لیکن بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے دودھ کی متعین دنوں کے لئے فروخت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

''وأجاز مالک بيع لبن الغنم أياماً معدودة إذا كان ما يحلب منها معروضاً فى العادة'' (بدایہ، حوالہ سابق)۔

اس تفصیل کی روشنی میں سرکاری ندی، نالے اور نہر میں بعض حکومت کی طرف سے کسی خاص شخص، کوآپراٹیو سوسائٹیوں یا مقامی پنچائتوں کے لئے بالمعاوضہ بندوبست کیا جاتا ہے، ان میں آنے یا پائی جانے والی مچھلیاں متعلقہ افراد اور اداروں کی ملکیت ہوں گی اور تفصیلات بالا کی روایت سے ان افراد اداروں کی ملکیت ہوں گی اور تفصیلات بالا کی رعایت سے ان افراد اور اداروں کے لئے ان کا بیچنا جائز ہوگا۔ اور یہی صورت موجودہ عرف کے مطابق ان ندی نالوں اور نہروں کی مچھلیوں کی خرید و فروخت کے جواز کا فتوی دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے، آخری

وضاحت کے ساتھ اس نمبر کے جواب کو ختم کیا جاتا ہے۔

مسئلہ زیر نظر کے جاری عرف کو رد کرتے ہوئے ممانعت کی پہلی رائے پر اصرار کا مطلب مصلحت کا ازالہ اور ضرر کی تائید ہوگا، اس لئے کہ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب ہوگا کہ پہلے تمام مچھلیاں گڈھے، تالاب سے نکلوائی جائیں، پھر ان کی فروخت کے سلسلے میں سوچا جائے، کوآپریٹو سوسائیٹوں اور پنچائیتوں کی طرف سے تو ان مچھلیوں کے نکالنے کا حشر معلوم ہے کہ گھوم پھیر کر اس کا سارا فائدہ سوسائٹی اور پنچایت کے ممبران کی جیب میں جائے گا، اول یہ کہ ان مچھلیوں کے نکالنے کے لئے قرار واقعی دلچسپی کون لے گا، مطلوبہ مہارت کے ساتھ یہ کام اس پیشے کے ماہرین کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا، اوران کا دستور ہے کہ یہ اس کام میں جان لگا کر محنت اسی صورت میں کرتے ہیں جبکہ نہر، تالاب کا کل مال ان کے زیر تصرف تسلیم کیا جائے۔ مزدوری یا مال کے کسی تناسب، نصف تہائی، چوتھائی، وغیرہ پر ان کے لئے اس میں مطلوبہ دلچسپی پیدا کرنا بہت مشکل ہے، اس سے بڑی کمزوری سوسائٹی، پنچایت کے بچولیہ ممبران کی ہے، جنہیں جہاں اس معاملے میں اس طرح دخیل ہونے کا موقع ملا ان سے بچ کر سرکار کے خزانے میں کچھ پہنچ پانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ سی۔ بی۔ آئی۔ جیسی سخت گیر تنظیم کی تیز نظر کے باوجود اس وقت ملک میں مالی خرد برد اور گھوٹالوں کا جو حال ہے اس کے پیش نظر اس خصوص میں کسی ہوش مند کے لئے کسی نہیں کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے، نتیجے کے طور پر خسارہ سرکار کا، دوسرے لفظوں میں ملکی عوام کا ہوگا۔ ضرر اور ضرار سے آخری سطح تک بچاؤ اور انتہائی درجے میں مصالح کا حصول جس شریعت مطہرہ کا امتیاز ہو، وہ بدلتے حالات میں مفاد عامہ کی ان دیکھی کر کے مسائل کی جامد صورتوں پر قناعت پذیر نہیں ہوسکتی، اور یہی صورت جو دشواری سوسائٹی اور پنچایت کے لئے ہے گڈھے، تالاب سے باہر نکال کر ہی مچھلی فروخت کرنے میں ہوسکتی ہے، افراد کا معاملہ اس خصوص میں اس سے بہت مختلف نہیں ہے، جبکہ ان میں ایک تعداد ان افراد کی بھی ہوسکتی ہے جو اپنی دوسری شدید مصروفیات کے ساتھ آمدنی کے اضافہ کی ایک ضمنی صورت کے طور پر اسے اختیار

کرتے ہیں، ان کے لئے بھی سہولت اسی میں ہے کہ وہ گڈھے، تالاب کو یکمشت فروخت کردیں اور اس کی رقم سے اپنے دین دنیا کی بہتری کا سامان کریں، اوپر کی پھنسان کے ساتھ ان کے لئے اس کاروبار میں پڑنا بہت مشکل ہے اور اس کے دروازے کو ان کے لئے بالکل بند کردینا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہوسکتا ہے۔

آخری بات ان نہروں، تالابوں کی خریداری کرنے والے پیشہ ور ماہرین کے امکانی نقصان کی کہی جاسکتی ہے، لیکن جو لوگ خرید وفروخت کے اس طرح کے کاروبار میں اپنے کو لگاتے ہیں، وہ اس طرح کے امکانی خساروں کے سہنے کے عادی ہوتے ہیں، اور ایک جگہ کی کمی کی تلافی دوسری جگہ سے ان کے لئے ہوتی رہتی ہے، اس موقف کو تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ پھل پر آفت آجانے کی صورت میں خریدار سے کچھ نہ لینے کی حدیث میں جو تاکید آئی ہے: "لو بعت من أخیک ثمراً فأصابته جائحة، فلا یحل لک أن تأخذ منه شیئاً، بم تأخذ مال أخیک بغیر حق" (روایت مسلم بحوالہ: سبل السلام ۳ر ۸۶۳)، اس میں اس ممانعت کو استحباب پر محمول کیا گیا ہے (سبل السلام ۳ر ۸۶۴ طبع مذکور)۔

۲- مسئلہ کی اس تنقیح کے بعد مسلمان کے لئے اس طرح کی مچھلی بیچنا اور خریدنا دونوں جائز ہوگا۔

۳- تنقیح بالا کی روشنی میں ذاتی ملکیت کے حوض یا تالاب سے مچھلی نکالے بغیر اس کا بیچنا متعلق شخص کے لئے جائز متعین مدت کے لئے جس شخص یا اشخاص کے ہاتھ وہ اسے فروخت کرے گا اسے یا انھیں ہی اس سے مچھلیاں نکالنے کا اختیار ہوگا۔

۴- نجی یا عوامی ملکیت کے حوض تالاب میں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے جو مچھلیاں اس میں آجائیں گی وہ متعلق فرد یا عوام کی ملکیت ہوگی، اور ان کے لئے اس معین تالاب کا فروخت کرنا یا ٹھیکے پر دینا جائز ہوگا، متعین مدت کے اندر خریدنے یا ٹھیکے پر لینے والے ہی کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوگا۔

# نہر اور تالاب کی مچھلیوں کو فروخت کرنا

مفتی شبیر احمد قاسمی ☆

نہریں اکثر سرکاری ہوتی ہیں اور تالاب کبھی سرکاری ہوتا ہے اور کبھی علاقہ کی پنچایت کے ماتحت ہوتا ہے اور کبھی شخصی ہوتا ہے سب کا حکم ایک ساتھ سات شکلوں میں پیش کیا جارہا ہے، نہر و تالاب کی مچھلیاں صاحب تالاب کی ملکیت میں داخل ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ان کو پکڑنے سے قبل فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں غور کر کے دیکھا جائے تو اس کی سات شکلیں سامنے آتی ہیں۔

شکل (۱) تالاب کو مچھلیوں کے لئے تیار نہیں کیا گیا اور نہ ہی مچھلیوں کے بارے میں اس میں کوئی خاص اہتمام کیا گیا ہے، بلکہ سیلاب وغیرہ کے ذریعہ سے مچھلیاں خود بخود اس میں داخل ہوگئی ہیں اور نکلنے کا راستہ بھی اس میں موجود ہے کہ راستہ بند نہیں کیا گیا ہے تو ایسی آزاد مچھلیاں صاحب تالاب کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی ہیں، کسی کے لئے بھی ان مچھلیوں کو پکڑ کر لے جانے کا حق ہے، پکڑنے سے پہلے ان کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"**وإن لم يكن أعد ها لذلك لا يملك ما يدخل فيها، فلا يجوز بيعه لعدم الملك**" (فتح القدیر ۶/ ۴۱۰)۔

(اور اگر تالاب کو مچھلی کے لئے تیار نہیں کیا گیا تھا تو اس میں جو مچھلیاں خود بخود داخل

---

☆ دار الافتاء شاہی مرادآباد۔

ہو جائیں گی ان کا صاحب تالاب مالک نہیں ہوتا ہے، لہٰذا ان کو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا بھی صاحب تالاب کے لئے جائز نہیں )۔

شکل (۲) تالاب کو صاجب تالاب نے مچھلیوں کے لئے تیار نہیں کیا ہے اور نہ ہی مچھلیوں کے واسطے کوئی خاص اہتمام کیا ہے، بلکہ مچھلیاں خود بخود داخل ہوگئی ہیں لیکن صاحب تالاب نے مچھلیاں داخل ہو جانے کے بعد نکلنے کا راستہ بند کر دیا ہے تو ایسی صورت میں صاحب تالاب ان مچھلیوں کا مالک ہو جاتا ہے، اسی طرح نہر وندی کے خاص کنارہ یا خاص حصہ میں اسی طریقہ سے بند لگا دیا ہے کہ اس حصہ کے اندر جو مچھلیاں موجود ہوتی ہیں وہ باہر نہیں نکل سکتی ہیں تو ایسی صورت میں نہر اور ندی کے اس حصہ کی مچھلیاں بند لگانے والے کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہیں، مگر بغیر حیلہ اور کوشش کے ان کا پکڑنا ممکن نہیں ہے، اس لئے ایسی مچھلیاں غیر مقدور التسلیم اور مجہول ہوتی اس لئے پکڑنے سے پہلے ان مچھلیوں کو مالک کے لئے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، مگر مالک کی اجازت کے بغیر دوسروں کے لئے بھی ان مچھلیوں کو پکڑنا جائز نہیں ہے (مستفاد امداد الفتاوی ۳/ ۴۸)۔ اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''اور اگر تالاب کو مچھلی کے لئے تیار نہیں کیا تھا تو جو مچھلی اس میں داخل ہو جائے گی وہ اس کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی، لہٰذا عدم ملک کی وجہ سے پکڑنے سے پہلے اس کی فروختگی بھی جائز نہ ہوگی، لیکن اگر مچھلیاں داخل ہونے کے بعد نکلنے کا راستہ بند کر دیا ہے تو ایسی صوت میں داخل شدہ مچھلیاں اس کی ملکیت میں شمار ہوں گی'' (فتح القدیر ۶/ ۴۱۰)۔

شکل (۳) آزاد مچھلیاں تالاب میں خود بخود داخل ہوگئیں اور صاحب تالاب نے تالاب کو مچھلیوں کے لئے مہیا نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس میں مچھلیوں کا کوئی انتظام کیا ہے، بلکہ باہر سے مچھلیاں خود بخود آکر داخل ہوگئی ہیں اور کسی دوسرے آدمی نے آکر بند لگا دیا ہے تو ان مچھلیوں کا مالک وہی بند لگانے والا ہوگا صاحب تالاب نہیں ہوگا (مستفاد امداد الفتاوی ۳/ ۴۸)۔

اسی طرح نہر کے کنارے کو مچھلیوں کے لئے بند لگا رکھا ہے اور اس میں مچھلیاں جمع

ہوگئیں ہیں اور نکلنے کا راستہ بند کر دیا ہے یا نہر کے کسی خاص حصہ کو بند لگا کر گھیر دیا ہے اور اس میں مچھلیاں آکر جمع ہوگئی ہیں اور نکلنے کا راستہ بند کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں جس شخص نے اس میں بند لگایا ہے وہ مچھلیاں اس کی ملکیت میں شمار ہوں گی، دوسرے آدمی کے لئے اس کی اجازت کے بغیر ان مچھلیوں کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔

اور اسی طرح ساحلی علاقہ میں رہنے والے لوگ سمندر کے کنارے کسی خاص حصہ پر بند لگا دیتے ہیں اور سمندر کا پانی چوبیس گھنٹہ میں دو مرتبہ اوپر کو آتا ہے اور دو مرتبہ نیچے کو جاتا ہے اور بعد میں پانی جب کم ہو جاتا ہے تو مچھلیاں بند حصہ کے اندر محفوظ ہو جاتی ہیں اور پانی نیچے کو اتر جاتا ہے اور بند حصہ سے پانی نکل جانے کے لئے ایک راستہ رکھا جاتا ہے اور اس راستہ میں ایسا انتظام کیا جاتا ہے کہ پانی تو نکل جائے مگر مچھلیاں نہیں نکل سکتی تو ایسی صورت میں یہ تمام مچھلیاں شرعی طور پر اسی کی ملکیت میں ہوتی ہیں جس نے بند لگا رکھا ہے دوسروں کو یہ مچھلیاں پکڑنے کا حق نہیں ہے (حوالہ سابق) اور ایسی صورت میں اگر اس بند میں سے آسانی کے ساتھ مچھلیاں ہاتھ سے پکڑی جاسکتی ہیں تو ان کو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے اور اگر جال وغیرہ یا کسی آلہ کے بغیر پکڑی نہیں جاسکتی ہیں تو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

شکل (۴) صاحب تالاب نے تالاب کو مچھلی کے لئے تیار کر رکھا ہے تو ایسی صورت میں آزاد مچھلیاں جو اس تالاب میں داخل ہو جاتی ہیں یا قدرتی طور پر اس میں مچھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو ان مچھلیوں کا مالک صاحب تالاب ہی ہوگا، دوسروں کے لئے صاحب تالاب کی اجازت کے بغیر ان مچھلیوں کو پکڑنا جائز نہیں ہے، مگر بلا کسی مشقت وحیلہ کے ان کو ہاتھ سے پکڑا نہیں جاسکتا، اس لئے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"فإن كان أعد ها لذلك فما دخلها ملكه، وليس لأحد أن يأخذه" (فتح القدیر ۶/۴۰۹)، لو أن رجلا اتخذها حظيرة في أرضه فدخل واجتمع فيه

السمک فقد ملک السمک ولیس لأحد أن یأخذه" (بنایہ شرح ہدایہ ۳/ ۸۳، البحر الرائق ۶/ ۷۳)۔

(اگر تالاب کو مچھلی ہی کے لئے تیار کیا گیا ہے یا نہر کے کنارے کو مچھلی کے لئے بند لگا رکھا ہے تو جو مچھلیاں اس میں داخل ہو جائیں گی وہ اس کی ملکیت میں شامل ہو جائیں گی، دوسروں کے لئے ان مچھلیوں کو پکڑنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی اپنی زمین میں کوئی تالاب بنائے یا نہر کے کنارے کو گھیر دے، پھر اس میں مچھلیاں جمع ہو جائیں تو وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہو جاتا ہے دوسروں کے لئے ان کو پکڑنا جائز نہیں)۔

شکل (۵) تالاب کو مچھلیوں کے لئے تیار نہیں کیا تھا لیکن بعد میں مچھلیاں کہیں سے پکڑ کر اس میں لا کر ڈال دیا ہے تو ایسی صورت میں یہ مچھلیاں اس کی ملکیت ہوں گی مگر تالاب کافی بڑا ہونے کی وجہ سے آسانی سے ان مچھلیوں کو پکڑنا ممکن نہیں ہے تو ایسی صورت میں ان مچھلیوں کو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، لیکن چونکہ اس کی ملکیت ہے، اس لئے دوسروں کو پکڑنے سے منع کر سکتا ہے۔

شکل (۶) تالاب کو مچھلی ہی کے لئے تیار کر رکھا تھا اور صاحب تالاب نے مچھلیوں کو کہیں سے لا کر ڈال دیا ہے تو ایسی صورت میں وہ مچھلیاں بہر حال صاحب تالاب کی مملوک ہیں، دوسروں کے لئے ان مچھلیوں کو پکڑنا جائز نہیں، لیکن تالاب بہت بڑا ہونے کی وجہ سے مچھلیاں آسانی کے ساتھ پکڑی نہیں جا سکتی ہیں، لہذا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا (مستفاد امداد الفتاوی ۳/ ۴۹) اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"اور اگر تالاب کو مچھلیوں کے لئے تیار نہیں کیا گیا تھا، لیکن مچھلیوں کو پکڑ کر تالاب میں ڈالدیا گیا ہے تو صاحب تالاب مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، لیکن بلا کسی حیلہ اور مشقت کے وہ پکڑی نہیں جا سکتی ہیں، اس لئے بیچنا جائز نہیں اگر چہ وہ اپنی ملکیت کی مچھلی کیوں نہ ہو، اس لئے

کہ یہ مقدور التسلیم نہیں ہے، اگر مچھلیوں کو شکار کر کے تالاب میں ڈالدیا ہے اور تالاب بڑا ہے تو ان کو پکڑنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ غیر مقدور التسلیم ہے'' (فتح القدیر ۶/ ۴۱۰)۔

شکل (۷) تالاب چھوٹا ہے اور اس کو مچھلیوں کے لئے تیار کیا گیا ہو، یا مچھلیوں کے لئے تیار نہ کیا گیا ہو، مگر صاحب تالاب نے مچھلیوں کو کہیں سے پکڑ کر لا کر اس میں ڈال دیا ہے اور تالاب چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس میں مچھلیوں کو پکڑنے میں کسی قسم کی مشقت اور پریشانی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، تو ایسے تالاب کی مچھلیوں کو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنا جائز ہے (مستفاد امداد الفتاوی ۳/ ۴۹)، اس کو حضرات فقہاء نے اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

''وإن كانت صغيرة جاز، لأنه باع مقدور التسليم، فإن كان يؤخذ بلا حيلة جاز بيعه، لأنه مملوك مقدور التسليم'' (فتح القدیر ۶/ ۴۱۰، عنایہ علی ہامشہ ۶/ ۴۰۹)۔

(اگر تالاب حوض کی طرح بہت چھوٹا ہے تو اس کی مچھلی کو بیچنا اس لئے جائز ہے کہ وہ مقدور التسلیم ہے اور اگر بغیر کسی حیلہ اور مشقت کے پکڑی جاسکتی ہے تو ان کو بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ ایسی مچھلیاں ہیں جو صاحب تالاب کی مملوک اور مقدور التسلیم ہیں)۔

## تالاب کو ٹھیکہ پر دینے کی مشہور و معروف شکل:

آج کل کے زمانہ میں تالاب کو ٹھیکہ پر دینے کا سب سے معروف اور مشہور طریقہ جو لوگوں میں زیادہ تر رائج ہے وہ یہی ہے کہ تالاب میں پہلے سے مچھلیاں پرورش کی ہوئی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ خالی تالاب یا جھیل کو خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے اور باہر سے مچھلیوں کو جال وغیرہ سے پکڑ کر حاصل کیا کرتا ہے تو اب یہاں مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اس طرح خالی تالاب یا خالی جھیل کو مچھلیوں کی پرورش کرنے کے لئے ٹھیکہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرات فقہاء تعامل ناس اور عموم بلویٰ کی وجہ سے اس طرح تالابوں اور جھیلوں کو مع ان کے حاشیہ اور کناروں کے ٹھیکہ

پر دینے اور لینے کو جائز قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: تقریرات رافعی ۵ / ۱۴۰، ہندیہ ۴ / ۴۴۱)۔

نیز صاحب بحر نے حضرت امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایسے بڑے تالاب اور جھیل کے بارے میں خط لکھا گیا کہ جس میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تو ان کو اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں، تو حضرت عمرؓ نے اس کی اجازت لکھی ہے نیز امام ابوحنیفہؒ امام حمادؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے اس مسئلہ سے متعلق تبادلۂ خیال فرمایا تو انہوں نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے پاس جھیل اور تالاب کی مچھلیوں کی بیع سے متعلق سوال لکھ کر بھیجا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ ایسا معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن صاحب بحر نے اخیر میں ''ایضاح'' کے حوالہ سے عدم جواز نقل فرمایا ہے اور علامہ شامیؒ نے اس کے ذیل میں منحۃ الخالق میں ایضاح کے قول کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے، لیکن چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ اس قسم کے معاملات میں مبتلاء ہیں اس لئے ایضاح کے قول ارجح کو ترک کر کے عموم بلویٰ کے پیش نظر حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خط کو بنیاد بنا کر تالاب کو ٹھیکہ پر دینے کے مروج طریقہ کو جائز قرار دینا مناسب ہوگا۔

نیز صاحب ''درمختار'' اور ''ہدایہ'' کی عبارت بھی اس کے لئے مؤید ہے، لہٰذا عدم جواز کا قول کرنا مناسب نہ ہوگا صاحب بحر کی طویل عبارت میں سے اقتباس کر کے مختصر عبارت یہاں نقل کرتے ہیں:

'' عن أبی الزناد قال کتبت إلیٰ عمر بن الخطاب فی بحیرة یجتمع فیه السمک بأرض العراق أن یواجرها فکتب أن افعلوا (إلی قوله) فکتب إلی عمر بن عبد العزیز یسئله عن بیع صید الآجام، فکتب إلیه عمر أنه لا بأس به (إلیٰ قوله) لکن بعد مدته رأیت فی الإیضاح عدم جواز إجارته (وقول الشامی) وما فی الإیضاح بالقراعد الفقهیة ألیق''

(ابو الزناد فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطابؓ کے پاس ایسے بڑے جھیل کے

بارے میں خط لکھ کر معلوم کیا کہ جن میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں جو جھیل عراق کی سرزمین میں ہے، ان کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ صاحب بحر فرماتے ہیں: تو حضرت عمرؓ نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ اجارہ کا معاملہ کر سکتے ہو، پس عمر بن عبدالعزیز کے پاس خط لکھا گیا جس میں جھیل وتالاب کے شکار کی بیع سے متعلق سوال کیا گیا تھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ ان کے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے، صاحب ''بحر'' فرماتے ہیں: لیکن ایک مدت کے بعد ''ایضاح'' کے اندر اس کے اجارہ کے عدم جواز کی بات دیکھی گئی ہے اور علامہ شامیؒ ''منحۃ الخالق'' میں فرماتے ہیں کہ ایضاح کی عبارت زیادہ مناسب ہے)۔

## سرکاری نہروں کو ٹھیکہ پر لینا:

سرکاری نہروں کے مخصوص حصہ کو ٹھیکہ پر لینا اور اس مخصوص حصہ سے ٹھیکہ دار کا مچھلیاں مارنا اور کسی کو اس سے مچھلیاں مارنے نہ دینا شرعی طور پر کیا حکم رکھتا ہے؟

تو فقہی جزئیات کی روایات کا استقصاء کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس طریقہ سے مچھلی ہی کے لئے نہروں کو ٹھیکہ پر لینا شرعی طور پر جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں غیر مملوک اشیاء کو فروخت کرنا لازم آتا ہے، کیونکہ جو مچھلیاں نہروں میں ہوتی ہیں وہ آزاد مچھلیاں ہوتی ہیں کہیں سے آتی ہیں اور کہیں چلی جاتی ہیں کسی کی مملوک نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں غیر مملوک اشیاء کی فروختگی لازم آتی ہے جو کہ شرعاً باطل ہے، ایسی بیع منعقد ہی نہیں ہوتی ہے اور ایسی صورت میں ہر شخص کو اس میں سے مچھلیاں مار کر حاصل کرنے کا اختیار ہوگا، شرعی طور پر ٹھیکہ داروں کو روکنے کا حق نہ ہوگا، اس کو صاحب ''فتح القدیر'' نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے۔

''ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد، لأنه باع ما لا یملکه و تحته في الفتح بیع السمک فی البحر أو النهر لا یجوز'' (فتح القدیر مع الهدایہ ۶/۴۰۹)۔

(اور شکار کرنے سے پہلے مچھلیوں کو فروخت کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں ایسی

چیزوں کا فروخت کرنا لازم آتا ہے جن کا وہ خود مالک نہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ دریا میں یا نہر میں مچھلیوں کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے)۔

اور امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

**"ولا یجوز إجارة الآجام والأنهار لصید السمک ولا لغیره؛ لأن المقصود استحقاق العین، ولأن السمک صید مباح فکل من أخذه فهو أحق به"** (مبسوط سرخسی ۶/ ۲۳)۔

(اور بڑی بڑی جھیل اور نہروں کو مچھلی یا دوسری چیز کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں مقصود عین کو حاصل کرنا ہوتا ہے (اور اجارہ منافع پر ہوتا ہے نہ کہ عین پر) اور اس لئے کہ مچھلی ایسی شکار ہے جو ہر شخص کے لئے مباح ہے، لہذا جو بھی پکڑے گا وہی اس کا حق دار ہوگا)۔

## جواز کی متبادل شکل:

نہروں کو ٹھیکہ پر لینے کے لئے متبادل شکل یہ ہے کہ سرکار سے یہ طے کرلیا جائے کہ نہر اور اس نہر سے متعلق اس کے کنارے کو بھی کرایہ پر خاص مدت کے لئے لیا جائے اور ٹھیکہ دار کو یہ حق بھی حاصل ہو جائے کہ نہر کے کناروں سے وہ کسی قسم کی پیداوار یا خودرو گھاس یا پیڑ وغیرہ سے فائدہ اٹھا سکے تو اسی ضمن میں نہر کے اس مخصوص حصہ کو وہ اپنی تحویل میں لے سکتا ہے اور وہاں لوگوں کو آنے جانے سے منع کرسکتا ہے، اور اسی کے ذیل میں نہر کے اس حصہ سے جو مچھلیاں وہ حاصل کرلے گا وہ اس کی ملکیت ہو جائیں گی، اب اس کے لئے اس کو بیچنا خود کھانا اور خریدنے والوں کے لئے مچھلیاں خریدنا سب کچھ جائز ہو جائے گا، اس کو حضرات فقہاء نے لوگوں کے درمیان تعامل اور عموم بلویٰ کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے اور علامہ حصکفیؒ نے "الدر المختار" کے اندر اس کو مفتی بہ قرار دیا ہے، علامہ حصکفیؒ کی عبارت حسب ذیل ہے:

"وجاز إجارة القناة النهر مع الماء به يفتى لعموم البلوىٰ" (الدر المختار کراچی ۶ / ۶۳)۔

(نالے اور نہروں کو پانی کے ساتھ اجارہ پر دینا جائز اور درست ہے اور عموم بلویٰ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے)۔

''ہندیہ'' میں اس مسئلہ کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

''نہروں نالیوں اور کنوؤں کے پانی کو اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اور نہر اور نالیوں کو اگر پانی کے ساتھ اجارہ پر لیا جائے تو بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس کے اندر اصلاً عین کا استہلاک لازم آتا ہے اور اجارہ کا انعقاد عین پر نہیں ہوتا ہے، بلکہ منافع پر ہوتا ہے، لیکن عموم بلویٰ کی وجہ سے فتویٰ جواز پر ہے'' (ہندیہ ۴/ ۴۴۱)۔

فقہاء کی مذکورہ تشریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نہروں کے اندر جو مچھلیاں ہوتی ہیں ان کو ٹھیکہ پر لینا شرعی طور پر جائز نہیں ہے، لیکن اگر نہر کے کناروں کو عقد میں شامل کرکے نہر کے مخصوص حصہ کے پانی کو ٹھیکہ پر لے لیا جائے تو عموم بلویٰ اور تعامل ناس کی وجہ سے عقد اجارہ جائز ہو جاتا ہے اور اس کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ نہر کے اس حصہ پر آنے سے دوسروں کو روک دے اور خود نہر کے اس حصہ سے مچھلیاں مار مار کر اپنے استعمال میں لائے یا فروخت کرے۔

## بیع فاسد میں مشتری ثانی کا تصرف:

تالاب، جھیل اور نہروں کو ٹھیکہ پر لینے یا ان کی مچھلیوں کو پکڑنے سے پہلے فروخت کرنے کی جو صورتیں ماقبل میں تفصیل سے آچکی ہیں ان میں سے جن صورتوں میں مقدور التسلیم نہ ہونے کی وجہ سے عقد فاسد ہو جاتا ہے اور رفع فساد کے لئے جو حیلے اور طریقے بتلائے گئے ہیں ان میں سے کوئی حیلہ بھی اختیار نہ کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں عقد اپنی جگہ فاسد ہی رہے گا،

لیکن عقد فاسد کی وجہ سے مبیع مشتری کی ملکیت سے باہر نہیں ہوتی ہے، بلکہ ملکیت میں آجاتی ہے مگر اس کے لئے صحت کی شرائط کو اختیار کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہو ہے تاہم اگر مشتری اول نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے یا ہبہ کر دیا ہے یا صدقہ کر دیا ہے تو ان تمام صورتوں میں مشتری ثانی اور موہوب لہ اور مقصدق علیہ کے لئے اشیاء مذکورہ جائز اور حلال ہو جاتی ہیں اس کے حق میں کسی قسم کی خرابی باقی نہیں رہتی ہے، لہذا تالاب اور جھیل وغیرہ کے مذکورہ مسائل میں اگر معاملہ فاسد اختیار کیا گیا ہے اس کے بعد ٹھیکیدار اور یا مشتری اول سے دوسرے لوگ مچھلیاں خرید لیں یا وہ مچھلیاں بزار اور مارکیٹ میں آجائیں تو وہاں سے جو شخص بھی خرید دے گا تو اس کے لئے خریدنا اور اس کو اپنے استعمال میں لانا سب کچھ بلاتردد جائز اور حلال ہے اس کے حق میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہے گا (تفصیل کے لئے دیکھئے: درمختار ۵/۹۸، عنایہ مصری نسخہ ۵/ ۲۳۲، البحر الرائق ۶/ ۹۵، بدائع الصنائع ۵/ ۳۰۱)۔

☆☆☆

# بیع کے چند مسائل

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے بیع کے مجہول ہونے یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

" ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد؛ لأنه باع ما لا یملکه ولا فی خطیرة إذا کان لا یؤخذ إلا بصید، لأنه غیر مقدور التسلیم، ومعناه إذا أخذ ثم ألقاه فیها، ولو کان یؤخذ من غیر حیلة جاز إلا إذا اجتمعت فیها بأنفسها، ولم یسد علیها المدخل لعدم الملک" (ہدایہ ۳/ ۴۴، نیز درمختار ۴/ ۱۱۹)۔

ان مذکور الصدر عبارت سے یہ واضح ہوا کہ ندیوں اور تالابوں میں مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر شکار کئے ہوئے اور بدون نکالے ہوئے ناجائز ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ فتح القدیر (۶/ ۴۹) میں لکھتے ہیں:

"فإن کانت له خطیرة فدخلها السمک فإما أن یکون أعدّ ها لذلک أولا، فإن کان أعدّها لذلک فما دخلها ملکه، ولیس لأحد أن یأخذہ ثم إن کان یؤخذ بغیر حیلة اصطیاد جاز بیعه، لانّه مملوک مقدور التسلیم، وإن لم یکن یؤخذ إلا بحیلة لا یجوز بیعه لعدم القدرة علی التسلیم عقیب البیع ...

---

☆ خادم الحدیث النبوی فی الجامعۃ العربیۃ مفتاح العلوم، مئو۔

الخ" (۶/ ۹۷، الدرو الرد ۴/ ۱۱۹)۔

علامہ ابن ہمامؒ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ سرکاری تالاب یا ندی نالوں یا اپنی ملکیت کے حوض وگڈھے میں مچھلیاں ہیں بغیر ان کو نکالے ہوئے ان کی بیع وشراء جائز ہونے کے لئے مملوک ومقدور التسلیم ہونا ایک ساتھ شرط ہے، اگر مملوک ومقدور التسلیم ہیں تو پانی میں ان کی بیع وشراء جائز ہے، جیسے اپنی ملکیت کا حوض وگڈھا جو مچھلی کے لئے بنایا گیا ہے کہ جس سے بغیر شکار کے حیلہ کے مچھلی پکڑی جاسکتی ہے، اور اگر ملکیت کا ہی حوض وگڈھا ہے، لیکن بغیر حیلہ کے مچھلی پکڑی نہیں جاسکتی تو گوکہ مملوک ہے، لیکن مقدور التسلیم نہیں ہے، اس لئے اس کی بیع وشراء ناجائز ہے۔

اسی طرح سرکاری تالاب یا ندی نالے مملوک سرکاری ہیں، لیکن مچھلیاں چونکہ بغیر حیلہ شکار پکڑی نہیں جاسکتیں، اس لئے وہ مقدور التسلیم نہیں ہیں، لہذا بغیر ان کو نکالے ہوئے پانی میں ان کی بیع وشراء ناجائز ہے، اور اگر مقدور التسلیم ہیں، لیکن مملوک نہیں تب بھی پانی میں بیع وشراء ناجائز ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے (۶/ ۹۷) میں "مسند احمد" کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانی میں مچھلی کی بیع وشراء نہ کرو کیونکہ وہ دھوکا ہے"۔

لہذا صورت مسئولہ میں سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے اصول شرع کے اعتبار سے ناجائز ہے، لیکن چونکہ ہمارے ملک میں یہ بیع وشراء عام ہے اور ابتلاء بھی عام ہے، اور یہ عرف اھل ھنود کا ہے جو احکام شریعت میں حجت نہیں، لہذا عدم جواز ہی کا فتوی دیا جائے، چنانچہ ہمارے اکابر علماء ھند رحمھم اللہ کے سامنے یہ سوال آیا تو ناجائز کا فتوی دیا، چنانچہ مولانا عبدالحئیؒ فرماتے ہیں: "شکار کرنے سے پہلے تالاب کے اندر مچھلی کا فروخت کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کسی نے شکار کرنے سے پہلے ہی ان کو کسی سامان کے عوض فروخت کردیا تو بیع فاسد ہے، اور اگر دراہم ودنانیر کے بدلے فروخت کیا تو بیع باطل ہے، اور اگر مچھلی شکار کر کے ایسی جگہ چھوڑ دیا کہ وہاں سے حیلہ وتدبیر سے پکڑنا ممکن نہیں

تو بھی بیع فاسد ہوگی، اور اگر حیلہ سے پکڑنا ممکن ہو تو صحیح ہو جائیگی، اور بیع باطل میں خریدار کے قبضہ کر لینے کے باوجود ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور بیع فاسد کو ختم کرنا واجب ہے'' (مجموعہ فتاوی ص ر ۲۷۵)۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: ''جن صورتوں میں داخل ملک ہی نہیں ہوئے اس میں بدون پکڑے ہوئے بیع کرنا مطلقاً جائز نہیں، اور جن صورتوں میں داخل ملک ہوگئی اس میں دیکھنا چاہئے کہ اگر پکڑنے کے لئے کچھ حیلہ وتدبیر کی ضرورت ہے تب بھی بیع جائز نہیں، ''لأنه غير مقدور التسليم'' اور اگر بلا کسی تدبیر کے پکڑنا آسان ہو تو بیع جائز ہے، مثلاً کسی چھوٹے گڈھے یا برتن میں ہو کہ ہاتھ ڈال کر پکڑلیں (امداد الفتاوی ۳ر ۴۹)۔

خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں مچھلیوں کی بیع وشراء بدون نکالے اور شکار کئے ہوئے ناجائز ہے اور موجودہ عرف چونکہ نص کے خلاف ہے، اس لئے حجت نہیں بن سکتا۔

۲- ٹھیکیدار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے، چنانچہ حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں: ''جہاں تک ٹھیکہ دار کی بیع وشراء کا سوال ہے تو فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ دریائی مچھلیوں کا یہ ٹھیکہ، یعنی بیع وشراء ہے اور اس کی حقیقت شرعیہ یہ ہوتی ہے کہ بوقت ٹھیکہ بھی دریا میں مچھلیاں موجود ہوتی ہیں اور پکڑی بھی جاتی ہیں اگر چہ ان کی مقدار معلوم ومتعین نہیں ہوتی، اس لئے اس معاملہ بیع کو معدوم کی بیع کہہ کر باطل نہیں کہہ سکتے، بلکہ ''بیع غیر مقبوض'' یا ''بیع موجود غیر معلوم المقدار'' کہہ سکتے ہیں اور ایسی بیع فاسد ہوتی ہے اور اس کا اقالہ (ختم کرنا) واجب ہوتا ہے، اگر اقالہ نہ کرے بلکہ بیع صحیح کردے تو بیع صحیح ہو جاتی ہے اور اس کا مالک بملک صحیح ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

**''فإن باعه المشترى نفذ بيعه؛ لأنه ملكه فملك التصرف فيه وسقط**

عن الاسترداد لتعلق حق العبد بالثاني و نقض الأول لحق الشرع ، وحق العبد لعدم الحاجة، ولأن الأول مشروع بأصله دون وصفه، والثاني مشروع بأصله وصفه، فلا يعارضه مجردا لوصف، ولأنه مصل بتسليط من جهة البائع" (ہدایہ مع فتح ۹۸/۶، فتاویٰ نظامیہ ۲۱۱/۱)۔

حضرت مفتی نظام الدینؒ آگے فرماتے ہیں: "اس لئے اگر مسلمان بھی اس طرح ٹھیکہ لے کر اور خود مچھلیاں پکڑ کر یا اپنے مزدوروں سے پکڑوا کر فروخت کردے تو اس کی یہ بیع بلاشبہ صحیح و نافذ ہو جاتی ہے، لیکن مسلمان ترک اقالہ نہ کرنے سے مبتلائے معصیت ہوگا، اس لئے مسلمان کے لئے اعلیٰ بات یہ ہوگی کہ چونکہ غیر مسلم ان جزئیات کا مخاطب نہیں ہوتا ہے، اس لئے کسی غیر مسلم سے کہے کہ تم اپنے نام سے خرید و پھر میں تم سے خریدوں گا پھر جب وہ غیر مسلم خریدے تو اس سے یہ مسلمان خرید کر ان مچھلیوں کو خود پکڑ کر یا اپنے مزدور سے پکڑوا کر فروخت کرے تو بلاشبہ یہ بیع شراء ہر طرح درست وصحیح رہے گی" (فتاویٰ نظامیہ ۲۱۱/۱)۔

خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں اس فتویٰ کی روشنی میں ٹھیکہ دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان کا ایسی مچھلی کو خریدنا دونوں جائز ہے۔

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص مچھلی پکڑ کر حوض یا تالاب میں چھوڑ دے تو وہ اس مچھلی کا مالک ہے تو اگر وہ مچھلیاں بغیر حیلۂ شکار کے پکڑی جاتی ہیں تو شکار سے پہلے کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ مچھلیاں مملوک ومقدور التسلیم ہیں اور دوسرا شخص ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کردے تو شرعاً یہ صورت معاملہ جائز ہے، اور تالاب یا حوض کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ شرط مذکور کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے، اور اگر حیلۂ شکار سے پکڑی جاتی ہوں تو شکار سے پہلے بیع ناجائز ہے، کیونکہ اگرچہ وہ مملوک ہیں، لیکن مقدور التسلیم نہیں ہیں اور جواز کے لئے دونوں کا ہونا شرط ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

"ولو لم یعدها لذلک ولکنه أخذه ثم أرسله فی الخطیرة ملکه، فإن کان یؤخذ بلا حیلة جاز بیعه لأنه مملوک مقدور التسلیم أو بحیلة لم یجز؛ لأنه وإن کان مملوکا فلیس مقدور التسلیم" (فتح القدیر ۴۹/۶، نیز دیکھئے: شامی ۱۱۹/۴)۔

خلاصہ یہ کہ جو حوض یا تالاب کسی کی ذاتی ملکیت ہے تو اگر وہ مچھلی پکڑ کر پالنے کے لئے اس میں چھوڑے تو وہ چونکہ اس کا مالک ہے اور مچھلی بغیر حیلۂ شکار کے پکڑ سکتا ہے تو شکار سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اور وہ دوسرا ایک خاص مدت میں اس کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو یہ معاملہ جائز ہے۔

۴- اگر کسی کی ذاتی ملکیت یا عوامی ملکیت کا حوض یا تالاب ہو اور اس میں بارش وغیرہ کی وجہ سے مچھلیاں از خود آگئی ہوں تو اگر مالک نے حوض یا تالاب کو مچھلی آنے کے لئے بنایا ہے تو جو مچھلیاں اس میں آجائیں گی وہ ان کا مالک ہوجائے گا اور کسی کے لئے ان کا پکڑنا جائز نہیں ہوگا، پھر اگر وہ مچھلیاں بغیر حیلۂ شکار کے پکڑی جاسکتی ہوں تو انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا اس حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا اس طور پر کہ اس مدت میں ٹھیکہ والے ہی کو اختیار ہوگا کہ وہ اس تالاب کی مچھلیاں شکار کر کے فائدہ اٹھائے تو یہ صورت معاملہ شرعاً جواز کا حکم رکھتی ہے، کیونکہ وہ مملوک ومقدور التسلیم ہیں، اور اگر مچھلیاں بغیر حیلۂ شکار کے پکڑی نہیں جاسکتیں تو بیع کے بعد مقدور التسلیم نہ ہونے کی وجہ سے ان کا فروخت کرنا اور ٹھیکہ پر دینا جائز نہیں۔

اور اگر مالک نے حوض یا تالاب کو مچھلی آنے کے لئے نہیں بنایا ہے تو اس صورت میں آجانے والی مچھلیوں کا مالک نہیں ہوگا، لہذا مملوک نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو ان کا فروخت کرنا جائز ہے اور نہ تو ٹھیکہ پر دینا، البتہ اگر مچھلیاں آجانے کے بعد حوض یا تالاب کو بند کردے تو اس وقت ان آنے والی مچھلیوں کا مالک ہوجائے گا، پھر اگر وہ مچھلیاں بغیر حیلۂ شکار کے پکڑی جاسکتی ہیں تو ان کو فروخت کرنا اور ٹھیکہ پر دینا جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اور اگر مالک نے حوض یا تالاب کو مچھلی آنے کے لئے نہیں بنایا ہے، لیکن اس نے مچھلیاں پکڑ کر اس میں چھوڑ دیا تو اس صورت میں ان کا مالک ہوجائے گا، پھر اگر وہ مچھلیاں بغیر حیلۂ شکار پکڑی جاسکتی ہیں تو ان کو فروخت کرنا اور ٹھیکہ پر دینا جائز ہے، کیونکہ وہ مملوک ومقدور التسلیم نہیں ہیں (فتح القدیر ۶؍۴۹، بحرالرائق ۶؍۹۷)۔

نیز علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی نے گڈھا کھودا تو اس میں مچھلیاں آ گئیں تو اگر اس نے گڈھا مچھلی کے شکار کے لئے بنایا ہے تو وہ ان مچھلیوں کا مالک ہوجائے گا اور کسی کے لئے ان کا پکڑنا جائز نہیں ہوگا، اور اگر گڈھا مچھلی کے شکار کے لئے نہیں بنایا ہے تو اس صورت میں جو پکڑ لے گا وہ مچھلیاں اسی کی ہونگی (فتح القدیر ۶؍۴۹، بحرالرائق ۶؍۹۷)۔

خلاصہ یہ کہ کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا اور اس میں بارش وغیرہ کی وجہ سے مچھلیاں آ گئی ہوں تو تفصیل مذکور فی الجواب کے ساتھ مالک حوض یا تالاب کے لئے ان مچھلیوں کا مالک ہوکر کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا کسی کو خاص مدت کے لئے ٹھیکہ کے طور پر دینا بھی جائز ہے۔

خلاصۂ بحث:

۱-صورت مسئولہ میں سرکاری تالاب یا ندی، نالوں میں مچھلیوں کی بیع وشراء بدون نکالے اور بدون شکار کے ناجائز ہے، اور موجودہ عرف چونکہ نص کے خلاف ہے، اس لئے وہ حجت نہیں بن سکتا۔

۲-صورت مسئولہ میں اس فتویٰ کی روشنی میں ٹھیکہ دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان کا ایسی مچھلی کو خریدنا دونوں جائز ہے۔

۳-جو حوض یا تالاب کسی کی ذاتی ملکیت ہے تو اگر وہ مچھلی پکڑ کر پالنے کے لئے اس

میں چھوڑے تو چونکہ وہ اس کا مالک ہے اور مچھلی کے بغیر حیلۂ شکار پکڑ سکتا ہے تو شکار سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور وہ دوسرا ایک خاص مدت میں اس کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرسکتا ہے اور یہ معاملہ جائز ہے۔

۴-کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا اور اس میں بارش وغیرہ کی وجہ سے مچھلیاں آگئی ہوں تو تفصیل مذکور فی الجواب کے ساتھ مالک حوض یا تالاب کے لئے ان مچھلیوں کا مالک ہوکر کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، یا کسی کو خاص مدت کے لئے ٹھیکہ کے طور پر دینا بھی جائز ہے۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کا مسئلہ

مولانا خورشید انور اعظمی ☆

شریعت اسلامیہ نے دریا، ندی اور نالے میں پائی جانے والی مچھلیوں کو ہر شخص کے لئے مباح قرار دیا ہے، جو بھی اپنے حیلہ اور تدبیر سے ان کا شکار کرلے وہ ان کا مالک شمار کیا جاتا ہے، اور اسے ان پر تصرف کرنے کا پورا حق ہوتا ہے، اور جب وہ پانی کے اندر ہوتی ہیں، اور شکار کے ذریعہ ان پر قبضہ نہیں ہوا رہتا ہے، وہ کسی فرد خاص کی ملک نہیں ہوتیں، اسی بنا پر شکار کئے بغیر ان کا کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا، کیونکہ ابھی تک وہ کسی کی مملوک نہیں ہیں، معدوم ہیں، اور معدوم کی بیع باطل ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' میں رقم طراز ہیں:

''فسد بیع سمک لم یصد، وفیہ أن بیع مالیس فی ملکہ باطل کما تقدم، لأنہ بیع المعدوم والمعدوم لیس بمال'' (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

(اس مچھلی کی بیع فاسد ہے جس کو شکار نہ کیا گیا ہو اور اس میں کبھی آیا ہے اسی چیز کی بیع باطل ہے جو آدمی کی ملکیت میں ہو، جیسا کہ گزر چکا ہے، اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع ہے اور معدوم مال نہیں ہے)۔

صاحب ''ہدایہ'' نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

''ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد، لأنہ باع ما لا یملکہ'' (ہدایہ ۳/۵۰)۔

---

☆ جامعہ مظہر العلوم بنارس۔

(اور مچھلی کی بیع شکار سے قبل جائز نہیں ہے، اس لئے کہ آدمی نے ایسی چیز بیچی ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے) (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: عنایہ ۱۹۱/۵، بحر الرائق ۳۶؍۷، فتح القدیر ۱۹۱/۵، عالمگیری ۹۰/۳)۔

قاضی ابو یوسف نے اس طرح کی مچھلیوں کی بیع کے عدم جواز کی علت غرر بتائی ہے اور انہیں اعیان مباحہ میں سے قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

"وسألت يا أمير المؤمنين عن بيع السمک فی الأجام ومواضع مستنقع الماء فلا يجوز بيع السمک فی الماء، لأنه غرر وهو الذی يصيده" (کتاب الخراج ۹۵)۔

(اور اے امیر المؤمنین آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو مچھلیاں پانی کے اندر جھاڑیوں میں اور پانی کے جمع ہونے کی جگہوں میں رہتی ہیں تو پانی کے اندر رہتے ہوئے مچھلی کا بیچنا درست نہیں ہے اور یہ مچھلی اس کے لئے ہے جو اس کا شکار کرے)۔

جب اس طرح کی مچھلیاں مباح الاصل ہیں، کسی کی مملوک نہیں ہیں، جو انھیں پکڑ لیتا ہے وہی ان کا مالک ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اگر کوئی شخص ان مچھلیوں کا شکار کئے بغیر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے تو یہ بیع درست اور جائز نہیں ہوگی، بلکہ باطل اور کالعدم شمار کی جائے گی، اور جو شخص بھی ان کا شکار کرے گا ان کا حقیقی مالک قرار پائے گا، چنانچہ اس طرح کا معاملہ ہو جانے کے بعد اگر مشتری نے شکار کر کے انھیں فروخت کر دیا تو اس کا فروخت صحیح اور خریداروں کا ان کو خرید کر استعمال کرنا صحیح ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ مشتری ان مچھلیوں ں کا مالک شکار کرنے کے سبب ہوا ہے نہ کہ سابقہ بیع باطل کے سبب۔

## تالاب میں مچھلی کی بیع اور اس کا حکم:

حوض یا تالاب میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء کے بارے میں فقہاء کرام نے

بہت تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، اوران کی مختلف صورتیں ذکرفرما کر ہرایک کا علیحدہ علیحدہ حکم تحریرفرمایا ہےاور بتایا ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ تالاب یا حوض اسی کام کے لئے تیار کئے گئے ہیں یا نہیں، اگراسی کام کے لئے وہ بنائے گئے ہیں تواس کی دوصورتیں ہیں: اگر مچھلی کا پکڑنا بغیر کسی تدبیر کے ممکن ہوتو اس کی بیع جائز ہے، اس وجہ سے کہ وہ مملوک بھی ہے اور مقدور التسلیم بھی، اوراگر بغیرکسی تدبیر کے پکڑی نہ جاسکتی ہوتواس کی بیع جائزنہیں ہے، اس وجہ سے کہ وہ مملوک تو ضرور ہے، لیکن مقدورالتسلیم نہیں ہے، اور وہ حوض یا تالاب اس کام کے لئے تیارنہیں کئے گئے ہیں تواس کی دوصورتیں ہیں: یا تو مچھلی ازخوداس میں آگئی ہے، یا کسی نے پکڑکر اس میں چھوڑا ہے، اگرکسی نے پکڑکراس میں چھوڑا ہےاور بغیرکسی حیلہ اورتدبیر کے اس کا پکڑنا ممکن بھی ہےتو جائز، ورنہ ناجائز، اوراگرازخودکسی طرح آگئی ہےاورحوض کے دہانے کو بندکرکے اس کوروکنے کا پورابندوبست کیا گیا ہےتو دیکھا جائے گا کہ بغیرکسی تدبیر کے اس کوپکڑاجاسکتا ہے یا نہیں، اگرپکڑاجاسکتا ہےتو جائز، ورنہ ناجائز۔

علامہ ابن ہمام نے اپنی گرانمایہ تصنیف ''فتح القدیر'' میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، دیکھئے: (فتح القدیر ۱۹۱/۵)۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اسی بات کو''فتح القدیر'' ہی کے حوالے سے نقل فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

''اگر مچھلی تالاب میں آجائے تو یا تو آدمی نے اس کو مچھلیوں کے لئے تیار کیا ہوگا یانہیں، پہلی صورت میں آدمی مچھلی کا مالک ہوجائے گا، اورکسی تدبیر کے بغیر پکڑناممکن ہوتو اس کا فروخت کرنا جائز ہے، کیونکہ مچھلی ملکیت میں اورسپردگی قدرت میں ہے، ورنہ مچھلی کا بیچنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ سپردگی پرقدرت نہیں ہے اوردوسری صورت میں آدمی اس کا مالک نہیں ہوگا تو ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بیچنا جائزنہیں ہوگا، الا یہ کہ مچھلی کے داخل ہونے کے بعدتالاب کا منہ بندکردے تو مالک ہوجائے گا، اس کے بعد اگربغیرکسی تدبیر کے اس کا پکڑناممکن ہوتو بیچنا جائز

ہے، ورنہ نہیں، اور اگر اس کے لئے تیار نہیں کیا، لیکن مچھلی پکڑ کر اس میں ڈالدی تو مالک ہو جائے گا، پھر اگر بغیر تدبیر کے پکڑ نا ممکن ہو تو بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ اس کی سپردگی قدرت میں ہے اور اگر حیلے و تدبیر کے ساتھ پکڑی جا سکے تو جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر چہ مملوک ہے لیکن سپردگی پر قدرت نہیں ہے'' (دیکھئے: ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تالاب کی مچھلیوں کی بیع کے لئے ان کا مملوک ہونا اولین شرط ہے، اور مملوک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حوض یا تالاب مچھلی پالنے ہی کے مقصد سے بنائے گئے ہوں یا مچھلیاں پکڑ کر ان میں چھوڑی گئی ہوں، یا اگر از خود آ گئی ہوں تو ان کے روکنے کا پورا بندوبست کیا گیا ہو تب جا کر یہ مچھلیاں کسی کی ملک میں آتی ہیں اور وہ شخص ان کے فروخت کرنے کا حق دار بنتا ہے، لیکن اگر ایسا کچھ بھی نہیں کیا گیا تو صرف ان مچھلیوں کے کسی کے حوض میں آ جانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔

''عینی شرح کنز'' میں ہے:

"فإن اجتمع السمک فی الحظیرة بنفسه من غیر صنعه ولم یسد علیه المدخل لا یجوز بیعه، سواء أمکنه الأخذ بحیلة أو بغیرها" (عینی شرح کنز ۳/۵۲)۔

(اگر مچھلی تالاب میں خود بخود بغیر کسی محنت کے آ جائے اور راستہ بند نہ کرے تو بیچنا جائز نہیں ہے، خواہ پکڑنا کسی تدبیر سے ممکن ہو یا اس کے بغیر)۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (بحر الرائق ۶/۷۳، عنایہ ۵/۱۹۱)۔

یہ اس وجہ سے کہ جو چیزیں مباح الاصل ہیں، ان کے مالک ہونے کے لئے ان کا پکڑنا یا پکڑنے کی مناسب تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، محض کسی کی زمین میں آ جانے سے اس کی ملکیت کا ثبوت نہیں ہو جاتا،

صاحب ''ہدایہ'' نے اس طرح کی چیزوں کے بارے میں صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

" وإذا فرخ طير في أرض رجل فهو لمن أخذه، وكذا إذا باض فيها، وكذا إذا تكنس فيها ظبي"۔

(اور اگر کوئی پرندہ کسی آدمی کی زمین میں بچے پیدا کرے تو وہ بچے اس کے ہوں گے جو ان کو پکڑ لے، اسی طرح اگر انڈا دیدے تو بھی یہی حکم ہوگا، یا جب کسی کی زمین میں کوئی ہرن اپنا مسکن بنائے)۔

علامہ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں اس پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا:

"ومن جنس هذه المسائل لو اتخذ في أرضه حظيرة للسمک، فدخل الماء والسمک ملكه، ولواتخذت لغيره فمن أخذ السمک فهو له، وكذا في حفر الحفيرة إذا حفر ها للصيد فهو له أو لغرض أخر فهو للآخذ" (فتح القدیر ۵/ ۳٦٧)۔

(اسی قبیل کے مسائل میں یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے اپنی زمین میں مچھلیوں کے لئے گڑھے کھودا، اور اس میں پانی اور مچھلی دونوں آجائیں تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا اور اگر کسی دوسری غرض سے گڑھا بنایا تو جو مچھلی پکڑے گا اسی کی ہوگی، اسی طرح گڑھا کھودنے کا حکم ہے کہ اگر شکار کے لئے کھودے تو شکار اس کے لئے ہوگا، اور اگر کسی دوسرے کام کے لئے ہو تو شکار اس کا ہوگا جو اس کو پکڑے)۔

لہذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے حوض کی مچھلی پکڑ لیتا ہے، جبکہ وہ حوض نہ تو اس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اور نہ اس میں مچھلی چھوڑی گئی ہے، اور نہ اس میں آنے والی مچھلیوں کے روکنے کا بندوبست کیا گیا ہے، تو اس شخص کا پکڑنا درست ہوگا اور وہ اس مچھلی کا مالک ہوگا۔

## تالاب کے ٹھیکے کا مسئلہ:

سب سے پہلے اصولی طور پر یہ جان لینا ضروری ہے کہ تالاب یا حوض کے متعینہ مدت

کے لئے ٹھیکے پر دینے کا مسئلہ اصطلاحی زبان میں اجارہ کا مسئلہ ہے، اور فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ بات واضح ہے کہ اجارہ منافع پر ہوتا ہے اعیان پر نہیں۔

''اعلاء السنن'' میں ہے:

**''قال الموفق: المعقود علیه فی الإجارة المنافع، هذا قول أکثر أهل العلم منهم مالک وأبو حنیفة وأکثر أصحاب الشافعی''** (إعلاء السنن للتھانوی ۱۶/ ۱۵۲)۔

(موفق کا قول ہے: اجارہ میں معقود علیہ منافع ہوتے ہیں یہ اکثر اہل علم کا قول ہے جن میں امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ اور اکثر اصحاب شافعی ہیں، لہذا اگر کوئی شخص منافع کے بجائے اعیان پر اجارہ کرتا ہے تو وہ اجارہ باطل ہوگا)۔

''فتاوی خیریہ'' میں بھی ایسا ہی ہے۔

چونکہ مچھلی کے شکار کے لئے تالاب یا حوض کا ٹھیکے پر دینا بھی منفعت پر اجارہ کرنا ہے، اس وجہ سے علماء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

''ردالمحتار'' میں ہے:

''نہر'' میں ہے جان لو کہ مصر میں بہت سے چھوٹے تالاب ہیں جیسے فہادہ کا تالاب جن میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تو کیا ان تالابوں کو مچھلی کے شکار کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے؟ ''بحر'' میں ''ایضاح'' سے عدم جواز نقل کیا ہے'' (ردالمحتار ۴/ ۱۹۹، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع ۴/ ۱۷۵، عالمگیری ۴/ ۴۴۲)۔

تفصیلات بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تالاب کا اجارہ بغرض شکار صحیح اور درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں اجارہ منفعت پر ہونے کے بجائے عین پر ہو رہا ہے اور اجارہ کی حقیقت ہی فوت ہو جا رہی ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اس سے بچنے کی تدبیر تحریر فرمائی ہے، تا کہ اگر اس

طرح کی صورت حال پیش آجائے تو اسے اختیار کر کے ایک ناجائز امر کے ارتکاب سے بچا جا سکے، اور معاملہ کے جائز طریقے کو اپنایا جا سکے۔

''عالمگیری'' میں ہے:

"والحيلة فی جوازها أن يستأجر موضعا من الأرض ليضرب فيه فسطاطا أو ليجعله حظيرة لغنمه فتصح الإجارة ويبيح صاحب المراعی له الانتفاع بالمرعی كذا فی المحيط" (عالمگیری ۴/ ۴۴۲)۔

جواز کا حیلہ یہ ہے کہ زمین کا ایک حصہ کرایہ پر لیا جائے تاکہ اس میں کوئی خیمہ لگایا جائے یا بکریوں کا باڑہ بنایا جائے، تو اجارہ صحیح ہے، اس کے ساتھ چراگاہ کا مالک چراگاہ سے نفع اٹھانے کی اجازت دے دے (مزید جواز حیلہ کے لئے دیکھئے: ردالمحتار ۵/ ۴۴)۔

یعنی اگر صاحب تالاب، تالاب کی زمین کو بطور اجارہ دے دے اور اس کے اندر پائی جانے والی تمام چیزوں کو مستاجر کے لئے مباح کر دے تو یہ درست ہوگا، اور اجارہ کے جواز کی شکل پیدا ہو جائے گی۔

لیکن آج جبکہ اس طرح کا ٹھیکہ عام طور پر ہوتا ہے اور صورت حال عموم بلوی کی سی ہو چکی ہے تو راقم الحروف کی ناقص رائے یہ ہے کہ بغیر حیلہ کے اس کے جواز کا فتوی دیا جانا چاہئے، جیسا کہ بعض مسائل میں اصلا عدم جواز کے باوجود مخصوص حالات کے تحت فقہاء نے جواز کا فتوی دیا ہے، مثلا پانی کے ساتھ ندی، نالے کے اجارہ کو عام طور پر ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

" فإن استأجر القناة والعين والبئر مع الماء لم يجز أيضا، لأن المقصود منه الماء"

(اگر نہر و چشمہ اور کنواں، پانی کے ساتھ کرایہ پر لیا جائے تو بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مقصود پانی اور اس سے انتفاع ہے)۔

مگر عموم بلوی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے جواز کا فتوی دیا گیا ہے، چنانچہ عالمگیری میں ہے:

**"وإن استأجر النهر والقناة مع الماء لم يجز أيضا، لأن فيه استهلاك العين أصلا والفتوى على الجواز لعموم البلوى"**

(اور اگر دریا و نہر کو پانی کے ساتھ کرایہ پر لے تو بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قصداً ایک عین کا استعمال وختم کرنا ہے، البتہ اب عموم بلوی کی وجہ سے جواز کا فتوی ہے)۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جواز کا فتوی ضرورت کی بنیاد پر ہوا کرتا ہے، اور یہ ضرورت جب "حیلہ" سے پوری ہو جا رہی ہے تو اس کو جائز قرار دیئے جانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، لیکن صورت حال کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ لوگوں میں جہالت عام ہے جس کے سبب عامۃ الناس اولاتو حیلہ سے بے خبر ہیں، پھر اگر انھیں اس کی واقفیت بھی ہو جائے تو اس کے حدود کی پوری رعایت بھی سب کے بس کی بات نہیں ہے، یا بصورت دیگر ایک ناجائز امر کا ارتکاب کرتے رہیں گے، لہذا اگر اس تنگی کو رفع کرنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ جب کہ فقہ کا عام قاعدہ ہے: **"إذا ضاق الأمر اتسع ، والمشقة تجلب التيسير ، والحرج مدفوع"**۔

## خلاصۂ بحث:

۱- شکار کئے بغیر مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے، باطل ہے۔

۲- چونکہ وہ مچھلی کسی کی ملکیت نہیں ہے، لہذا جو بھی اس کا شکار کرلے وہ اس کا مالک تصور کیا جائے گا، اب اگر ٹھیکہ دار ہی اس کا شکار کر کے لاتا ہے تو اس کا فروخت کرنا جائز اور مشتری کا اسے خریدنا جائز ہوگا، ٹھیکہ دار کی سابقہ بیع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

۳- نجی ملکیت کے حوض یا تالاب میں مچھلی پال کر بغیر شکار کئے ہوئے فروخت کرنا

جائز ہے، بشرطیکہ مقدور التسلیم ہو۔

۴- ذاتی ملکیت کے حوض یا تالاب میں اگر از خود مچھلیاں چلی آئیں، اور وہ حوض یا تالاب مچھلی پالنے کی غرض سے نہ بنائے گئے ہیں اور نہ ان مچھلیوں کے روکنے کا بندوبست کیا گیا ہے تو بغیر شکار کئے ہوئے ان کا فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا، خواہ مقدور التسلیم ہوں یا نہ ہوں، اس وجہ سے کہ وہ مملوک ہی نہیں ہیں، اور اگر اسی کام کے لئے بنائے گئے ہیں یا مچھلیوں کے روکنے کا بندوبست کیا گیا ہے تو ان کی بیع جائز ہوگی بشرطیکہ بائع مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر ہو، حاصل کلام یہ کہ اگر مچھلی مملوک مقدور التسلیم ہو تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے، ورنہ نہیں،

۵- حوض یا تالاب کو ٹھیکہ پر دینا جائز نہیں ہے، اس کے لئے فقہاء کے بتائے ہوئے حیلہ کا سہارا لینا چاہئے، ہاں راقم الحروف کی ناقص رائے یہ ہے کہ عموم بلوی کے پیش نظر اس کے جواز کے بارے میں اصحاب فقہ وفتاوی کو غور کرنا چاہئے، جبکہ اس کی نظیر بھی موجود ہے۔

☆☆☆

# ندی، نالے اور تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کا مسئلہ

مولانا اسماعیل بھدکودروی قاسمی ☆

شریعت مطہرہ نے باہمی رضامندی سے مال کے باہمی تبادلہ کو جائز فرمایا ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ'' (سورۂ نساء:۲۹)۔

لہذا تراضی طرفین کے تحقق وتحفظ کے لئے غرر وغش، سود وقمار اور مفضی الی المنازعۃ جہالت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ان چیزوں سے محفوظ رکھنے کے لئے شریعتِ اسلام نے مبیع کے مملوک، مقدور التسلیم اور جہالت فاحشہ سے خالی ہونے کو شرط قرار دیا ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے غیر مملوک مال کے بیچنے سے منع فرمایا ہے:

''عن حكيم بن حزامؓ قال: يا رسول الله يأتيني الرجل فيريد مني البيع ليس عندي أفأبتاعه له من السوق فقال: لا تبع ما ليس عندك'' (أخرجه أبوداود وسكت عنه، إعلاء السنن ۱۴/۱۵۱)۔

(اے اللہ کے رسول ﷺ ایک آدمی مجھ سے ایسی چیز کا سودہ کرنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، تو کیا میں اس سے سودا کر کے بازار سے خرید کر دے سکتا ہوں؟ فرمایا: تمہارے پاس جو چیز نہیں ہے اس کا سودا مت کرو)۔

---

☆ خادم حدیث وافتاء دار العلوم کنتھاریہ، بھروچ، گجرات۔

آنحضرت ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے: "عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال: نهی رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر" (رواہ مسلم)۔

(رسول اللہ ﷺ نے کنکر کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

غرر کی تفسیر اور بیع غرر کی صورتوں کو حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب مدظلہ العالی نے یوں نقل فرمایا ہے:

"ابن الاثیر نے "جامع الاثیر" میں غرر کی تفسیر آتے ہوئے فرمایا ہے "غرر وہ معاملہ ہے جس کے ظاہر کو تم پسند کرو اور باطن کو ناپسند کرو، اس کا ظاہر خریدار کو دھوکہ دیتا ہے اور باطن مجہول ہوتا ہے، احادیث و آثار میں غرر کی بہت سی مثالیں آئی ہیں، امام احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے: "رسول اللہ ﷺ نے بیع الغرر سے منع کیا ہے" ایوب کا بیان ہے کہ یحییٰ نے بیع غرر کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ غرر کی شکلوں میں شکاری کا شکار ہے کہ جو شکار کرے (اور اس کا سودہ کیا جائے) اس کی اقسام میں سے ہوا میں پرندے کا اور پانی کے اندر مچھلی کا بیچنا ہے، ان شکلوں میں جو چیز سب کو جامع ہے وہ یا تو مبیع کا مجہول ہونا ہے، یا بائع کا سپردگی پر قادر نہ ہونا ہے، یا مبیع کا خطرہ و تردد میں ہونا ہے" (تکملۃ فتح الملہم ۱۲/ ۳۱۹)۔

علامہ سرخسیؒ نے غرر کی یہ تفسیر فرمائی ہے:

الغرر مايكون مستو العاقبة (المبسوط ۱/ ۱۹۴)۔

(غرر وہ معاملہ ہے، جس کا انجام واضح نہ ہو)۔

شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء نے بیع غرر کی یہ تفسیر لکھی ہے:

"هو بيع الأشياء الاحتمالية غير المحققة الوجود أو الحدود لما فيه من مغامرة و تغرير يجعله أشبه بالقمار، والغرر الذی يبطل البيع: هو غرر الوجود: وهو كل ما كان المبيع فيه محتملا للوجود و العدم: أما غرر الوصف فمفسد للبيع" (المدخل الفقہی العام ۱/ ۹۷)۔

شیخ ابن ھمامؒ نے غرر کی یوں تفسیر فرمائی ہے

"والغرر االخطر وغیر المملوک علی خطر ثبوت الملک وعدمه، فلذا جعل (بیع السمک فی الماء) من بیع الخطر" (فتح القدیر ۴۹/۶)۔

"سمک فی الماء" کی بیع کو حدیث شریف میں بیع غرر فرمادیا گیا ہے، اور غرر کا مفہوم خطرے کا ہے اور غیر مملوک چیز میں ثبوت ملک اور عدم ملک دونوں کا خطرہ ہوتا ہے، اسی لئے پانی کے اندر مچھلی کی بیع کو غرر فرمایا گیا ہے۔ اور صراحۃ اس سے نہی وارد ہوئی ہے: "وعن ابن مسعودؓ أن النبي ﷺ قال: لا تشتروا السمک فی الماء فإنه غرر" (رواہ احمدؒ، اعلاء السنن ۱۴/ ۱۱۷)۔

(حضور ﷺ نے فرمایا ہے پانی کے اندر مچھی کو مت خریدو، کیونکہ یہ غرر و دھوکہ کا معاملہ ہے)۔

مذکورہ بالا نصوص کی وجہ سے بیع کی ایسی تمام صورتیں کہ جن میں عقد کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں نہ ہو یا ملکیت میں ہوتے ہوئے مشتری کو سپرد کرنا اس کی قدرت میں نہ ہو اور آئندہ مملوک ہونا، یا مقدور التسلیم ہونا احتمال اور علی وجہ الخطر ہو ان کو فقہاء کرام نے بیع غرر میں شامل فرمایا ہے اور ان کے عدم جواز پر حضرات فقہاء کرام کا اتفاق ہے، دیکھئے: وہبہ زحیلی کی کتاب: "الفقہ الاسلامی وادلتہ" (۴/ ۴۳۸)۔

علامہ زحیلی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"بیع غرر ایسی چیزوں کا فروخت کرنا ہے جن کا وجود احتمالی اور غیر محقق ہو، یا ان کے حدود کا پتہ نہ ہو، کیونکہ اس میں دھوکہ وخطرہ کا معاملہ ہوتا ہے جو اس کو قمار وجوا کے درجے میں کردیتا ہے، اور جو غرر مبیع کے بطلان کا باعث ہوتا ہے وہ وجود کا غرر ہے جس کا مطلب ایسی بیع ہے جس میں مبیع کے وجود وعدم دونوں کا احتمال ہو اور وصف کا غرر مبیع کو فاسد کرتا ہے" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۴۰)۔

''اسلامک فقہ اکیڈمی'' کی جانب سے پیش فرمودہ سوالنامہ میں ندی، نالے، حوض اور تالاب کی مچھلیوں کی بیع کی جو مختلف صورتیں پیش کی گئی ہیں ان کے جواز وعدم جواز کے متعلق تفصیل بالا کے مطابق بنیادی بات یہی ہے کہ جس صورت میں مچھلیاں بائع کی مملوک اور اس کے لئے مقدور التسلیم ہوں، اس صورت میں بیع جائز ہے اور جس صورت میں یہ شرائط مفقود ہوں، اس صورت میں بیع جائز نہیں ہے۔

اس اصولی بحث کے بعد'' فقہ اکیڈمی'' کی جانب سے پیش فرمودہ سوالنامہ سے مچھلیوں کی بیع کی جو مختلف صورتیں مفہوم ہوتی ہیں ذیل میں ان صورتوں کا حکم تفصیل وتجزیہ کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے:

۱- سرکاری ندی، نالوں کی وہ مچھلیاں جن کی پیدائش وپرورش میں اور ندی، نالے کے پانی میں ان کی آمد میں کسی انسانی کوشش کا عمل دخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ خدائی وفطری نظام کے تحت پیدا ہوتی ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہتی ہیں، ایسی مچھلیوں کی بیع باطل اور ناجائز ہے، کیونکہ وہ سرکاری مملوک نہیں ہے اور کسی تدبیر سے پکڑے بغیر مقدور التسلیم بھی نہیں ہے اور یہ مچھلیاں ہر ایک کے لئے مباح الاخذ والاستعمال ہیں، لہذا کوئی شخص سرکار سے مذکورہ مچھلیاں خریدنے کے بعد اس کو جال وغیرہ کی تدبیر سے پکڑ کر اس کو حاصل کر لیگا تو وہ مباح الاخذ ہونے کی وجہ سے ان مچھلیوں کا مالک ہوگا اور قادر علی التسلیم بھی ہوگا، لہذا اشکار کرنے کے بعد اس کا اپنی مملوکہ مچھلیوں کو بیچنا جائز ہے اور مسلمان کے لئے ایسی مچھلیوں کا خریدنا بھی جائز ہے۔

سرکاری، ندی، نالے کی مچھلیوں کی بیع تو جائز نہیں ہے، لیکن اس معاملہ کو جائز شکل دینے کی یہ تدبیر ممکن ہے کہ سرکار سے ندی، نالا کے قریب کوئی ایسی جگہ کرایہ پر لے لی جائے جہاں کوئی خیمہ نصب کیا جائے یا جھونپڑی بنادی جائے تاکہ کرایہ دار اس جگہ اپنا سامان وغیرہ رکھ سکے اور کشتی وغیرہ ٹھہرا سکے اور بوقت ضرورت خود یا اس کے مزدور وہاں آرام بھی کرسکیں، اس صورت میں نہ مچھلیوں کی خرید وفروخت ہے نہ استھلاک علی العین کا اجارہ ہے، تفصیل کے لئے

دیکھئے: (التحریر المختار ۲؍۱۴۰)۔

فقہاء اس پر متفق ہیں کہ بیع غرر جائز نہیں ہے، جیسے دودھ تھن میں رہتے ہوئے اور بدن پر موجود اون، اور سیپ کے اندر معصوم موتی، پیٹ کے اندر حمل، پانی کے اندر مچھلی، ہواء میں پرندہ شکار سے قبل، اور غیر کا مال اس شرط پر کہ اس کو خرید کر سپرد کرے گا، یعنی جس چیز کا آئندہ مالک ہوگا اس کو مالک ہونے سے قبل بیچنا، اس لئے کہ بیچنے والے نے وہ سامان بیچا ہے جس کا وہ فی الحال مالک نہیں ہے، خواہ سمندر میں ہو یا نہیں ہو یا تالاب میں کہ جس کو بغیر شکار کے پکڑا نہ جا سکے اور خواہ غرر بیع میں ہو، یا ثمن میں۔

۲- سرکاری بڑے حوض یا تالاب کی وہ مچھلیاں جو دریا، ندی اور بارش کے پانی کے ساتھ آئی ہیں اور یہ بڑے حوض وتالاب پانی کے ذخیرہ کے لئے بنائے گئے ہیں اس میں آئی ہوئی مچھلیوں کو روکنے کی غرض سے یا مچھلیوں کو اس میں داخل کرنے کی غرض سے کوئی تدبیر نہیں کی گئی ہے تو ایسی مچھلیاں سرکار کی غیر مملوک وغیر مقدور التسلیم ہیں، ان کی بیع بھی ناجائز ہے، البتہ سرکار سے خریدنے والے کے لئے اس کا پکڑنا اور مالک بننا مباح الاخذ والاستعمال ہونے کی وجہ سے جائز ہے اور مالک بن کر مقدور التسلیم ہونے کی صورت میں ان مچھلیوں کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔

۳- اگر سرکاری تالاب وحوض میں ازخود آئی ہوئی مچھلیوں کو بند لگا کر روکنے کی سرکار کی جانب سے محنت ہوئی ہے، یا باہر کے پانی کی مچھلیوں کو حوض وتالاب میں لانے کی سرکار نے کوئی تدبیر کی ہے، یعنی یہ تالاب وحوض مچھلیوں کو گھیرنے اور جمع کرنے کے لئے بنائے ہیں، یا مچھلی کے بچے (بیج) ڈال کر سرکاری حوض وتالاب میں سرکار نے پرورش کی ہے تو ان تمام صورتوں میں حوض وتالاب کی مچھلیاں سرکار کی مملوک ہیں، اور مملوک ہونے کے ساتھ اگر وہ ایسی مقدور التسلیم بھی ہیں کہ بغیر کسی تدبیر کے اس کو پکڑنا آسان ہے تو ایسی صورت میں ان مچھلیوں کی خرید وفروخت جائز ہے اور اگر بغیر تدبیر کے ان کو پکڑنا مشکل ہو تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع

فاسد ہے، لیکن خریدار جب ان مچھلیوں پر قبضہ کرلے گا تو مانع جواز (عدم تسلیم) کے زائل ہونے کی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے مطابق اس عقد کے جائز ہونے کی گنجائش ہے یا ازسرنو بیع تعاطی کے طور پر عقد ہونے کی گنجائش ہے۔

"والحاصل عدم جواز قبل أخذه لعدم ملكه، فإن أخذه ثم ألقاه في حظيرة كبيرة فعدم جوازه لكونه غير مقدور التسليم، فإن سلمه بعد ذلك فكالروايتين في بيع الآبق إذا سلمه" (البحر ۶؍۷۳، نیز کتاب مذکور ۵؍۷۹)۔

بیع غرر کے فی الجملہ صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کنکری والی بیع سے اور بیع غرر سے منع کیا ہے اور عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مچھلی کو پانی کے اندر مت خریدو، اس لئے کہ یہ غرر کا معاملہ ہے اور اس کی سپردگی پر بھی قدرت نہیں ہے۔

تالاب وحوض سے مچھلیوں کے پکڑنے کو درخت کو پھلوں کے کاٹنے اور کشتی سے سامان باہر نکالنے کے مشابہ قرار دے کر اس ذمہ داری کو مشتری کو سپرد کرنے کے متعلق بھی غور کیا جاسکتا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: (درمختار ۴؍۴۲)۔

اس پہلو سے بھی غور کرنے کی گنجائش ہے کہ شرط تسلیم ساقط ہونے کا احتمال بھی رکھتی ہے، دیکھئے: (عطر ھدایہ ص ۱۴۱ پر) مسئلہ ہے: "زید نے بکر سے کہا کہ تو اپنے اڑتے ہوئے کبوتر یا تالاب کی مچھلیاں اپنی ملک سے خارج کرکے ہر پانے والے کے لئے مباح کردے اور دس روپے لے لے، زید نے قبول کیا بیع ہوگئی، اس لئے کہ شرط تسلیم ساقط ہے"۔

۴- اگر شخصی حوض یا تالاب کی مچھلیاں مذکورہ بالا سرکاری حوض یا تالاب کی صورت نمبر ۲؍ کے مانند غیر مملوک اور غیر مقدور التسلیم ہو تو ان کی بیع بھی ناجائز ہے اور ان مچھلیوں کو پکڑنے کے بعد ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

۵- اگر مذکورہ بالا صورت نمبر ۳؍ کی طرح شخصی حوض یا تالاب کی مچھلیاں اگر جمع وحبس کی تدبیر کی وجہ سے یا باہر سے پکڑ کر یا بیج خرید کر اس میں ڈالنے کی وجہ سے مملوک ہوں اور حوض و

تالاب کے چھوٹے ہونے اور پانی کم ہونے کی وجہ سے بغیر تدبیر کے اس کا پکڑنا آسان ہونے کی وجہ سے مقدور التسلیم بھی ہو تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے، اور اگر مملوک تو ہے، لیکن حوض و تالاب کے بڑے ہونے اور پانی کے زیادہ ہونے کی وجہ سے بلا تدبیر اس کا پکڑنا آسان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مقدور التسلیم ہو تو اس میں وہی تفصیل ہوگی جو نمبر ۳ر میں مذکور ہوئی۔

ندی، تالاب اور حوض کی مچھلیوں کی بیع کے متعلق مذکورہ بالا مختلف صورتیں اور ان کے احکام کو فقہاء کرامؒ نے اسی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمادیا ہے، مثلاً:

''سمندر و دریا وغیرہ کے اندر رہنے والی مچھلی کی فروخت جائز نہیں ہے، اب اگر کسی آدمی کا کوئی حوض یا تالاب ہے اور اس میں مچھلیاں آئیں تو دیکھا جائے گا، اس نے اسی غرض سے اس کو تیار کیا ہے یا نہیں، اگر تیار کیا ہے تو اس میں داخل ہونے والی مچھلیاں اس کی ملک ہوں گی اور کوئی ان پر قبضہ کر نہیں سکتا، پھر اگر ان مچھلیوں کو شکار کے قبیل کی تدبیر کے بغیر پکڑا جا سکتا ہے تو فروخت درست ہے، کیونکہ مچھلی مملوک اور مقدور التسلیم ہے، جیسے کہ کسی گڑھے میں مچھلی ہو، اور اگر تدبیر کے بغیر پکڑنا ممکن نہیں تو فروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں فروخت کے بعد سپردگی پر قدرت نہیں ہے۔

اور اگر حوض و تالاب کو مچھلی پکڑنے کی غرض سے نہیں بنایا گیا تو اس میں آنے والی مچھلیوں کا وہ مالک نہیں ہوگا اور پھر عدم ملک کی وجہ سے فروخت کرنا بھی درست نہیں ہوگا، اور اگر تیار تو اس مقصد سے نہیں کیا گیا، لیکن مچھلی پکڑ کر اس میں ڈالدی، تو مالک ہو جائے گا، پھر اگر اس تالاب وغیرہ سے کسی تدبیر خاص کے بغیر پکڑنا ممکن ہے تو اس کا فروخت کرنا درست ہے، کیونکہ مچھلی مملوک ہے اور سپردگی تحت القدرت ہے اور اگر کسی تدبیر کی ضروت ہے تو فروخت جائز نہیں، اس لئے کہ مملوک ہونے کے باوجود سپردگی ممکن نہیں ہے''، تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتح القدیر ۶ر ۴۹، مجمع الانہر ۲ر ۵۵، تبیین الحقائق ۴ر ۴۵)۔

سرکاری یا شخصی تالاب یا حوض کا معاملہ جائز طریقے سے کرنے کی بے غبار و بے غرر

صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس میں مچھلیاں از خود آنے یا لانے سے پہلے یا قدرتی طور پر اس میں پیدا ہونے سے پہلے یا اس میں مملوکہ مچھلیاں ڈالنے سے پہلے، مچھلیوں کے کاروبار کرنے والے کو جتنی مدت کے لئے حوض و تالاب کی ضرورت ہو اتنی مدت اور کرایہ متعین کر کے مالک حوض و تالاب سے کرایہ پر لے لے، اور اس کے بعد مچھلیوں کے مملوک ومقدور التسلیم ہونے کے مذکورہ بالا جائز طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کر کے مچھلیوں کا مالک بن کر حوض و تالاب میں ان کو جمع رکھ کر اور ان کی پرورش کر کے کرایہ دار کی مدت متعینہ پوری ہونے تک مچھلیاں پکڑنے کا انتظام کر کے خرید و فروخت کرتا رہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں بائع کی مملوک ومقدور التسلیم مچھلیوں کی بیع ہوگی اور مچھلیاں خریدنے کے بعد اپنی خرید کردہ مچھلیوں کی فروختگی سے فارغ ہونے تک اپنی مچھلیوں سے مالک کے حوض و تالاب کو مشغول رکھنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوگا۔

احقر کی ناقص دانست میں سرکار حوض و تالاب بنا کر اس میں آنے والی یا پیدا ہونے والی اور پرورش کی جانے والی مچھلیوں کی بیع کا معاملہ نہیں کرتی ہے، بلکہ سرکاری فاضل زمینوں کے پلاٹ بنا کر مچھلی مار حرفت (پیشہ) کے خواہش مندوں کو وہ پلاٹ کرایہ پر دیتی ہے، پھر کرایہ دار خود محنت کر کے اس پلاٹ میں حوض و تالاب بنا کر اس میں مچھلی کی پرورش کر کے خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔

☆☆☆

# بیع واجارہ کے چند مسائل

مفتی جمیل احمد نذیری ☆

## شرائط بیع:

بیع کے شرائط انعقاد میں سے یہ بھی ہے:

۱-مبیع اور ثمن مال ہوں۔

۲-مبیع موجود ہو، معدوم نہ ہو، نہ اس کے عدم کا خطرہ ہو۔

۳-مبیع، ندرت خود ملکیت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۴-مبیع، بائع کی ملکیت میں ہو۔

"شرائط بیع کی تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتاوی ہندیہ ۳؍۲-۳)

سرکاری تالاب، ندی ونالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی، بغیر ان کو نکالے ہوئے بیع وشراء، اسی طرح نجی حوض وتالاب، پوکھرا وغیرہ کی مچھلیوں کی، بغیر ان کو نکالے ہوئے خرید وفروخت پر بھی مذکورہ اصول وقواعد کی روشنی میں غور کیا جائے گا۔

## وہ چیزیں جو سب کی ہیں:

"ابوداؤد شریف" کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

---

☆ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارک پور اعظم گڈھ۔

"المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء والنار والكلاء" (ابوداؤد ۲/ ۴۹۲ کتاب البیوع) (تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: گھاس، آگ اور پانی میں)۔

اسی وجہ سے ان تینوں کو مباح الاصل کہا جاتا ہے، ان تینوں سے ہر ایک کو استفادہ وانتفاع کا حق ہوتا ہے، یہ چیزیں کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں، اسی لئے ان کی بیع وشراء اور اجارہ جائز نہیں۔

"وإن المقصود من الملك يحصل بلا بيع إذ تملكه بدونه" (فتح القدیر ۶/ ۵۵، نیز العنایہ علی الفتح ۶/ ۵۶)۔

(اس لئے کہ ملکیت سے جو مقصود ہے وہ بغیر بیع کے حاصل ہوجائے گی، کیونکہ وہ ان کا، بغیر بیع کے مالک ہوجائے گا۔

مذکورہ مباحث میں جن چیزوں کو مباح الاصل کہا گیا ہے، ان میں پانی بھی ہے، ندی، نالے، حوض، کنویں، سب کا پانی، سب کو استعمال کی اجازت ہے، ظاہر ہے کہ جب پانی سب کا ہوا تو پانی کے ذریعہ پانی میں نشو ونما پانے والی چیزیں سب کی ہوئیں، جو چاہے لے لے، جو چاہے استعمال کرے۔

یہیں سے ندی، نالوں، کنوؤں اور تالابوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کا حکم بھی معلوم ہوگیا، وہ یہ کہ یہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں، جس کو مل جائیں اس کی ہیں۔

لیکن یہاں دو صورت ہے:

۱- ندی، نالوں اور حوض وتالاب میں موجود مچھلیوں کی خرید وفروخت۔

۲- ندی، نالوں اور حوض وتالاب کو مچھلیاں شکار کرنے کے لئے ٹھیکہ، یعنی کرایہ پر دینا۔

دونوں صورتوں کو بالتفصیل الگ الگ بیان کیا جاتا ہے:

## پانی میں موجود مچھلیوں کی خرید وفروخت:

وہ مچھلیاں جو پانی میں ہوں اور پانی سے نکالے بغیر فروخت کی جائیں، ان کی خرید وفروخت کی درج ذیل صورتیں ہوں گی:

۱-کسی آدمی نے مچھلی پالنے کے لئے گڑھا بنوایا، اس میں سیلاب وغیرہ میں پانی کے ساتھ مچھلیاں آگئیں، ان مچھلیوں کا مالک وہی آدمی ہوگا جس نے گڑھا بنوایا ہے۔

۲-گڑھا، مچھلی پالنے کے لئے نہیں بنایا تھا، بلکہ گڑھا اس کی زمین میں پہلے سے موجود تھا، یا گڑھا خود بنوایا تھا مگر کسی اور کام کے لئے، اور مچھلیاں اس گڑھے میں پانی کے ساتھ آگئیں تو وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک نہیں ہوگا، البتہ اگر مچھلیوں کے آنے کے بعد راستہ بند کردے، وہ مچھلیاں وہاں سے واپس نہ جاسکیں تو وہ ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا۔

پھر اگر وہ انھیں، پانی میں رہتے ہوئے فروخت کرے تو بیع اسی وقت جائز ہوگی جب بغیر کسی تدبیر کے ہاتھ سے پکڑی جاسکیں اور اگر انھیں پکڑنے کے لئے جال ڈالنا پڑے یا ڈور کانٹا وغیرہ لگانا پڑے تو بیع جائز نہ ہوگی۔

۳-گڑھا، مچھلی کے لئے نہیں بنایا تھا، مگر مچھلیاں لاکر ڈال دی ہیں، خود سے پانی کے ساتھ نہیں آئی ہیں، اس صورت میں مچھلیوں کا مالک وہی ہوگا جس کا گڑھا ہے، اور بیع کے جواز وعدم جواز میں وہی حکم ہے جو نمبر ۱ و ۲ کے تحت گزرا، خیال رہے کہ مچھلیوں کو بغیر حیلہ وتدبیر کے ہاتھ سے پکڑنا اسی وقت ممکن ہوگا جب گڑھا بہت چھوٹا ہو، بڑے گڑھے اور تالاب، ندی ونہر میں یہ ممکن نہیں۔

علاوہ ازیں صورت میں پانی میں مچھلیوں کی بیع جائز ہے، مچھلی نکالنے کے بعد، خریدار کو خیار رویت حاصل ہوگا۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ مچھلیوں کی اس خرید وفروخت میں سرکاری ندی، نالے، حوض، پوکھرے اور نجی حوض، پوکھرے، تالاب سب کا یکساں حکم ہے۔

اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

"مچھلی کی بیع دریا میں یا کنویں میں جائز نہیں، اگر کسی آدمی کا کوئی گڈھا تھا اور مچھلی اس میں داخل ہوگئی، پس یا تو وہ گڈھا اس کے لئے تیار کیا تھا تو جو مچھلی اس میں چلی گئی ہے اس کا وہ مالک ہوگیا اور کسی کو اسے لینے کا حق نہیں، اگر وہ مچھلی بغیر شکار کی تدبیر کے پکڑ لی جاسکے تو اس گڈھے میں رہتے ہوئے، اس کی بیع جائز ہوگی، لیکن اگر بغیر حیلہ وتدبیر کے نہ پکڑی جاسکے تو اس کی بیع جائز نہ ہوگی اگر وہ گڈھا اس کے لئے تیار نہیں کیا گیا تھا جو مچھلی اس میں داخل ہوگی اس کا مالک نہیں ہوگا، پس اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی، مگر یہ کہ گڈھے (کا راستہ) بند کردے، اب جو مچھلی اس میں داخل ہوچکی ہے اس کا مالک ہو جائے گا، پھر دیکھا جائے گا کہ اگر بغیر حیلہ کے پکڑی جاسکتی ہے تو بیع جائز ہوگی ورنہ ناجائز ہوگی، اگر گڈھا اس کے لئے نہیں بنایا تھا، لیکن مچھلی پکڑی اور اس میں چھوڑ دی تو اس کا بھی مالک رہے گا، اب اگر بغیر حیلہ کے پکڑی جاسکے تو بیع جائز ہوگی اور حیلہ سے پکڑی جائے تو بیع ناجائز ہوگی، ایسے ہی "فتح القدیر" میں ہے، اور جس حال میں پانی میں مچھلی کی بیع جائز ہوتی ہے، جب مشتری اس پر قبضہ کرے گا اور دیکھے گا تو اسے خیار رویت حاصل ہوگا.......... اور اگر مچھلی بڑے دریا میں ہو تو اس کی بیع کسی حال میں جائز نہیں، ایسے ہی اگر مچھلی کا مالک ہوا اور وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دریا میں گر گئی تو بھی اس کی بیع جائز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں بیع کے بعد، بائع اور مشتری کی بیع فسخ کرنے سے پہلے حوالہ کرنے پر قادر ہو جائے تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا، خواہ اس سے پہلے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، امام ابوالحسن کرخیؒ سے نزدیک ہے اور مشائخ بلخ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس کی بیع جائز نہیں گرچہ حوالہ کرنے پر قادر ہو، ایسے ہی ینابیع میں ہے" (فتاوی ہندیہ ۳؍ ۱۱۳)۔

نیز امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

"فقال أبو یوسف فی کتاب الخراج: رخص فی بیع السمک فی الآجام أقوام فكان الصواب عندنا فی قول من كره حدثنا العلاء ابن المسیب

بن رافع عن الحرث العکلی عن عمر بن الخطابؓ قال: لا تبایعوا السمک فی الماء، فإنه غرر، وأخرج مثله عن ابن مسعود ومعلم أن الأجمة قد یؤخذ منها السمک بالید والغرر الخطر وغیر الملوک علی خطر ثبوت الملک وعدمه، فلذا جعل من بیع الخطر" (فتح القدیر ۶/۴۹)۔

(امام ابو یوسفؒ نے "کتاب الخراج" میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگوں نے جھاڑیوں میں مچھلی کی بیع کی رخصت دی ہے، لیکن ہمارے نزدیک درست ان لوگوں کا قول ہے جنھوں نے اسے ناپسند کیا ہے، حدیث بیان کی ہم سے علاء ابن میسّب بن رافع نے، انھوں نے حارث عکلیؒ سے انھوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے، انھوں نے فرمایا کہ پانی میں مچھلی مت بیچو اس لئے کہ اس میں غرر (دھوکہ) ہے، اسی کے مثل عبداللہ بن مسعودؓ سے تخریج کی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ جھاڑی میں سے مچھلی ہاتھ سے بھی پکڑی جاسکتی ہے اور غرر، خطر (جس کے ہونے نہ ہونے دونوں کا امکان ہو) کو کہتے ہیں، اور غیر مملوک میں ملکیت ہونے نہ ہونے، دونوں کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی لئے غیر مملوک کی بیع کو بیع الخطر کہتے ہیں)۔

جن صورتوں میں مچھلیوں کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، بیع کے عدم جواز کی وجہ ملک ہے اور ملکیت ہونے کے بعد اگر مچھلیاں بغیر کسی تدبیر شکار، ہاتھ نہ آئیں، عدم جواز کی وجہ غیر مقدور التسلیم ہونا ہے، یعنی پہلی صورت میں جس چیز کو بیچ رہا ہے اس کا وہ مالک نہیں، دوسری صورت میں مالک تو ہے، مگر مبیع کو مشتری کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صورتوں میں سے کس صورت میں بیع کو باطل کہا جائے اور کس صورت میں فاسد۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ اس کا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

"صاحب درمختار کا قول" بغیر شکار کی ہوئی مچھلی کی بیع جو سامان سے خرید لی جائے، بیع فاسد ہے، بظاہر اس کا یہ مطلب ہے کہ مچھلی کی بیع فاسد ہے اور وہ قبضہ کرنے سے مالک

ہو جائے گا۔ اس میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ اس چیز کی بیع ہے جو ملکیت میں نہ ہو، بیع باطل کہلاتی ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے، اس لئے وہ معدوم کی بیع ہے اگر چہ اس پر باء داخل ہو، اور مچھلی ثمن بن جائے گی، پس یوں ہو گیا گویا کہ اس نے سامان فروخت کیا ہے اور ثمن سے سکوت اختیار کیا ہے، یا تو اسے ام ولد کے ذریعہ فروخت کیا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ سامان کی بیع بھی باطل ہے، اس لئے کہ سمک (مچھلی) مال نہیں ہے، لہذا گویا اس نے سامان کو مردار یا خون کے عوض میں فروخت کیا، لیکن اس مچھلی کو "ام ولد" کی طرح رکھنا زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ وہ فی الجملہ مال ہے، اس لئے کہ اگر وہ اس کے بعد شکار کرے تو اس کا مالک ہو جائے گا، ہاں! یہ اس وقت ظاہر ہوگا جب متعین مچھلی کو شکار کرنے سے قبل فروخت کرے، لیکن اگر مچھلی غیر متعین ہو، پھر کسی مچھلی کا شکار کرے تو یہ مچھلی، عین وہ مچھلی نہیں ہوئی جو سامان کا ثمن قرار پائی تھی، یہاں تک کہ کہا جائے کہ وہ شکار کرنے سے مالک ہو گیا، حاصل یہ ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جانبین سے بیع باطل ہو، جیسے مردار کی بیع سامان سے یا سامان کی بیع، مردار سے اور اگر مچھلی متعین ہو تو مچھلی میں بیع باطل ہے، کیونکہ غیر مملوک ہے، اور سامان میں فاسد ہے، کیونکہ مچھلی فی الجملہ مال ہے، اسی کے مثل وہ صورت ہے جب بیع، مچھلی کے گوشت پر ہو، کیونکہ گوشت مثل چیز ہے، اور اگر مچھلی کو درہم کے بدلے فروخت کرے تو بیع باطل ہے، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کا مبیع ہونا متعین ہے اور وہ غیر مملوک ہے، یہ وہ بات ہے جو اس مقام کی تقریر میں مجھے ظاہر ہوئی اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے ان میں سے کسی چیز سے تعرض کیا ہو" (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی ابن عابدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"شکار کرنے سے پہلے مچھلی کو فروخت کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کسی نے شکار کرنے سے پہلے ہی ان کو کسی سامان کے عوض فروخت کیا تو بیع فاسد ہے، اور اگر دراہم ودنانیر کے بدلے فروخت کیا تو بیع باطل "كذا في الدر المختار وفي البرجندي ذكره المصنف أن بيع السمك قبل أن يصطاد باطل إن كان بالدراهم والدنانير، وفاسد إن كان

بالعرض انتفی"(فتاویٰ عبدالحی ر ۲۷۵)۔

اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسی جگہ چھوڑ دیا کہ وہاں سے حیلہ وتدبیر سے پکڑ نا ممکن نہیں تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر حیلہ سے پکڑ نا ممکن ہو تو صحیح ہو جائے گی، اور بیع باطل میں خریدار کے قبضہ کے باوجود ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور بیع فاسد کو ختم کرنا واجب ہے، لیکن اگر بائع کی اجازت سے خریدار نے قبضہ کرلیا تو مالک ہو جائے گا، اور پھر مشتری کے تصرفات وغیرہ اس شئی میں نافذ ہو جائیں گے اور دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دینا بھی مشتری کے لئے جائز ہوگا، مگر بیع فاسد کی صورت میں مشتری کے لئے خریدی ہوئی شئی کا کھانا درست نہیں۔

آگے "ہدایہ، نہایہ اور در مختار" وغیرہ کے حوالوں سے مذکورہ باتوں کو مبرہن کیا گیا ہے۔

## ندی، نالے اور تالاب کا ٹھیکہ:

رہی یہ بات کہ مچھلیاں نکالنے کے لئے ندی، نالے، پوکھرا، تالاب کا ٹھیکہ، خواہ یہ چیزیں سرکاری ہوں یا نجی، قدرتی ہوں یا بنائی گئی ہوں، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

یوں عام طور پر ایسے تالاب و پوکھرا وغیرہ کو خریدنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ چیزیں خرید وفروخت نہیں ہوتیں، بلکہ ان سے مچھلی شکار کرنے کا حق واختیار فروخت ہوتا ہے، جو خریدتا ہے، ایک محدود مدت تک کیلئے خریدتا ہے، اس مدت میں اسے حق ہوتا ہے کہ مچھلیاں نکال کر خود کھائے یا فروخت کر دے۔

اگر اس مسئلہ کو یوں دیکھا جائے کہ یہ مچھلیوں کی بیع ہے تو اس کے احکام وہی ہیں جو گذشتہ صفحات میں بیان کر دئے گئے، لیکن اگر اسے تالاب، پوکھرا، ندی، نالہ کا ٹھیکہ (اجارہ) قرار دیا جائے تو اس پر احکام اجارہ کی حیثیت سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اب فقہاء عظام کی آراء ملاحظہ فرمائیں!

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"ولا يجوز إجارة الآجام والأنهار للسمك ولا لغيره، لأن المقصود استحقاق العين، ولأن السمك صيد مباح، فكل من أخذه فهو أحق به، وإنما يستحق على المؤاجر بالإجارة ما كان مستحقا له، ولأن المؤاجر يلتزم ما لا يقدر على ايفائه به، فإن أجرها للزراعة فهي ليست بصالحة لذلك، وإن أجرها للسمك فربما يجده المستأجر وليس في وسع الآجر أن يملكه من تحصيل ذلك"

(مچھلی وغیرہ کے شکار کے لئے جھاڑی وندی وغیرہ کا اجارہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مقصود عین کا استحقاق ہے اور مچھلی، مباح شکار ہے، جبکہ اجارہ کے ذریعہ اجرت پر دینے والے پر وہ چیز واجب ہوتی ہے جو اس کا حق رہا ہو، اور اس لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اجرت پر دینے والا اس چیز کا التزام کرتا ہے جس کی ادائیگی پر قادر نہیں، پس اگر وہ اسے زراعت کے لئے اجارہ پر دے تو وہ اس کے لائق نہیں، اور اگر مچھلی کے لئے اجارہ پر دے تو کبھی مستاجر مچھلی پائے گا، کبھی نہیں، اور اجرت لینے والے کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اس کی تحصیل پر قادر بنا دے)۔

اسی سے ملتی جلتی تفصیل امام کاسانی نے بھی لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اجارہ نفع کی بیع ہے، نہ کہ عین کی، لہذا اجارہ میں عین کا استہلاک نہیں ہونا چاہئے، ورنہ اجارہ صحیح نہ ہوگا، دیکھئے: (بدائع الصنائع ۴؍۱۷۵)۔

اجارہ کے مباحث دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ متفق ہیں، چنانچہ "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کے مصنف لکھتے ہیں:

ومما تقدم في المذاهب الأخرى تعرف العقود التي خرجت عن التعريف كالبيع والهبة والصدقة ونحو ذلك مما يكون العقد فيها على العين لا على المنفعة" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳؍۹۹)۔

(دیگر مذاہب کے بارے میں جو بات گزری، اس سے وہ معاملات بھی جان لئے گئے، جو اجارہ کی تعریف سے نکل گئے جیسے بیع، ہبہ،صدقہ، وغیرہ جن میں عقد،عین پر واقع ہوتا ہے نہ کہ منفعت پر)۔

اسی کتاب میں مسلک شوافع کے تحت لکھتے ہیں:

''اجارہ کی شرائط میں ہے کہ عقد اجارہ سے عین مقصود نہ ہو، مثلاً کوئی آدمی گائے کو دودھ کے لئے اجارہ پر لے، یہ عقد اس بات کو متضمن ہے کہ مقصود، دودھ حاصل کرنا ہے، اور دودھ عین ہے، عقد اجارہ کے ذریعہ اس کا بالقصد مالک نہیں ہوا جاسکتا، اس لئے کہ اعیان کی ملکیت، عقد اجارہ سے تبعاً حاصل ہوتی ہے (حوالہ بالا)۔

مزید آگے نقل کرتے ہیں:

''اسی کے مثل وہ صورت ہے جب کوئی کسی باغ کو پھل کے لئے اجارہ پر لے یا پانی کا گڑھا، مچھلی وغیرہ ان چیزوں کے لئے اجارہ پر لے جن میں منفعت عین مقصودہ ہو'' (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳؍ ۱۱۴)۔

اس سلسلے کے عام مباحث تو یہی ہیں جو مذکور ہوئے، لیکن امام ابن نجیمؒ اور دوسرے فقہاء کرام نے مچھلیاں شکار کرنے کیلئے تالاب وغیرہ کے ٹھیکہ میں کچھ اور باتیں بھی ذکر کی ہیں، جن کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

امام ابن نجیم فرماتے ہیں:

''مجھ سے اس شرح کی ''کتاب البیوع'' کی تالیف کے وقت ۹۶۸ھ میں سوال کیا گیا ایک جھیل کے بارے میں جو ''کوم الشمس'' کے کنارے میں واقع تھی اور حالیہ ''اوقاف یوسفی'' میں سے تھی کہ اس جھیل کا اجارہ، ناظم ونگراں کی طرف سے ان لوگوں کے لئے جائز ہے یا نہیں جو اس سے مچھلی شکار کرنا چاہیں؟ چنانچہ میں نے میرے پاس جو کتابیں تھیں، ان میں تلاش کیا، مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا، سوائے امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' کے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا

عبداللہ بن علی نے، انھوں نے اسحاق بن عبداللہ سے، انھوں نے ابوالزناد سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک جھیل کو اجارہ پر دینے کے متعلق خط لکھا جو عراق میں تھی اور جس میں مچھلیاں تھیں، حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اجارہ پر دیدو۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ ہم سے امام ابوحنیفہؒ نے بیان کیا، ان سے حمادؒ نے، حمادؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس لکھ کر سوال کریں کہ جھاڑیوں میں شکار کی بیع جائز ہے یا نہیں، عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں لکھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور انھوں نے اس کا نام ''حبس'' رکھا، لہذا اس بنا پر جھاڑیوں میں مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے، الاّ یہ کہ بیت المال کی زمین میں ہو، اسی کے ساتھ اراضی اوقاف بھی ملحق ہوں گی، لیکن ایک مدت کے بعد میں نے ''ایضاح'' میں اس کے اجارہ کا عدم جواز دیکھا'' (البحر الرائق ۶ر ۷۳)۔

علامہ شامیؒ ''منحۃ الخالق'' میں لکھتے ہیں:

'''' النہر الفائق'' میں ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مصر میں ایک چھوٹا حوض ہے، ''برکۃ الفھادۃ'' کے نام سے، اس میں مچھلیاں جمع ہوتی ہیں، کیا مچھلیاں شکار کرنے کے لئے اس کا اجارہ جائز ہے، ''البحر الرائق'' میں ''ایضاح'' سے اس کا عدم جواز منقول ہے، اور اس سے پہلے امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' سے ابوالزنادؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اجازت دی تھی، لیکن جو بات ''ایضاح'' میں ہے وہ قواعد فقہیہ کے زیادہ مناسب ہے، رملیؒ کہتے ہیں کہ ماسبق کی باتوں سے بیع کا مطلقا عدم جواز ثابت ہوا، خواہ مچھلیاں سمندر میں ہوں یا دریا میں یا جھاڑیوں میں اور وہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے عام ہے، خواہ بیت المال کی زمین میں ہو یا وقف کی زمین میں، اور جو'' کتاب الخراج'' میں امام ابو یوسف سے منقول ہے وہ بھی قواعد سے بعید نہیں، اس کا مرجع ایک مخصوص جگہ کا منفعت معلومہ ''شکار'' کے لئے جائز ہونا ہے اور جسے امام ابوحنیفہؒ نے حمادؒ سے بیان کیا ہے اس کی توجیہ مشکل ہے، اس لئے کہ وہ شکار سے پہلے مچھلی کی بیع ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ جھاڑیاں اسی کے لئے بنائی گئی تھیں، اور مچھلی اس میں

مقدور التسلیم تھی، پس غور کرلو اور اس تحریک کو سامنے رکھو، کیونکہ مسئلہ کثیرۃ الوقوع ہے، اس کے بارے میں سوالات بہت ہوتے ہیں'' (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ۶ / ۴۳)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے یہ ساری عبارتیں اور مباحث ''ردالمحتار'' میں بھی نقل کی ہیں اور خیر رملیؒ کی توجیہ وتاویل پر اشکال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لکن قوله غير بعيد الخ فيه نظر، لأن الإجارة واقعة على استهلاک العين، وسيأتى التصريح بأنه لا يصح إجارة المراعى، وهذا كذلک، ولذا جزم المقدسى بعدم الصحة واعترض البحر بما قلنا والله اعلم'' (ردالمحتار ۴ / ۱۱۹)۔

(رملیؒ کا قول ''امام ابو یوسفؒ کا بیان قواعد سے بعید نہیں الخ'' اس میں اعتراض ہے، کیونکہ اجارہ، استہلاک عین پر واقع ہوا ہے اور عنقریب صراحۃً آجائے گا کہ چراگاہ کا اجارہ صحیح نہیں، یہ بھی اسی طرح کا معاملہ ہے، اسی لئے مقدسی نے یقین کے ساتھ عدم صحت کی بات کہی ہے اور ''البحر الرائق'' پر وہی اعتراض کیا ہے جو ہم نے کیا، واللہ اعلم)۔

خلاصہ یہ کہ ندی، نالے، تالاب، خواہ وقف یا بیت المال کے ہوں یا نجی اور ذاتی ہوں، اجارہ صحیح نہ ہونے میں سب برابر ہیں، قواعد فقہیہ کی روشنی میں کسی کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ مچھلیوں کے شکار کے لئے اجارہ جائز ہو، اور حضرت عمرؓ کے فتوی کی بظاہر کوئی توجیہ وتاویل سمجھ میں نہیں آتی، سوائے اس کے کہ کہا جائے کہ وہ بعض صورتوں میں استہلاک عین کے باوجود، اجارہ کے جواز کے قائل تھے۔

ہاٹ بازار کا نیلام۔

ہاٹ بازار کا نیلام جو سرکار کی طرف سے ہوتا ہے وہ بیع نہیں ہے، بلکہ اجارہ ہے، وہ جگہ اور زمین کی منفعت کا کرایہ ہے، نیلامی میں لینے والا اس زمین کو یک مشت رقم پر کرایہ پر لیتا ہے اور دوکانداروں سے مختلف انداز سے تھوڑا تھوڑا اس طرح وصول کرتا ہے کہ ادا کردہ رقم سے زیادہ رقم اسے حاصل ہو جاتی ہے اور یہ اصل مالکان کی اجازت سے ہوتا ہے۔

چونکہ اس میں استہلاک عین نہیں، بلکہ تحصیل منفعت ہے اس لئے جائز ہے۔

## سرکاری زمین میں پیدا اجلاون کی فروختگی:

۱-سڑکوں کے کنارے یا کسی بھی سرکاری زمین میں جو درخت سرکار کی طرف سے لگائے گئے ہوں، سرکار ان کی مالک ہے، لہذا اس کی بیع وشراء درست ہے۔

۲-لیکن مذکورہ زمینوں میں جو درخت خودرو ہوں، کسی کے لگائے نہ ہوں، شرعاً ان کا کوئی مالک نہیں، جو لے لے اس کا ہے، ان درختوں کی نیلامی جائز نہیں ہے، نجی زمینوں میں اس قسم کے درخت ہوں تو ان کا بھی یہی حکم ہے، اس صورت میں یہ درخت مباح الاصل ہوجائیں گے، کسی کی ملکیت نہ ہوں گے، جو لے لیگا مالک ہوجائے گا ”**كأخذ الحطب والثمار من الجبال كالجوز والتين والفشق وغيرها**“ (فتح القدیر ۵/۴۰۹)۔

۳- اگر ان خودرو درختوں کی سرکار نے دیکھ بھال شروع کردی، ان کی نشونما اور حفاظت کا بندوبست کردیا، اسی طرح جس کی زمین میں یہ درخت نکلے ہیں اس نے ان کی دیکھ بھال (پانی دینا، کھاد ڈالنا، دوا چھڑکنا) وغیرہ شروع کردیا۔ تو وہ اس کا مالک ہوگیا، فروخت کرسکتا ہے، دوسرے کو لینے کا حق نہیں ہے۔

## سوالنامہ کے جوابات:

اولاً۔ جس عرف کا سوال میں تذکرہ ہے وہ قواعد شرع سے متصادم ہے، لہذا غیر معتبر ہے، یہ بیع جائز نہیں ہے، لیکن ندی نالوں اور تالابوں میں پائی جانے والی مچھلیاں چونکہ مباح الاصل ہوتی ہیں، جو شکار کرے، اسی کی ہوجاتی ہیں، اس لئے ٹھیکہ دار جن مچھلیوں کو شکار کرکے فروخت کرے گا، ان کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔

۲-مچھلیاں شکار کرکے فروخت کرنے کے لئے تالاب حوض وغیرہ کا اجارہ جائز نہیں

ہے، کیونکہ یہ عین کا استہلاک ہے، جبکہ اجارہ عقدِ منفعت ہے۔

یہ جواب ہر صورت میں ہے، خواہ حوض و تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہو اور اس نے اس میں مچھلیاں پالی ہوں، یا سرکاری ہو اور سرکار کی طرف سے اس میں مچھلیاں پالی گئی ہوں۔

۴- ٹھیکہ و اجارہ، دینا لینا تو اس صورت میں بھی جائز نہیں، البتہ مچھلیوں کے آنے کے بعد حوض یا تالاب کا راستہ بند کر دیا، جس سے وہ مچھلیاں واپس جانے پر قادر نہیں رہیں تو وہ ان مچھلیوں کا مالک ہو گیا، نکال کر فروخت کر سکتا ہے، پانی میں رہتے ہوئے فروخت کرنا جائز نہیں، لیکن اگر راستہ بند نہیں کیا تو ان مچھلیوں کا مالک نہیں ہوا، شکار کرنے کے بعد مالک ہو جائے گا، لہذا فروخت کر سکتا ہے۔ پانی میں رہتے ہوئے، غیر مملوک اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع جائز نہیں ہوگی۔

☆☆☆

# مچھلی کی خرید وفروخت سے متعلق چند مسائل

مولانا اشتیاق احمد اعظمی ☆

عام طور پر آج یہ متعارف ہے کہ ندی، نالے اور نہریں کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں، بلکہ سرکاری ہیں ان کو حکومت کسی خاص شخص کو کوآپریٹیو سوسائٹی، یا مقامی پنچایتوں کے ہاتھ متعین مدت کے لئے بندوبست کردیتی ہے اور یہ لوگ سرکار کو معاوضہ دے کر ہی خاص حصہ سے حاصل ہونے والی مچھلی نکالتے ہیں اور خود استعمال کرتے ہیں، یا فروخت کردیتے ہیں، یہ مچھلی ضروری نہیں کہ اس ندی، نالے یا تالاب میں پرورش کی گئی ہو، سیلاب کے آمد ورفت کے ساتھ یہ مچھلیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں، آیا ان مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر انہیں نکالے ہوئے جائز ہے یا ناجائز؟

ان مچھلیوں کی بیع وشراء کے جواز یا عدم جواز کو جاننے کے لئے ہمیں بیع کے سلسلے میں ان ضوابط اور اصولوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا جن کا فقہاء کرام نے اس سلسلے میں ذکر کیا ہے، مچھلیاں یہاں چونکہ مبیع بن رہی ہیں، اس لئے ہمیں سب سے پہلے بیع سے متعلق اصول وضوابط یا شرائط کو دیکھنا ہوگا کہ فقہاء کرام نے نہ صرف مبیع، بلکہ دیگر امور سے متعلق بھی شرطوں کو بہ تفصیل ذکر فرمایا ہے، چنانچہ شامی میں ہے: "**وذكر في البحر أن شرائط البيع أربعة أنواع شرط انعقاد ونفاذ وصحة لزوم**" (شامی ۸/۴)۔

چنانچہ شرط انعقاد کے ذیل میں عاقد، نفس عقد، مکان عقد اور معقود علیہ میں سے ہر

---

☆ مدرس شعبۂ عربی، دارالعلوم مئو۔

ایک سے متعلق شرطیں ہیں۔ہم یہاں صرف معقود علیہ سے متعلق شرائط کا ذکر کریں گے۔

## مبیع سے متعلق شرائط:

فقہاء احناف کے نزدیک معقود علیہ سے متعلق چند شرطوں کا ذکر ہمیں ملتا ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱- یہ کہ مبیع موجود ہو، لہذا معدوم کی بیع منعقد نہ ہوگی۔

۲- یہ کہ مبیع ایسی شئ ہو جس سے ملک متعلق ہوتی ہو، چنانچہ گھاس کی بیع منعقد نہ ہوگی، اگرچہ وہ کسی کی مملوکہ زمین میں ہو، کیونکہ وہ مباح الاصل ہے۔

۳- یہ کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو اگر وہ خود بیع کر رہا ہو یا اس کے مؤکل کی ملکیت میں ہو، چنانچہ بیع سلم کے علاوہ کسی اور جگہ غیر مملوک کی بیع منعقد نہ ہوگی (اس کے لئے بھی از ابتداء تا انتہا بازار میں پایا جانا ضروری ہے)

۴- یہ کہ مبیع شرعاً مال متقوم ہو، چنانچہ خمر وغیرہ کی بیع منعقد نہ ہوگی کہ جس سے شرعاً انتفاع مباح نہ ہو۔

۵- یہ کہ بائع مبیع کی حوالگی وتسلیم پر فوری طور پر قادر ہو (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/۱۶۶، شامی ۴/۷)۔

مذکورہ بالا شرائط کو سامنے رکھکر مچھلیوں کی بیع وشراء جن کا ذکر سوال نمبر۱ میں ہے، جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ مچھلیوں کو شکار کئے بغیر بیچنے کی صورت میں شرائط نمبر۱ و نمبر۳ اور نمبر۵ کا فقدان ہے۔

## ندی، نالے اور تالاب کی مچھلیاں شکار سے پہلے کسی کی مملوک نہیں ہیں:

ندی، نالے سے مچھلیاں شکار کئے بغیر فروخت کردی جائیں تو نہ صرف یہ کہ غیر مملوک

کی بیع ہے، بلکہ معدوم کی بیع ہے، جیسے غیر مملوک کی بیع درست نہیں ہے، ایسے ہی معدوم کی بیع ناجائز ہے۔

وہ تالاب، ندی اور نالے جنھیں مچھلی پالنے اور شکار کے مقصد سے نہیں بنایا گیا ہے، ان میں پالی جانے والی مچھلیاں شکار کئے بغیر کسی کی مملوک نہیں بن سکتیں، ''فتح القدیر شرح ہدایہ'' میں ہے:

''سمندر یا دریا میں پائی جانے والی مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے، سوا گر کسی کے پاس تالاب ہو اور مچھلیاں ان میں داخل ہوگئی ہوں تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے اس تالاب کو مچھلی کے شکار کے لئے بنایا ہوگا یا نہیں، اگر اس نے اسی مقصد کے لئے بنایا اور مچھلیاں اس میں داخل ہوگئیں تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور کسی کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ بغیر مالک کی اجازت کے اس کا شکار کرے اور اگر اس مقصد کے لئے نہیں بنایا تو جو مچھلیاں از خود اس میں داخل ہوں گی وہ ان کا مالک نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا فروخت کرنا جائز ہوگا، کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہوا'' (فتح القدیر ۶/۴۹)۔

درمختار میں ہے: اگر اس تالاب کو مچھلیوں کے شکار کے لئے بنایا ہے اور مچھلیاں اس تالاب میں داخل ہوگئیں تو وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہوگا، اور کسی کو ان مچھلیوں کو لینے کا حق نہیں ہوگا، لیکن اگر اس نے تالاب اس مقصد کے لئے نہیں بنایا ہے تو داخل ہونے والی مچھلیاں اس کی مملوک نہ ہوں گی اور اسی عدم ملک کے باعث ان مچھلیوں کی بیع جائز نہ ہوگی۔

''وفسد بيع سمک لو بالعرض، وإلا فباطل لعدم الملک'' معلوم ہوا کہ بغیر شکار کی گئی مچھلی کی بیع اگر عرض (سامان) کے عوض میں ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر عرض کے عوض میں نہ ہو تو یہ بیع باطل ہوگی، کیونکہ مبیع اس صورت میں مملوک نہیں (درمختار مع شامی ۴/۱۴۶)۔

علامہ شامی نے ''درمختار'' کی مذکورہ بالا عبارت کے موقعہ پر تحریر فرمایا:

''ظاهره أن الفاسد بيع السمک بالقبض، وفيه أن بيع ما ليس في

ملكه باطل كما تقدم، لأنه بيع المعدوم، والمعدوم ليس بمال، فينبغي أن يكون بيعه باطلا'' (شامی ۴؍۱۴۷)۔

''درمختار'' کی عبارت کا ظاہری مفہوم تو یہ ہوا کہ مچھلی کی بغیر شکار کئے ہوئے بیع فاسد ہے، اوراس کے بیچنے میں اگر مشتری اس پر قبضہ کرلے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ مچھلی کے شکار سے پہلے بیع تو غیر مملوک کی بیع ہے۔ تو اسے بیع باطل ہونا چاہئے، کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے اور معدوم مال نہیں ہوتا تو مناسب ہے کہ یہ بیع باطل ہو، ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ مچھلیوں کی خرید وفروخت انہیں شکار کرنے سے پہلے غیر مملوک اور معدوم کی بیع ہے اور معقود علیہ جب غیر مملوک اور معدوم ہو تو بیع کا انعقاد ہی نہیں ہوتا۔

اس کے ساتھ مذکورہ بالا صورت میں مبیع غیر مقدور التسلیم بھی ہے اور بیع کے انعقاد کے منجملہ شروط میں سے مبیع کا مقدور التسلیم ہونا بھی ہے۔ ''ہدایہ'' کی شرح ''فتح القدیر'' میں ہے:

''وإن لم يؤخذ إلا بحيلة لا يجوز بيعه لعدم القدرة على التسليم عقيب البيع'' (فتح القدیر ۶؍۴۹)۔

(اگر مچھلیوں کو بغیر حیلہ کے نہ پکڑا جا سکتا ہو تو ان کی بیع جائز نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں بیع کے بعد مبیع کی تسلیم اور حوالگی پر بائع کو قدرت نہ ہوگی)، نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (المغنی ۴؍۲۲۴، سبل السلام للصنعانی ۳؍۸۰۷)۔

## غیر مملوک کی بیع احادیث کی روشنی میں:

کتب احادیث میں ہمیں دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں ایک تو عام احادیث جن سے کسی بھی غیر مملوک کی بیع ناجائز معلوم ہوتی ہے، دوسرے خصوصی احادیث جن میں مچھلی کے پانی میں رہتے ہوئے خرید وفروخت سے روکا گیا ہے۔

پہلی قسم کی حدیث میں سے حکیم ابن حزم سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان

سے فرمایا: "لا تبع ما لیس عندک" (رواہ الخمسہ بحوالہ منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ۵/ ۱۵۵)۔

علامہ شوکانی "نیل الاوطار" میں "ما لیس عندک" پر تحریر فرماتے ہیں: "أی مالیس فی ملکک و قدرتک" (جو چیز تمہاری ملکیت اور قدرت میں نہ ہو وہ حرام ہے)

دوسری روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہے جس میں یہ الفاظ وارد ہیں:

"قال رسول اللہ ﷺ: لا یحل سلف و بیع ولا شرطان فی بیع ولا ربح مالم یضمن ولا بیع مالیس عندک" (سبل السلام ۳/ ۸۰۹)۔

"وعن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع الحصاۃ و بیع الغرر" (رواہ مسلم ۲/ ۲ صحیح مسلم مع النووی)۔

علامہ نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"رہی بات غرر سے نہی تو کتاب البیوع کے اصولوں میں سے ایک بہت بڑا اصول اور ضابطہ ہے، اس ضابطہ کے ماتحت بے شمار مسائل آتے ہیں۔ جیسے بھاگے ہوئے غلام، معدوم، مجہول اور غیر مقدور التسلیم کی خرید و فروخت اور ایسی چیز کی بیع جس پر بائع کی ملکیت قائم نہ ہو اور ماء کثیر کے اندر مچھلی کی بیع" (شرح النووی علی صحیح مسلم)۔

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے خرید و فروخت کے سلسلے میں ان ضوابط و قوانین کو بروئے کار لانے کی ہدایت کی ہے جس سے متعاقدین میں سے کسی کو نقصان اور خسارہ وغیرہ کی نوبت نہ آنے پائے، چنانچہ ان تدابیر کو اختیار کر کے جن کا ذکر شرائط انعقاد کے اندر ہوا، متعاقدین میں سے ہر ایک خسارہ سے بچ سکتا ہے اور جانبین میں سے ہر ایک اپنے دامن کو دوسرے کے مال و متاع کو باطل اور ناجائز طور سے استعمال کرنے کے بدنما داغ سے بچا جا سکتا ہے، بیع غرر سے نہی کا ورود اسی منشا کی تکمیل کا متقاضی ہے، چنانچہ آں حضور ﷺ نے ان تمام اقسام بیوع سے واضح طور پر منع فرمادیا جن کا رواج دور جاہلیت میں تھا۔ بیع مزابنہ، محاقلہ، مخابرہ، ملامسہ، مخاصرہ، اور نہ جانے اس جیسی کتنی بیوع جاہلی دور میں مروج تھیں۔

حضور ﷺ نے ان سب کی نہی فرمادی۔

مذکورہ بالا عمومی احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ کسی غیر مملوک، معدوم اور غیر مقدورالتسلیم کی بیع درست نہ ہوگی۔ مچھلی کی ماء کثیر کے اندر رہتے ہوئے خرید وفروخت بھی غیر مملوک بلکہ معدوم اور غیر مقدورالتسلیم شئ کی بیع ہے، لہذا شکار سے پہلے ان کی خرید وفروخت درست نہ ہوگی۔ رہی خصوصی احادیث، تو اس ضمن میں ہمیں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ملتی ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے: "عن ابن مسعود أن النبي ﷺ قال: لا تشتروا السمک في الماء، فإنه غرر" (مسند احمد ۱/ ۳۸۸)۔

(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانی کے اندر موجود مچھلی کو نہ خریدو، کیونکہ اس میں غرر ہے)۔ اس باب سے متعلق مزید مباحث کے لئے دیکھئے: (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/ ۱۶۷، شامی ۴/ ۷، فقہ السنہ ۳/ ۶۳)۔

## خلاصہ بحث:

ندی، نالے اور ایسے تالاب جن کو بطور خاص مچھلی پالنے اور شکار کے مقصد سے نہ بنایا گیا ہو تو ان میں موجود مچھلیوں کی خرید وفروخت شکار سے قبل ناجائز ہوگی، کیونکہ اس شکل میں یہ بیع معدوم اور غیر مملوک کی بیع ہے، نیز مبیع غیر مقدورالتسلیم ہے اور مزید برآں مبیع مجہول بھی ہے ان خرابیوں کے پیش نظر یہ بیع مطلقاً صحیح نہیں مانی جاسکتی اگرچہ عرف میں اس کا کتنا ہی رواج کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ عرف ان نصوص شرعیہ سے براہ راست متصادم اور متعارض ہے جن کا ذکر (غیر مملوک کی بیع احادیث کی روشنی میں) کیا گیا ہے۔ مجموعۂ رسائل ابن عابدین میں ہے:

"إذا خالف العرف الدليل الشرعي فإن خالفه من كل وجه بأن لزم منه ترک النص فلا شک في رده کتعارف الناس کثيراً من المحرمات من الربا و غير ذلک مما ورد تحريمه نصاً" (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۱۶)۔

## ٹھیکیدار کا ندی، نالے اور تالاب کی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد بیچنے کا حکم:

اوپر کی مکمل بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ بالا صورت معاملہ میں سرکار کا ندی، نالے، اور تالاب کی مچھلیوں کو شکار کئے بغیر بیچنا درست نہیں ہے۔

اس سے قبل یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ندی، نالے اور تالاب جن کے اندر مچھلیوں کو پالنے کا نظم نہیں کیا گیا ہے یہ مچھلیاں، شکار سے قبل کسی کی بھی ملکیت نہیں، بلکہ مباح الاصل ہیں، جو شخص آگے بڑھ کر انہیں پکڑ لے اور شکار کر لے ان کا مالک بن جائے گا، تفصیل کے لئے دیکھئے: (شامی ۴؍۱۴۷)۔

تصریحات بالا کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ سرکار یا کوئی بھی دوسرا شخص ندی، نالے اور عوامی تالاب کی مچھلیوں کا شکار سے قبل مالک نہیں ہوا کرتا جو شخص ان مچھلیوں کا شکار کرے وہی اس کا مالک بن جائے گا۔

ٹھیکہ دار کا سرکار سے مچھلیوں کا خریدنا تو بیکار اور کالعدم رہا، البتہ جب اس نے مچھلیوں کو شکار کر لیا تو وہ ان کا مالک بن گیا، اس لئے وہ ان مچھلیوں کو دوسروں کے ہاتھ بیچنے میں حق بجانب ہوگا۔ اور کسی مسلمان کا پوری صورت حال کو جاننے کے باوجود خریدنا بھی درست ہوگا۔

ٹھیکہ دار کے اس بیع کے جواز کا فتویٰ۔ ''فتاویٰ دار العلوم دیو بند'' (۶، ۷؍۲۴) میں مذکور ہے، نیز حضرت مولانا تھانویؒ نے بھی اس کا جواز تحریر فرمایا ہے (امداد الفتاویٰ ۳؍۴۸-۴۹)۔

## نجی تالاب یا حوض میں پالی ہوئی مچھلیوں کے بیع کا حکم:

جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلیاں پالتا ہے تو وہ اس کی مملوک ہیں، ان مچھلیوں کی فروخت اسوقت جائز ہوگی جب کہ ان کے پکڑنے میں کسی حیلہ کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ مبیع اس صورت میں مملوک ہونے کے ساتھ ساتھ مقدور التسلیم

بھی ہے، لیکن مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا۔

''مجمع الانہر'' میں یہ عبارت مذکور ہے:

''وأمكن أخذه بلا حيلة صح بيعه لكونه مقدور التسليم لكن إذا سلمه إلى المشترى فله خيار الروية'' (۵۵/۲)۔

شامی میں ہے:

''وإلا فلا لعدم القدرة على التسليم'' (شامی ۱۴۷/۴)۔

اور اگر نجی حوض یا تالاب کی مچھلیاں بدون حیلہ نہیں پکڑی جاسکتی ہوں تو ان کی بیع درست نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں مبیع غیر مقدور التسلیم ہے۔

حنابلہ کے یہاں نجی حوض یا تالاب کی مچھلیوں کے بیع کے جواز کا قول ملتا ہے، لیکن ان کے یہاں اس جواز کیلئے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی کے الفاظ میں:

''پانی کے اندر مچھلی کی بیع کے جواز کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں: ۱۔ مچھلی مملوک ہو، ۲۔ پانی اس قدر رقیق اور صاف و شفاف ہو کہ مچھلیوں کے مشاہدہ اور معرفت میں کسی طرح کی روکاوٹ نہ ہو، ۳۔ یہ کہ ان مچھلیوں کا (بغیر حیلہ کے) پکڑنا اور شکار کرنا ممکن ہو اور اگر یہ ساری شرطیں پائی جارہی ہوں تو مچھلیوں کی بیع حنابلہ کے نزدیک جائز ہوگی، ورنہ نہیں'' (المغنی ۱۴۲/۴)۔

## ذاتی اور عوامی تالاب از خود پیدا ہونے والی مچھلیوں کی بیع کا حکم:

تالاب یا حوض، خواہ نجی ملکیت کے ہوں یا عوامی زمرہ کے ان میں جو مچھلیاں پالے بغیر از خود بارش وغیرہ کیوجہ سے آجایا کرتی ہیں وہ کسی کی مملوک نہیں ہوا کرتیں، بلکہ وہ مباح الاصل ہوتی ہیں، اس لئے شکار سے قبل ان کی بیع باطل ہوگی، کیونکہ یہ غیر مملوک کی بیع ہے۔

نجی تالاب وحوض ہوں یا عوامی ان میں مچھلیوں کے داخل ہوجانے کے بعد اگر ان کے ... کی کسی شخص کی طرف سے کوئی سبیل کرلی گئی ہو تو وہ ان کا مالک ہوجائے گا، اب اگر ان

مچھلیوں کو بغیر حیلہ کے شکار کرنا اور پکڑنا ممکن ہوتو ان کی بیع وشراء بھی جائز ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں مبیع مملوک ہونے کی ساتھ مقدور التسلیم بھی ہے۔

''شامی''میں ہے:

''إلا أن یسد الحظیرة إذا دخل فحینئذ یملک، ثم إن أمکن أخذه بلا حیلة جاز بیعه، وإلا فلا'' (شامی ۴/ ۱۴۷،نیز دیکھئے:فتح القدیر۶/ ۴۹)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مچھلیاں جب تالاب یا حوض میں داخل ہوجائیں اوران کے روکنے کی سبیل اختیار کرلی گئی ہوتو وہ مملوک ہوجائیں گی، اس صورت میں اگر تالاب یا حوض اس انداز کا ہو کہ مچھلیاں بغیر حیلہ کے پکڑی جاسکتی ہوں تو ان کی بیع درست ہوگی ''لکون المبیع مملوکا ومقدور التسلیم'' اور اگر تالاب یا حوض کا مدخل بند تو کردیا گیا، لیکن مچھلیاں بغیر حیلہ کے نہیں پکڑی جاسکتیں تو اس صورت میں بیع فاسد ہوگی، کیونکہ مبیع غیر مقدور التسلیم ہے، اور اگر مچھلیوں کو روکنے کی کوئی سبیل اختیار نہیں کی گئی تو اس صورت میں ان مچھلیوں کی بیع باطل ہوگی ''لکون المبیع غیر مملوک''۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع وشراء

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

۱-آج کل جو مچھلیاں منڈی میں فروخت کی جاتی ہیں ان کا ایک بڑا حصہ ان ندی اور نالوں سے آتا ہے جن کے مختلف رقبے حکومت کی طرف سے کسی خاص شخص کو کوآپریٹیو سوسائٹی یا مقامی پنچایتوں کے ہاتھ معین مدت کے لئے ٹھیکہ پر دئے جاتے ہیں اور یہ لوگ سرکار کو معاوضہ دے کر خاص حصہ سے حاصل ہونے والی مچھلی نکالتے ہیں، حالانکہ ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیاں نہ اس غرض سے پالی گئی ہوتی ہیں اور نہ ان کے روکنے کا کوئی بندوبست کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سیلاب کی آمد ورفت کے ساتھ آتی اور جاتی رہتی ہیں، یہ مچھلیاں چونکہ کسی کی ملک نہیں ہوتیں، اس لئے بغیر شکار کئے ہوئے پانی کے اندر ہی ان کی بیع بیع باطل ہے، کیونکہ بیع کے لئے مبیع سے متعلق کچھ شرائط ہیں ان میں سے ایک مبیع کا بائع کی ملک میں ہونا بھی ہے، نیز مبیع کا مقدور التسلیم ہونا بھی شرط ہے، ''شامی'' میں ہے:

''معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ وہ موجود اور مال متقوم ہو، نیز فی نفسہ مملوک ہو اور اس پر اس شخص کی ملکیت ہو جو اس کو اپنے لئے بیچ رہا ہے، نیز اس کی سپردگی زیر قدرت ہونا بھی ہے'' (شامی ۴/۵)۔

علامہ صنعانی نے بھی ''سبل السلام'' میں اس کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

''وقد جعلوا شروط البيع أنواعا فيها فى العاقد وهو أن يكون عاقلا

---

☆ خادم التدریس، جامعہ تعلیم الدین، رگھوناتھ پورہ، مئو۔

ممیزاً وفیها فی الآلة وهذا أن یکون بلفظ الماضی وفیها فی المحل وهوأن یکون مالا متقوما وأن یکون مقدور التسلیم" (سبل السلام ۸۸/۷)۔

(فقہاء نے بیع کی شرطیں کئی طرح کی رکھیں ہیں ان میں بعض عاقد کے حق میں ہے اور وہ یہ ہے کہ عاقد (معاملہ کرنے والا) عاقل اور صاحب تمیز ہو اور بعض الفاظ وصیغہ سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ لفظ ماضی کا ہو اور بعض شرطیں محل سے متعلق ہیں وہ یہ ہے کہ محل بیع مال متقوم ہو اور اس کی سپردگی قدرت میں ہو)۔

مذکورہ بالا صورتوں میں چونکہ مچھلیاں ٹھیکہ دینے والے یا بائع کی ملک نہیں ہوتیں اور نہ ہی مقدور التسلیم ہوتی ہیں، اس لئے ان کی بیع درست نہیں ہے، جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے:

"ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد؛ لأنه باع مالا یملکه ولا فی حظیرة إذا کان لا یؤخذ إلا بصید؛ لأنه غیر مقدور التسلیم" (ہدایہ ۳/ ۴۴)۔

(مچھلی کی فروخت شکار سے قبل جائز نہیں ہے، کیونکہ آدمی ایسا سامان بیچ رہا ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے اور نہ ہی تالاب کے اندر کی مچھلی کا بیچنا درست ہے، جبکہ اس کو شکار کے عمل کے بغیر حاصل نہ کیا جاسکے، کیونکہ اس صورت میں وہ زیر قدرت نہیں)۔

نیز علامہ شامیؒ نے بھی اس کی وضاحت کی ہے (دیکھئے: شامی ۴/ ۶)۔

حکیم بن حزامؓ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں:

"قلت یا رسول اللہ ﷺ یأتینی الرجل فیرید منی المبیع لیس عندی فاتباع له من السوق قال: لا تبع مالیس عندک" (ابوداؤد ۳/ ۳۵۰)۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یحل سلف وبیع ولا شرطان فی بیع ولا ربح ما لم یضمن ولا بیع ما لیس عندک" (ابوداؤد ۴/ ۳۵۰)۔

(مبیع اور قرض نیز بیع دو شرطوں کے ساتھ اور جو چیز ضمان میں داخل نہ ہو اس کا نفع اور

جو سامان اپنے پاس نہ ہو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے)۔

نیز کثیر پانی کے اندر والی مچھلیوں کی بیع قبل شکار درست نہیں ہوگی، کیونکہ بیع غرر سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے:

"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: نهی رسو ل الله ﷺ عن بيع الحصاة و عن بيع الغرر" (صحیح مسلم ۱۰/۴۵۶)۔

اس کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"بیع غرر اور دھوکہ کی بیع سے ممانعت پر بیع کے اصول میں ایک بڑی اصل ہے اسی لئے امام مسلم نے اس کو پہلے ذکر فرمایا ہے، اس میں بہت سے ان گنت مسائل داخل ہیں، جیسے بھگوڑے غلام کی فروخت اور معدوم ومجہول کی، نیز اس کی جس کی سپردگی زیر قدرت نہ ہو اور جس پر بائع کی ملکیت مکمل نہ ہو، اسی طرح مچھلی جو پانی کے اندر ہو اس کی فروخت" (دیکھئے: صحیح مسلم مع شرح نووی ۱۰/۴۵۶)۔

حافظ ابن حجرؒ نے بھی "بیع السمک فی الماء" کو بیع غرر میں شمار کیا ہے (فتح الباری ۴/۳۵۷)۔

نیز امام ترمذیؒ نے مذکورہ حدیث کی روایت کے بعد امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے:

"وقال الشافعی من بیع الغرر بیع السمک فی الماء" (سنن ترمذی)۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں صراحۃً پانی کے اندر مچھلیوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے: "عن عبد الله بن مسعودؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر" (مسند احمد ۱/۳۸۸)۔

اگرچہ اس حدیث کے متعلق "بیہقی ودار قطنی" وغیرہ کا کلام موجود ہے اور ان لوگوں نے اسے موقوف قرار دیا ہے، لیکن علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"وقد روی أبو بکر بن أبی عاصم عن عمران ابن حصینؓ حدثنا

مرفوعاً، وفیه النهی عن بیع السمک فی الماء، فهو شاهد لهذا" (نیل الاوطار ۵/ ۲۴۳)۔

مذکورہ بالا صورت اگر چہ ٹھیکہ اور اجارہ کی نوعیت رکھتی ہے اور یہ اجارہ حدیث معلومہ میں منفعت مخصوصہ معلومہ، یعنی شکار کے لئے ہوتا ہے، لیکن چونکہ یہ اجارہ مستلزم لاستہلاک العین ہے اس بنا پر یہ صورۃ اجارۃ بھی درست نہیں ہوگی۔

"الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح فلا تجوز على استئجارا الآجام والحياض لصيد السمک" (شامی ۵/ ۳۹)۔

(اجارہ اگر عین سامان پر ہو تو صحیح نہیں ہوتا، لہذا پانی کے حوض وغیرہ کا اجارہ مچھلی کے شکار کے لئے درست نہیں ہے)۔

"ولم تجز إجارة بركة ليصاد فيها السمک" (شامی ۴/ ۱۰۶)۔

(اور کسی تالاب کا اجارہ مچھلی کے شکار کی غرض سے جائز نہیں ہے)۔

رہا یہ مسئلہ کہ آج کل مچھلیوں کی بیع اور ٹھیکہ داری کی یہ صورت ایک عرف عام بن چکی ہے، لیکن چونکہ یہ عرف نصوص صریحہ مذکورہ "لا تبع ما ليس عندک، ونهى عن بيع الغرر، لا تشتروا السمک فی الماء، نهى عن بيع السمک فی الماء" سے متصادم ہے، اس لئے اس عرف کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

"إذا خالف العرف الدليل الشرعي فإن خالفه من كل وجه بأن لزم منه ترک النص فلا شک فی رده" (نشر العرف لابن عابدین ۲/ ۱۱۶)۔

(جب کوئی عرف دلیل شرعی کے خلاف ہو تو اگر پورے طور پر مخالف ہو کہ اس کی وجہ سے نص کا ترک لازم آتا ہو تو ایسے عرف کے مردود ہونے میں شک نہیں)، نیز دیکھئے: (المدخل الفقہی العام ۲/ ۸۷۷)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ندی، نالے یا نہروں میں پائی جانے والی مچھلیوں کا شکار سے پہلے بیچنا

یا ٹھیکہ پر دینا درست نہیں، کیونکہ اس سے درج ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱- بیع مالا یملک۔

۲- بیع مالا یقدر علی تسلیمہ۔

۳- بیع غرر۔

۴- نص صریح کی مخالفت۔

اس لئے مذکورہ بالا صورت بیع یا اجارہ باطل ہوگی۔

۲- ندی، نالے یا نہریں جو کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہوتیں اور سرکاران کو معاوضہ پر شکار کرنے کے لئے دیدیتی ہے اگرچہ ٹھیکہ داری درست نہیں ہے، مگر چونکہ ان میں پائی جانے والی مچھلیاں مباح الاصل ہوتی ہیں جو ان کا شکار کرلے وہی ان کا مالک ہوجاتا ہے، اس لئے جب ٹھیکہ لینے والا یا کوئی بھی شخص ان مچھلیوں کا شکار کرلے اور اس طرح اپنی تحویل میں لے لے کہ مشتری کے حوالہ کرسکے تو پھر اس کا ان مچھلیوں کو بیچنا درست ہوگا۔ اور کسی مسلمان شخص کا اس ٹھیکہ دار سے پوری صورت حال جاننے کے باوجود خریدنا جائز ہوگا۔

''غیر شکار شدہ مچھلی کی فروخت فاسد ہے اگر سودا سامان کے عوض ہو اور اگر نقد کے عوض ہو تو باطل ہے، کیونکہ ایسی مچھلی مملوک نہیں۔ اسی طرح جس کو شکار کرکے ایسی جگہ رکھدیا جائے کہ وہاں سے بغیر تدبیر کے حاصل نہ کیا جاسکے تو بھی یہی حکم ہے، کیونکہ اس صورت میں سپردگی سے عجز پایا جارہا ہے۔ اور اگر تدبیر کے بغیر پکڑ ناممکن ہے تو صحیح ہے اور خریدنے والے کو خیار رویت حاصل ہوگا، البتہ اگر خریدنے والا خود پکڑ سکے تو صحیح ہے'' (درمختار مع ردالمحتار ۴/ ۱۰۶)۔

اس طرح ٹھیکہ پر حاصل کی ہوئی ندی نہروں سے شکار کے بعد مچھلیوں کی خرید وفروخت کا جائز ہونا فتاویٰ دار العلوم (۷/ ۲۴) وامداد الفتاویٰ (۳/ ۴۸، ۴۹) میں بھی مذکور ہے۔

۳- ایسے حوض یا تالاب جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہوتے ہیں اور وہ شخص باقاعدہ ان

میں مچھلیاں پالتا ہے تو اس صورت میں وہ ان مچھلیوں کا مالک ہے، بغیر اس کی اجازت کے کسی اور شخص کا کسی بھی طرح کا تصرف ان مچھلیوں پر جائز نہیں۔

لیکن خود اس شخص کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ ان حوض یا تالاب کی مچھلیوں کو نکالنے سے پہلے پانی کے اندر ہی کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے یا معاوضہ لیکر کسی اور کو ان مچھلیوں کے شکار کا ٹھیکہ دے۔ کیونکہ یہ صورت اگرچہ "بیع مالیس عندک" کو متضمن نہیں ہے، مگر غرر سے خالی نہیں اور عجز عن التسلیم کو متضمن ہے۔

البتہ اگر اس طرح کے نجی تالاب یا حوض اتنے چھوٹے ہیں کہ مچھلیاں نظر آتی ہوں اور بغیر حیلہ کے انہیں پکڑا جا سکتا ہے تو پھر ان مچھلیوں کی بیع پانی کے اندر بھی درست اور جائز ہوگی، تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتح القدیر ۶/۴۹)، نیز اس بحث کے لئے "مغنی مع الشرح الکبیر" (۴/۱۸۱) کو بھی دیکھا جائے۔

"پانی کے اندر کی مچھلی کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ تین شرطیں پائی جائیں: ایک یہ کہ مملوک ہو، دوسرے یہ کہ پانی رقیق ہو جس کی وجہ سے اندر کی مچھلی کا دیکھنا اور سمجھنا ممکن ہو، تیسرے یہ کہ اس کا شکار اور اس کا حاصل کرنا بآسانی ممکن ہو۔

جب یہ تینوں شرطیں پائی جائے گی تو فروخت درست ہوگی اور اگر ایک شرط بھی کم ہوئی تو جائز نہیں" (المغنی مع الشرح الکبیر ۴/۱۸۱)۔

۴- ایسے حوض یا تالاب جو مچھلیاں پالنے کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں، بلکہ ان میں مچھلیاں از خود بارش وغیرہ کے پانی کے ساتھ آ جاتی ہیں وہ تالاب یا حوض، خواہ نجی اور شخصی ملکیت کے ہوں یا عوامی، ان میں پائی جانے والی مچھلیاں کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں، ایسی مچھلیوں کا پانی میں رہتے ہوئے بیچنا درست نہیں ہے اور نہ ایسے تالاب یا حوض کو ٹھیکہ پر دینا ہی جائز ہے۔

البتہ اگر نجی اور شخصی حوض جن میں مچھلیاں از خود آ گئی ہیں اگر ان کا مالک مچھلیوں کے آنے کے بعد ان کو روکنے کا بندوبست کرتا ہے تو پھر وہ ان کا مالک ہو جائے گا، اب اگر وہ حوض یا

تالاب اتنا چھوٹا ہے کہ ان میں مچھلیوں کی مقدار مجہول نہ رہ جائے اور بغیر حیلہ اصطیاد کے ان مچھلیوں کو مشتری کے حوالہ کرنا آسان ہو تو پھر ان حوض یا تالاب کی مچھلیوں کی بیع قبل الاصطیاد درست ہوگی۔

اور اگر وہ نجی حوض یا تالاب بڑے ہیں جن میں مچھلیوں کی مقدار معلوم نہ ہو سکے اور بغیر حیلہ اصطیاد (شکار کی تدبیر کے بغیر) انہیں مشتری کے حوالہ بھی نہ کیا جا سکے تو قبل اصطیاد (شکار سے قبل) ان کا بیچنا درست نہیں ہوگا (فتح القدیر ۶/۴۹، نیز شامی ۴/۱۰۶)۔

☆☆☆

# شکار سے قبل مچھلیوں کی خرید وفروخت

مولانا مجیب الغفار اسعد اعظمی

''بیع کے چند مسائل'' کے تحت شکار سے قبل مچھلیوں کی خرید وفروخت اور اس سلسلہ میں ندی، نالے، تالاب وغیرہ کے اجارہ اور ٹھیکہ سے متعلق سوالنامہ پر کتب حدیث وفقہ وفتاویٰ کی تصریحات کی روشنی میں غور وخوض کے بعد جو باتیں سمجھ میں آئیں وہ عرض ہیں:

۱- میں عدم جواز کا فتویٰ دینا چاہئے، کسی غلط یا حرام شی کا رائج ہو جانا کوئی شرعی حجت نہیں ہے، جب یہ ندی، نالے اور نہریں کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں، بلکہ سرکاری ہیں تو وہ اصلاً وقفِ عام اور مباح الاصل کے قبیل سے ہوئے، لہذا ان کے اندر کوئی شخص بیع وتملیک وغیرہ تصرفات کا شرعاً مجاز نہیں: "قال ابن قدامة: الأنهار التابعة في غير ملك كالأنهار الكبار لا تملك بحال ولا يجوز بيعها" (اعلاء السنن طبعہ قدیم ۱۴/ ۱۲۲)۔

اسی طرح ان کی مچھلیاں بھی شکار سے قبل کسی کی مملوک نہیں، اس لئے ان کی بیع از روئے شرع باطل ہوگی جو کسی حال میں بھی مفید ملک نہیں۔

"وفي البرجندي ذكره المصنف أن بيع السمك قبل أن يصطاد باطل، إن كان بالدراهم والدنانير، وفاسدا إن كان بالعرض" (مجموعۃ الفتاویٰ ۲/ ۱۴۰)۔

اسی طرح ان ندی، نالوں، نہروں کا اجارہ اور ٹھیکہ پانی سے مچھلیاں نکالنے کے لئے بھی مندرجہ ذیل تصریحات کی بناء پر درست نہیں، ''درمختار'' میں ہے:

''ولم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمك'' (درالمختار ۴/ ۱۴۷)۔
شامی میں ہے کہ یہ اجارہ چونکہ استہلاک عین پر ہوتا ہے، اس لئے ناجائز ہے (رد ۴/ ۱۴۸)۔

## دلائل:

حدیث: عن ابن مسعود ''ان النبی ﷺ قال: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر'' رواه احمد (نیل الاوطار ۵/ ۲۴۳)۔
(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو مچھلی پانی کے اندر ہو اسے مت خریدنا اس میں غرر اور دھوکہ ہے (کیا معلوم ملے نہ ملے)
(قال الشوكاني: حديث ابن مسعود فی اسناده يزيد بن أبی زياد عن المسيب ابن رافع عن ابن مسعود،قال البيهقی: فيه إرسال بين المسيب وعبد الله والصحيح وقفه، وقال الدار قطنی فی لعلل: اختلف فيه، والموقوف أصح، وكذلک قال الخطيب وابن الجوزی، وقد روی أبو بكر ابن أبی عاصم عن عمران بن حصين حديثاً مرفوعاً، وفيه النهي عن بيع السمک فی الماء فهو شاهد لهذا) (نیل الاوطار ۵/ ۲۴۳)۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:
''شکار سے قبل اگر کوئی شخص مطلق، یعنی غیر معین مچھلی عرض (سامان) کے عوض بیچے تو یہ بیع جانبین سے باطل ہے، جیسے کوئی مردار کی بیع عرض (سامان) کے عوض کرے یا عرض وسامان کی بیع مردار کے عوض کرے اور اگر شکار سے پہلے کوئی شخص معین مچھلی کی بیع عرض وسامان کے عوض کرتا ہے تو یہ بیع مچھلی کے حق میں بوجہ اس کے غیر مملوک ہونے کے باطل ہوگی اور عرض و سامان کے حق میں فاسد ہوگی، کیونکہ مچھلی فی الجملہ مال ہے، اگر شکار سے پہلے کسی نے مچھلی درہم و دنانیر کے عوض فروخت کیا تو بیع باطل ہوگی، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کا مبیع ہونا متعین ہے اور چونکہ وہ غیر مملوک ہے، اس لئے بیع باطل ہوگئی'' (ردالمختار ۴/ ۱۴۷)۔

علامہ شمس الدین السرخسی کی ''المبسوط'' میں ہے:

''کسی آدمی نے ایسی مچھلی فر ۔ ت، کی جو کسی حظیرہ میں محصور ہے تو یہ بیع باطل ہے اور فقیہ ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ بیع جائز ہے بشرطیکہ بائع نے مچھلی پکڑنے کے بعد حظیرہ میں چھوڑا ہو، کیونکہ اب چھوڑنے سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی گو اسے بدون شکار کے پکڑنے کی قدرت نہ ہو، لیکن ہمارا استدلال اس فتوے سے ہے جو حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، ان حضرات نے فرمایا ہے کہ جو مچھلی پانی کے اندر ہو اس کی بیع مت کرو، اس لئے کہ اس میں غرر اور دھوکہ ہے'' (المبسوط للسرخسی ۱۳/۱۱-۱۲)۔

حضرت مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلیؒ لکھتے ہیں:

''مچھلی کا شکار سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے، پس اگر اس کی بیع عرض واسباب کے عوض میں ہوئی ہے تو فاسد ہے اور اگر دراہم ودنانیر کے عوض میں بیع ہوئی ہے تو باطل ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

"وفی البرجندی ذکرہ المصنف أن بیع السمک قبل أن یصطاد باطل إن کان بالدراھم و الدنانیر، وفاسداً إن کان بالعرض"۔

(اور برجندی میں ہے مصنفؒ نے کہا ہے کہ شکار سے پہلے مچھلی کو بیچنا اگر دراہم ودنانیر سے ہو تو باطل ہے اور اگر عروض سے ہو تو فاسد ہے)۔

''ہدایہ میں ہے مچھلی کو شکار کرنے سے پہلے پانی میں بیچنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں اس چیز کی بیع ہے جس کی ملک ثابت نہیں، اسی طرح تالاب میں بھی مچھلی کو فروخت کر ڈالنا درست نہیں ہے، جبکہ بغیر شکار کے وہ پکڑی نہ جاسکتی ہوں، کیوں کہ تسلیم پر قدرت نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مچھلیاں پکڑ کے تالاب میں ڈالیں تو اگر تالاب سے بلا کسی مدد کے نکالی جاسکتی ہے تو یہ بیع جائز ہے، مگر اس صورت میں کہ مچھلیاں خود سے تالاب میں آئی ہوں، پھر ان کے واپس جانے کا راستہ روک دیا گیا ہو نا جائز ہے، کیونکہ ملک ثابت نہیں ہے اور دوسری جگہ

ہے: ''اور جب مشتری مبیع فاسد پر قابض ہوجائے اور عقد میں دوعوض ہوں اور دونوں مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہوجائے گا۔ اور قیمت لازم ہوگی'' اور دوسری جگہ ہے: ''اور متعاقدین میں سے ہرایک کو حق فسخ ہے۔فساد کے دفع کرنے کے لئے۔ اور اگر مشتری نے بیچ ڈالا تو بیع نافذ ہوگی، کیونکہ وہ اس چیز کا مالک تھا تو تصرف کا بھی مالک تھا اور حق استرداد ساقط ہوجائے گا۔

اور'' درمختار'' میں ہے: ''اور مالک ہونے کے بعد اس کے لئے پانچ کے سوا اور سب احکام ملک ثابت ہوں گے، اسے اکل، لبس، وطی جائز نہیں، اور بائع کے ساتھ اس کی شادی کرنا، اور پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا''۔ (جوہرہ) اور شرح مجمع میں ہے: اور اسے خود بھی شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا یہ چھٹا استثناء ہے'' (مجموعۃ الفتاوی ۲/ ۱۴۰)۔

۲- کے جواب میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا صورت معاملہ، یعنی ندی، نالوں کی مچھلیاں بدون شکار فروخت کرنا یا ٹھیکہ پر دینا بربناء عدم ملک گو شرعاً ناجائز اور باطل ہے، لیکن چونکہ وہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں انہیں کوئی بھی حاصل کرسکتا ہے انہیں میں ٹھیکہ دار اور مشتری وغیرہ بھی ہیں، لہٰذا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے، شامی میں ہے:

''لا شتراک الناس فيه اشتراک إباحة لا ملک، ولأنه لا يحصل للمشتری فيه فائدة، لأنه يتملكه بدون بيع'' (درالمختار ۴/ ۱۵۲)۔

''وحمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن، إلا أن تقوم البينة'' (مبسوط ۱۷/ ۲۵)۔

(حتی الامکان مسلمان کے معاملہ کو درست اور حلال صورت پر محمول کرنا واجب ہے، الا یہ کہ معاملہ کا شرعاً نادرست ہونا دلیل سے ثابت ہوجائے)۔

''اعلاء السنن'' میں ہے:

''امام ابو یوسفؒ اپنی کتاب'' الخراج'' میں فرماتے ہیں: پانی جب برتنوں میں ہو تو اس

کو فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ پانی وہ ہے جسے بائع نے اپنے برتن کے اندر جمع اور ذخیرہ کیا ہے، لہذا ایسے پانی کو بیچنا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی نے حوض بنایا اور اپنے برتن سے پانی کھینچ کھینچ کر اس میں ڈالا یہاں تک کہ خاصا پانی اکٹھا ہو گیا، پھر اس حوض سے پانی فروخت کیا تو بر بناء احراز یہاں بھی بیع درست ہے، لیکن اگر پانی حوض کے اندر خود بخود سیلاب کی وجہ سے جمع ہو گیا ہے تو اس بیع میں ذرہ برابر بھی خیر نہیں ہے، اگر پانی کنویں یا چشمے میں ہے تو خواہ اس کا پانی بڑھتا رہتا ہو یا نہ بڑھتا ہو اس کی بیع میں بھی ذرہ برابر خیر نہیں، اگر کوئی بیچے تب بھی بیع جائز نہ ہوگی اور جو اس سے پانی کھینچے گا وہ اس کا پانی ہوگا، یعنی وہ اس کا مالک ہوگا'' (اعلاء السنن طبعہ قدیم ۱۴/ ۱۴۳)۔

۳- اس صورت میں مچھلیاں بائع کی مملوک ہیں، لیکن ان کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے یہ بیع ناجائز، یعنی فاسد ہوگی جو واجب الرفع ہے، لیکن بایں ہمہ اگر مشتری بائع کی رضا مندی سے مچھلیوں پر قابض ہو جائے تو مالک ہو جاتا ہے اور اس مبیع میں مشتری کا تصرف جیسے ہبہ وغیرہ نافذ ہوگا اور کسی کے ہاتھ مشتری کا بیچنا بھی نافذ ہوگا، مگر مشتری کو اس مبیع کا کھانا درست نہیں، جیسا کہ نہایہ میں ہے: ''ہدایہ میں ہے جب مشتری مبیع فاسد پر قابض ہو جائے اور عقد میں دو عوض ہوں اور دونوں مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا اور قیمت لازم ہوگی اور دوسری جگہ یوں ہے کہ متعاقدین میں سے ہر ایک کو حق فسخ ہے فساد کو دفع کرنے کے لئے اگر مشتری نے بیچ ڈالا تو اس کی بیع نافذ ہوگی، کیونکہ وہ اس چیز کا مالک تھا تو تصرف کا بھی مالک تھا اور حق استرداد ساقط ہو جائے گا'' (دیکھئے مجموعہ فتاویٰ مولانا محمد عبدالحی ۲/ ۱۴۰ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور)۔

۴- میں تفصیل ہے، یعنی اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) یہ کہ اگر یہ حوض و تالاب اسی لئے بنائے گئے ہوں کہ اس میں بارش وغیرہ کی وجہ سے مچھلیاں آکر محصور ہو جائیں تب تو اس صورت میں مچھلیاں مملوک ہوں گی، اب اگر انہیں بدون حیلہ شکار کے پکڑ نا ممکن ہو تو بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ مملوک بھی ہیں اور مقدور التسلیم بھی، ورنہ غیر مقدور التسلیم ہونے کی بناء پر بیع

ناجائز ہوگی۔ (۲) یہ کہ یہ حوض وتالاب اس لئے نہیں بنائے گئے تھے کہ بارش وغیرہ کی وجہ سے ان میں مچھلیاں آکر محصور ہو جائیں تو گو ان میں مچھلیاں آگئی ہوں، لیکن چونکہ حوض اور تالاب والے شرعاً ان کے مالک نہیں ہیں، اس لئے عدم ملک کی بناء پر بیع ناجائز ہوگی۔

شامی میں ہے:

والحاصل كما في الفتح أنه إذا دخل السمك في حظيرة، فإما أن يعدها لذلك أولا، ففي الأول يملكه، وليس لأحد أخذه، ثم إن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه، لأنه مملوك مقدور التسليم، وإلا لم يجز لعدم القدرة على التسليم، وفي الثاني لا يملكه، فلا يجوز بيعه لعدم الملك" (ردالمحتار ۴/۱۴۷)۔

## تالاب کوٹھیکہ پر دینے کا حکم:

اب رہ گیا اس حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا، سو یہ بھی جائز نہیں، "درمختار" میں ہے: "ولم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمك بحر" (حوالہ سابق)۔

☆☆☆

# پانی سے مچھلیوں کو بغیر نکالے فروخت کرنا

مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی ☆

ہمارے دیار میں پانی کے بہنے کی دو جگہیں ہیں: ندیاں، نہریں۔

۱- ندیاں قدرتی ہوتی ہیں، اس میں انسانی عمل کو کوئی دخل نہیں ہے اور وہ ہمیشہ یکساں راہ پر نہیں چلتی ہیں، کبھی کبھی اپنی جگہ تبدیل کرتی رہتی ہیں ان ندیوں میں جو پانی بہتا ہے وہ بھی قدرتی ہوتا ہے، کہیں وہ زمین کے چشموں سے ابلتا ہے اور کہیں وہ پہاڑ کے جھرنوں سے گرتا ہے، ان میں جو مچھلیاں ہوتی ہیں وہ بھی قدرتی ہوتی ہیں، ندیوں کا آخری سرا سمندر سے ملتا ہے سیلاب کے ساتھ مچھلیاں آتی جاتی رہتی ہیں ان میں مچھلیاں پالی نہیں جاتی ہیں، بلکہ اس کا امکان بھی نہیں ہوتا ہے۔

۲- یہ ندیاں سرکار کی ملکیت تسلیم کی جاتی ہیں جس وقت ندیاں اپنی جگہ تبدیل کر کے کسانوں کی زمین میں اپنا راستہ بنا لیتی ہیں اس وقت بھی زمین کے جس حصے پر پانی بہتا ہے سرکار کی ملکیت تسلیم کی جاتی ہے۔

۳- ان ندیوں میں بہنے والا پانی مباح عام سمجھا جاتا ہے اس پر کسی حکومت کو اپنی ملکیت کا دعویٰ نہیں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان ندیوں کے پانی سے جو لوگ اپنی اراضی کی سینچائی کرتے ہیں کوئی حکومت ان سے اس پانی کی قیمت وصول نہیں کرتی ہے۔

۴- نہریں بھی سرکاری ملکیت ہیں حکومت کسانوں کی زمین کا معاوضہ دے کر نہریں

---

☆ قاضی شریعت امارت شرعیہ، پٹنہ۔

کھدواتی ہیں ان نہروں میں جو پانی بہتا ہے وہ بھی سرکاری ملکیت تصور کیا جاتا ہے، اس لئے کہ پانی اگرچہ مباح عام ہے، لیکن احراز سے اس میں ملکیت آجاتی ہے، اگر کسی نے اپنی کاشت کی زمین میں پانی گھیر رکھا ہے تو دوسرے کو حق نہیں ہے کہ اس پانی کو اپنے کھیت میں لے جائے یا اگر کسی نے اپنے برتن میں پانی محفوظ کرلیا وہ اس کا مالک ہوگا اور اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو استعمال کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان نہروں میں بہنے والا پانی قدرتی نہیں ہوتا ہے، بلکہ انسانی عمل کو اس میں دخل ہے خاص طریقہ سے ندیوں میں بند لگا کر حسب ضرورت موقع نہروں میں پانی لایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ندی کی طرح نہر میں پانی ہمیشہ نہیں بہتا ہے، بلکہ جب جب کاشت میں سینچائی کی ضرورت ہوتی ہے اس میں پانی لایا جاتا ہے اور جب پانی سرکار کی ملکیت ہے تو جو لوگ اس پانی سے اپنی اراضی کو سینچائی کرتے ہیں حکومت ان سے پانی کی قیمت وصول کرتی ہے ان نہروں میں پانی کے ساتھ مچھلیاں آجاتی ہیں۔

۵- نہروں میں پائی جانے والی مچھلیاں سرکار کی ملک نہیں تسلیم کی جاتی ہیں اسی وجہ سے کوئی حکومت نہ مچھلیوں کو فروخت کرتی ہے اور نہ مچھلی کا شکار کا کرنے کے لئے کرایہ پر نہریں دیتی ہے اور جو لوگ ان مچھلیوں کا شکار کرتے ہیں حکومت کی طرف سے نہ تو اس کو شکار سے منع کیا جاتا ہے اور نہ اس پر ان سے کوئی معاوضہ لیا جاتا ہے۔

۶- ندی میں پائی جانے والی مچھلیاں سرکار کی ملکیت ہوں گی یا نہیں؟ اس پر غور کی ضرورت ہے، میری ناقص رائے میں مچھلیاں کسی حکومت کی ملک تسلیم نہیں کی جائیں گی۔

اول: اس لئے کہ اگر ندی میں پائی جانے والی مچھلیاں سرکار کی ملک ہوتیں تو جس طرح ندی سے حکومت جب پانی نہر میں لاتی ہے اور احراز کی وجہ سے مالک ہو جاتی ہے، جب کہ ندی میں بہتے ہوئے اس پانی کی مالک حکومت نہیں تھی تو نہر میں آنے والی مچھلیوں کی مالک بھی حکومت بدرجہ اولی ہوتی۔ لیکن ابھی اوپر بحث گذری کہ نہر کی مچھلیاں سرکاری ملک نہیں سمجھی جاتی ہیں۔

دوم: اس لئے کہ آگے بحث آرہی ہے کہ جو گڈھے اور تالاب کسی کی ملک ہیں، لیکن اس نے ان کو مچھلی کے حصول کے لئے نہیں کھودا ہے تو سیلاب کیساتھ پانی میں آنے جانے والی مچھلیاں احراز کے بغیر اس کی مالک نہیں ہوں گی تو ندیاں تو کھودی بھی نہیں گئی ہیں، بلکہ قدرتی ہیں اس لئے ان میں پائی جانے والی مچھلیاں کسی کی ملک نہیں ہونی چاہئے۔

سوم: اس لئے کہ حکومت ان ندیوں کو خاص موسم میں محدود جگہ تک ٹھیکہ داروں کو مچھلی کے شکار کے لئے دیتی ہے، اس موسم کے علاوہ دوسرے ایام میں اور ان محدود جگہوں کے علاوہ ان جگہوں میں جن کو کسی ٹھیکہ دار نے نہیں لیا ہے ندی میں مچھلی کے شکار کو منع نہیں کیا جاتا ہے اور نہ حکومت شکار کرنے والوں سے کوئی معاوضہ لیتی ہے۔

اس لئے میری ناقص رائے ہے کہ ندی میں پائی جانے والی مچھلیاں کسی حکومت کی ملک نہیں ہوں گی۔

۷- اس بحث کی روشنی میں یہ طے کر لینا مشکل نہیں رہا کہ ندی کی مچھلیوں کی بیع جائز نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ بیع ”مالا یملک“ ہے، جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

۸- اگر ندی کی مچھلیاں سرکار کی ملک سمجھی جائیں تو بھی ان کی بیع صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مبیع مجہول ہے اور غیر مقدور التسلیم بھی ہے اور ایسی بیع فاسد ہوتی ہے۔

۹- ان دونوں صورتوں میں ٹھیکہ دار شکار کے بعد ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اگر مچھلیاں سرکار کی ملک نہ ہوں تو ظاہر ہے مباح عام ہوں گی، اور جو بھی شکار کرے گا مالک ہو جائے گا تو ٹھیکہ دار بھی مالک ہوگا۔

اور اگر مچھلیاں سرکاری ملک ہوں تو بیع فاسد ہوں گی اور بیع فاسد اگر چہ واجب الفسخ ہے، لیکن اگر فریقین بیع کو فسخ نہ کریں اور مشتری بائع کی اجازت سے مبیع پر قابض ہو جائے تو مالک ہو جائے گا اور اس کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا بھی جائز ہوگا، اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے:

(الموسوعۃ الفقہیہ ۹/۱۰۷، ہدایہ ۳/۴۶، بحر الرائق ۶/۹۹)۔

۱۰-آج کل عام طور پر ندی نالوں میں مچھلیاں فروخت نہیں کی جاتیں بلکہ ندی نالے مچھلیوں کے شکار کے لئے اجارہ پر دیئے جاتے ہیں۔

۱۱-اجارہ میں منافع کی بیع ہوتی ہے، اس لئے اجارہ کی وہ تمام صورتیں جن میں عین کا استہلاک ہو فقہاء ان کو ممنوع قرار دیتے ہیں، مثلاً چراگاہ کا اجارہ مویشی کے چرانے کے لئے یا کسی جانور کا اجارہ دودھ حاصل کرنے کے لئے ان میں چونکہ عین کا استہلاک ہے، اس لئے یہ اجارہ فاسد ہے۔

۱۲-چونکہ آج کل ندی نالوں کو مچھلی کا شکار کے لئے اجارہ پر دینے کا عام رواج ہو چکا ہے اور قواعد فقہیہ کی رو سے اس کو صحیح نہیں ہونا چاہئے لیکن میرے خیال میں اگر حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف منسوب اس قول کی وجہ سے جس کو علامہ ابن نجیم مصری نے امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' سے نقل کیا ہے اس اجارہ کی اجازت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:(بحر الرائق ۶/۷۹-۸۰)۔

اسی عبارت کو بحر سے علامہ ابن عابدین شامی نے ''ردالمحتار'' اور ''منحۃ الخالق'' میں نقل کیا ہے اور عام قواعد فقہیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی دونوں نے اپنی رائے اس کے خلاف دی ہے، لیکن ابتلاء عام کی وجہ سے میری رائے ہے کہ اس کو صحیح قرار دیا جائے۔

۱۳-بہر حال اجارہ صحیح ہو یا فاسد ٹھیکہ دار قبضہ کے بعد ان مچھلیوں کا مالک ہوگا اور اس کی بیع صحیح قرار دی جائے گی اس قسم کی مچھلیوں کو خریدنا اور کھانا جائز قرار پائے گا۔

## حوض یا تالاب:

حوض اور تالاب کے سلسلے میں دو امور قابل بحث ہیں، ملکیت اور بیع

یعنی حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے، تو اس میں پائی جانے والی مچھلیاں اس کی ملک ہوں گی یا نہیں، پھر ان دونوں صورتوں میں ان کی بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

ملکیت:

۱-حوض یا تالاب کو اس کے مالک نے مچھلی کے حصول کے لئے ہی تیار کیا ہے تو اس میں پائی جانے والی تمام مچھلیاں اس کی ملک ہوں گی۔

۲-اگر مالک حوض وتالاب اس غرض کے لئے تیار نہیں کیا تھا اور مچھلیاں سیلاب کے پانی کے ساتھ ازخود اس میں داخل ہوئیں اور صاحب حوض وتالاب نے بند باندھ کر ان مچھلیوں کو تالاب یا حوض میں محفوظ کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ مچھلیوں کا مالک ہوگا۔

۳-مالک حوض وتالاب نے شکار کر کے یا خرید کر مچھلیاں اس میں ڈالا ہے تو بھی وہ ان کا مالک ہوگا۔

۴- اگر مالک نے حوض وتالاب کو اس غرض کے لئے مہیا نہیں کیا ہے اور ازخود اس میں مچھلیاں کہیں سے آ گئی ہیں اور اس نے مچھلیوں کی آمد ورفت پر بند لگا کر ان کو محفوظ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں وہ مچھلیوں کا مالک نہیں ہوگا اور اس کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ دوسروں کو شکار سے منع کرے۔

اس کی مثالیں فقہی مسائل میں موجود ہیں:

۱- اگر کوئی شخص جال خشک کرنے کے لئے پھیلائے اور اس میں کوئی شکار پھنس جائے تو وہ احراز کے بغیر صرف جال میں پھنس جانے کی وجہ سے مالک نہیں ہوگا، دوسرے کے لئے جائز ہوگا کہ اس کو پکڑ لے۔ اور اگر اس نے جال شکار کے لئے پھیلا دیا ہے تو شکار پھنس جانے پر ہی اس کی ملکیت میں آ جائے گا اور دوسرے کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ اس کو حاصل کر سکے۔

۲-مجلس میں چھوہارے یا روپئے لٹائے جا رہے ہوں تو اگر کوئی شخص ان چھوہاروں اور روپیوں کے حصول کے لئے اپنا دامن پھیلائے تو دامن میں گرنے والے روپیوں اور چھوہاروں کا مالک ہو جائے گا اور کسی دوسرے کے لئے اس کا لینا جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر اس نے دامن اس غرض سے نہیں پھیلایا تھا تو دامن میں پڑنے والے روپیوں اور چھوہاروں کا مالک وہ نہیں ہوگا

جب تک کہ اس کی طرف سے احراز وامساک نہ پایا جائے، احراز سے قبل دوسرے کے لئے جائز ہوگا کہ اس کے دامن سے روپیہ اور چھوہارے لے لے۔

۱- جن صورتوں میں مالک حوض مچھلیوں کا مالک نہیں ہے اگر اس نے اپنے حوض و تالاب کی مچھلیاں شکار کرنے سے قبل تالاب ہی میں فروخت کردیا تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی، بلکہ باطل ہوگی، اس لئے کہ یہ "بیع مالایملک" ہے جو صحیح نہیں ہے۔

**"نص الفقها على أن من شروط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكا للبائع أو مؤكله أو موليه"** (موسوعہ فقہیہ ۹/۱۵۸)۔

۲- بیع باطل بیع ہی نہیں ہوتی ہے، اس لئے فریقین کو قبضہ کے بعد بھی ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے، یعنی نہ تو بائع ثمن کا مالک ہوگا اور نہ مشتری مبیع کا مالک ہوگا۔

**"لا ينعقد البيع الباطل أصلا وليس له وجود معتبر شرعا، وإذ قبض المشترى المبيع فلا يكون ملكا له، وقال الكاسانى، ولا حكم لهذا لبيع أصلا، لأن الحكم للموجود ولا وجود لهذا البيع إلا من حيث الصورة الخ"** (موسوعہ فقہیہ ۹/۲۳۵)۔

"شامی، بحر، بدائع" اور فقہ وفتاویٰ کی تقریباً تمام ہی کتابوں میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

۳- اس مسئلہ خاص میں کہ مالک حوض وتالاب نے غیر مملوک مچھلیاں تالاب میں فروخت کی ہیں، بیع کے باطل ہونے کا اثر صرف ثمن پر ہوگا، یعنی بائع اس ثمن کا مالک نہیں ہوگا اور ثمن میں اس کا کسی طرح تصرف کرنا صحیح نہیں ہوگا، لیکن خریدار بہرحال مچھلیوں کا مالک ہوگا، اس لئے کہ اس نے مباح الاصل مال کا شکار کر کے احراز کیا ہے، جس طرح کوئی دوسرا شخص ان مچھلیوں کا شکار کرنے کیوجہ سے ان کا مالک ہوتا اسیطرح یہ مشتری بھی مالک ہوجائے گا اور مچھلیوں میں اس کا تصرف بالکل جائز اور حلال ہوگا۔

۴- جن صورتوں میں مالک حوض وتالاب مچھلیوں کا مالک ہے اگر تالاب ہی میں اس نے مچھلیاں فروخت کردی ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اول: یہ ہے کہ وہ حوض یا تالاب اتنا چھوٹا ہے کہ شکار یا کسی بھی حیلہ کے بغیر بآسانی اس کی مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہیں تو اس صورت میں بلاشبہ بیع صحیح ہوگی۔

دوم: یہ ہے کہ وہ حوض یا تالاب اتنا بڑا ہے کہ آسانی کیساتھ شکار کئے بغیر ان مچھلیوں کا حصول ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں بیع فاسد ہوگی، کیونکہ مبیع مقدور التسلیم نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے: (موسوعہ فقہیہ ۹/ ۱۶۴-۱۶۵)۔

۵- یہ بیع واجب الفسخ ہے، لیکن اگر فریقین نے فسخ نہیں کیا تو قبضہ کے بعد ملکیت آجائے گی، یعنی بائع ثمن کا مالک ہوگا، اور مشتری مبیع کا مالک ہوگا عبارتیں اوپر مذکور ہوچکی ہیں۔

یہ تفصیلات علامہ ابن ہمامؒ کی ''فتح القدیر'' اور علامہ بابرتی کی ''عنایہ'' سے ماخوذ ہے ملاحظہ ہو: (فتح القدیر ۶/ ۴۰۹-۴۱۰، عنایہ للبابرتی علی ہامش فتح القدیر ۶/ ۴۰۹-۴۱۰)۔

۶- حوض یا تالاب کی مچھلیوں کو فروخت کرنے کا حکم اوپر مذکور ہوا، البتہ ان کو مچھلی کے شکار کے لئے اجارہ پر دینا جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں عین کا استہلاک ہے، البتہ مچھلی کی افزائش یا مکھانہ کی کاشت یا کسی دوسرے غرض کے لئے اجارہ پر دینا جس میں عین کا استہلاک نہ ہو جائز ہوگا، پھر جب اجرت پر لینے والا اس میں مچھلی کی بیج ڈال کر اس کی پرورش کرے گا، اگر اس میں از خود کچھ مچھلیاں باہر سے آجائیں تو ان کا بھی مالک ہوگا جس طرح کوئی شخص خودرو گھاس کا مالک نہیں ہوتا، لیکن اگر وہ گھاس کی کاشت کرے تو اس کے ساتھ خودرو گھاس کا بھی مالک ہوجائے گا۔

☆☆☆

# تالاب میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع

مولانا محمد ظفر عالم ندوی ☆

۱- موجودہ دور میں سرکاری تالاب یا ندی نالے کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کا جو رواج مچھلیوں کے نکالے بغیر ہو گیا ہے، بلاشبہ یہ رواج اور عرف اصول شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے اور فتویٰ عدم جواز پر دیا جائے گا، کیونکہ یہ عرف ایسے اصول شرع سے متصادم ہے جو نصوص شرعیہ پر مبنی ہیں، اس کے علاوہ اس طرح کی مچھلیوں کی بیع وشراء کی ممانعت پر نص شارع موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے:

"أن رسول الله ﷺ قال: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر" (مجمع الزوائد ۴/ ۸۰، نیل الاوطار ۴/ ۷)۔

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مچھلی کو پانی میں نہ خریدو اس لئے کہ اس میں غرر ہے)۔

اسی طرح کی ایک روایت علامہ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں نقل کی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے:

"لا تبایعوا السمک فی الماء، فإنه غرر" (فتح القدیر ۶/ ۴۱۰)۔

(پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت نہ کرو، اس لئے کہ اس میں غرر ہے)۔

ان روایات میں جو "الماء" کا لفظ آیا ہے، اس کی وضاحت فقہاء نے یہ کی ہے کہ اس

☆ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

سے مراد غیر محصور ماء ہے، البتہ اگر محصور ماء ہو، یعنی پانی اس طرح محصور ہو کہ اس سے مچھلیوں کا پکڑنا آسان ہو۔ مثلاً چھوٹا تالاب ہو یا گڈھا ہو تو ان تالابوں اور گڈھوں میں موجود مچھلیوں کی بیع حنفیہ وشوافع کے نزدیک درست ہے۔

''اس پانی سے مراد جس میں کہ مچھلی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے غیر محصور پانی ہے، جیسے سمندر اور نہر کا پانی اور اگر پانی محصور ہو، جیسے کہ تالاب کا پانی تو حنفیہ اور شوافع کا خیال ہے کہ اگر اس میں مچھلیوں کا پکڑنا بغیر شکار کئے اور بغیر کسی تدبیر کے ممکن ہو تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے'' (بدائع الصنائع ۵/ ۲۱۵)۔

یہاں جو سوال کیا گیا ہے وہ ماء غیر محصور سے متعلق ہے، اسی طرح علامہ ابن ہمام نے روایات کے اندر مذکور لفظ ''غرر'' کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''ومعلوم أن الأجمة قد يؤخذ منها السمک باليد، والغرر الخطر وغير المملوک على خطر ثبوت الملک و عدمه، فلذا جعل من بيع الخطر''

(اور یہ معلوم ہے کہ جھاڑیوں سے مچھلیاں ہاتھ سے پکڑی جاتی ہیں اور غرر دراصل خطر اور غیر مملوک کے ثبوت وعدم ثبوت کا نظر ہے، اسی وجہ سے اسے بیع علی خطر کے قبیل سے مانا جاتا ہے)۔

اور بیع علی الخطر کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں کہ حضور ﷺ نے ان تمام اشیاء کی خرید وفروخت سے منع فرمادیا جن میں غرر پایا جاتا ہو یا معاملہ علی خطر ہو۔

غرض کہ شکار کئے بغیر مچھلیوں کی خرید وفروخت کا جو رواج موجودہ دور میں ہوگیا ہے وہ نصوص شرعیہ میں ممانعت کی وجہ سے ممنوع اور ناجائز ہے اور فتویٰ عدم جواز پر ہوگا۔ نیز عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ عرف نص شارع کے خلاف ہے اور فقہاء نے صراحت کردی ہے کہ جو عرف نص شارع کے خلاف ہو وہ غیر معتبر ہوگا، علامہ سرخسیؒ نے ''مبسوط'' میں صراحت کی ہے:

"كل عرف ورد النص بخلافه فهو غير معتبر" (المبسوط ۱۲/۱۹۶)۔

(ہر وہ عرف جس کے خلاف نص وارد ہو غیر معتبر ہے)۔

۲- ان تالابوں یا ندی نالوں سے حاصل کی ہوئی مچھلیوں کی فروخت ٹھیکہ داروں کے لئے اسی طرح ان کی خریدگی کسی مسلمان کے لئے شرعاً جائز اور درست ہے، کیونکہ ٹھیکہ داروں کے لئے اس طرح کے تالاب یا ندی نالوں کو ٹھیکے پر لینا اگر چہ صحیح نہیں ہے، تاہم جو مچھلیاں انہوں نے حاصل کی ہیں عام اصول شرع کی بنیاد پر ان کا حصول مباح ہے اور ان پر ملکیت صحیح ہے، لہذا اس میں خرید وفروخت بھی بلا کسی تردد کے درست ہے۔

۳- حوض عام طور پر چھوٹا ہوتا ہے، اس لئے حوض اور چھوٹے تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت مچھلیوں کے نکالنے سے قبل درست ہے، کیونکہ ان حوض اور چھوٹے تالاب سے مچھلیوں کا نکالنا اور پکڑنا ممکن ہوا کرتا ہے جو مقدور التسلیم کے حکم میں ہے، علامہ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں وضاحت کی ہے:

"ثم إن كان يؤخذ بغير حيلة واصطياء جاز بيعه؛ لأنه مملوك مقدور التسليم مثل السمكة في حب"

(پھر اگر بغیر حیلہ وشکار کے ان مچھلیوں کا حاصل کرنا ممکن ہو تو اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ یہ مملوک بھی ہے اور مقدور التسلیم بھی جیسا کہ کسی بڑے گھڑے کی مچھلیاں ہوگی)۔

لیکن تالاب اگر بڑا ہو اور اس میں مچھلیاں آسانی سے گرفت میں نہ آتی ہوں تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔

"وإن لم يؤخذ إلا بحيلة لا يجوز لعدم العدة على التسليم عقيب البيع" (فتح القدیر ۶/ ۴۰۹-۴۱۰)۔

اور اگر کسی حیلہ وتدبیر ہی سے مچھلیاں حاصل ہوسکیں تو بعد بیع ان کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے بیع جائز نہیں۔

۴- حوض یا تالاب میں جو مچھلیاں پالے بغیر جمع ہو جاتی ہیں ان مچھلیوں کی خرید وفرخت کے سلسلے میں دیکھا جائے گا کہ اگر حوض یا تالاب کو اسی مقصد کے لئے تیار کیا ہے کہ مچھلیاں ان میں داخل ہو جائیں اور مچھلیوں کے داخل ہونے کے بعد مدخل کو بند کر دیا ہو تو ان پر مالکان تالاب وحوض کی ملکیت ہو گیا، اگر ان کو پکڑ ناممکن ہو تو ان کی خرید وفروخت جائز ہے، علامہ عینی نے ''ہدایہ'' کی عبارت:

''إلا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل'' کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:'' لو سد موضع ا لدخو ل حتى صار بحيث لا يقدر على الخروج فقد صار أخذا له بمنزلة ما وقع في شبكة، فيجوز بيعه'' (ہدایہ کتاب البیوع)

مگر یہ کہ مچھلیاں خود ہی اس میں جمع ہو جائیں اور اس کے مدخل بند نہ کیا ہو اور اگر مچھلیوں کے داخل ہونے کی جگہ کو اس طرح بند کر دیا ہو کہ مچھلیاں داخل ہونے کے بعد نکل نہیں سکتیں تو گویا کہ اس نے مچھلیاں حاصل کر لیں، پس اسی طرح جس طرح کے مچھلیاں جال میں ہو، لہذا ایسی صورت میں بیع درست ہے۔

اسی طرح اس طرح کے حوض اور تالابوں کو ٹھیکہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ان میں مالک کا بھی وجود پایا جاتا ہے اور مچھلیاں مقدور التسلیم بھی ہوا کرتی ہیں۔

☆☆☆

# پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت کا مسئلہ

مولانا محمد حنیف ☆

زمین کی طرح تالاب کی بھی تین قسمیں ہیں:

۱- شخصی

۲- عوامی، جس سے ضروریات عامہ وابستہ ہوں۔

۳- عوامی، جس سے ضروریات وابستہ نہ ہوں۔

## شخصی تالاب:

اس میں پائی جانے والی مچھلیاں دوطرح کی ہوتی ہیں:

۱- مملوک

۲- غیر مملوک

تالاب میں جو مچھلیاں پائی جاتی ہیں ان کے مملوک ہونے کی تین صورتیں ہیں:

۱- مچھلیوں کو پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں ڈال دیا ہو ۲ مچھلیوں کے لئے تالاب کو تیار کیا ہو، خواہ اسی لئے نیا تیار کیا ہو، یا پرانا ہو، لیکن اس میں مچھلیوں کی رہائش کے لئے کچھ عمل کیا ہو، مثلاً مٹی نکال دی ہو، آنے کا راستہ بنایا ہو ۳ آنے کے بعد راستہ بند کردیا ہو، یعنی پہلے سے نہ تو مچھلی ڈالی اور نہ ہی اس کے لئے تیار کرایا، بلکہ جب مچھلیاں آگئی ہوں تو جانے کا راستہ بند کردیا

☆ مدرسہ ریاض العلوم، گورینی جونپور۔

ہو، مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت پائی جائے تو مچھلیاں مملوک ہو جائیں گی۔ بغیر اسکی اجازت کے مچھلیوں کے پکڑنے اور شکار کرنے کا اختیار کسی کو نہ رہے گا، اگر پکڑے گا تو غصب ہونے کی بنا پر ضمانا اس کے اوپر اس کی قیمت لازم ہوگی، تالاب میں جو مچھلیاں مملوک ہیں ان کی بیع کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بغیر کسی حیلہ کے ان مچھلیوں کو پکڑا جا سکتا ہے تو بیع جائز اور درست ہے، اگر بغیر حیلہ کے پکڑنا ناممکن ہو تو غرر انفساخ عقد مبیع کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی بناء پر بیع باطل ہے۔

حیلہ:

اس میں بھی وہی گھاس والا حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے، صاحب تالاب صرف تالاب کو سنگھاڑا وغیرہ لگانے کے لئے اجارہ پر دیدے اور مچھلیوں کو مباح کر دے اس صورت میں جو پیسہ لے گا وہ تالاب کے اجارہ کا مالک ہوگا، اس حیلہ کے اختیار کرنے میں کوئی قباحت بھی معلوم نہیں ہوتی ہے۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے، یعنی نہ تو مچھلی کو ڈالا ہو اور نہ مچھلی کے لئے بنایا ہو، اور نہ ہی آنے کے بعد راستہ بند کیا ہو، بلکہ از خود آ کر رک گئی ہوں تو ایسی مچھلیاں مملوک نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ ایسی مچھلیاں گھاس پانی وغیرہ کی طرح مباح الاصل ہیں جو پکڑ لے اس کی مملوک ہیں، اس لئے بغیر پکڑے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں، کیونکہ بغیر پکڑے مملوک نہ ہونے کی بنا پر بیع باطل ہوگی۔

مباح الاصل ہونے کی بنا پر سب کو شکار کرنے کا اختیار رہے گا کسی کو روکنا جائز نہیں۔ البتہ صاحب تالاب کو اپنے تالاب میں داخل ہونے سے روکنے کا اختیار رہے گا۔

اس لئے جب تک کسی قریبی جگہ میں اس کو مفت مچھلی شکار کرنے کا اختیار ہے تو منع کرنے کا حق ہوگا اور اگر قریبی جگہ میں کوئی ایسا تالاب نہ ہو جس سے مفت مچھلی شکار کرنے کا اختیار ہو تو صاحب تالاب سے کہا جائے گا، خود نکال کر دے، یا پھر شکار کرنے کی اجازت

دیدے۔ غیر مملوک مچھلی اگر صاحب تالاب کی زمین میں بغیر داخل ہوئے کوئی شخص شکار کرے تو صاحب تالاب کو شکار سے روکنے کا کوئی حق نہ ہوگا، کیونکہ جو مچھلیاں مملوک نہیں ہوتی ہیں اس میں سب مشترک ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: بنایہ ۱۱/ ۳۶۰-۳۹۵، بحر الرائق ۶/ ۷۷، شامی ۴/ ۱۰)۔

۲- عوامی تالاب:

وہ تالاب جس سے لوگوں کی لابدی ضرورتیں وابستہ ہوں، مثلاً آبپاشی وغیرہ تو اس تالاب میں بھی امام وحاکم کو ایسے تصرف کی اجازت نہ ہوگی جس سے لوگوں کو حرج وتنگی ہو، مثلاً تالاب کسی کو مچھلی پالنے کے لئے مخصوص کرنا کہ اس صورت میں جس کے نام تالاب مخصوص ہے وہ لوگوں کو آبپاشی سے منع کرے گا، حالانکہ پانی مباح الاصل ہے، جس سے روکنے کا نہ تو امام وحاکم کو اختیار ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اپنے لئے مخصوص کرا کے دوسرے کو انتفاع سے روکنا جائز نہیں (دیکھئے: بنایہ ۱۱/ ۳۳۰)۔

اس میں پائی جانے والی مچھلیاں مباح الاصل ہیں جس میں سب کا حق برابر ہوتا ہے، کسی کو شکار کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی شخص نے ایسے تالاب میں ڈالی ہو، یا اس کا راستہ روک لیا ہو کہ مچھلیاں نکلنے نہ پائیں، یا تالاب میں مچھلیوں کے رہنے اور ان کے آنے کے لئے کچھ عمل کیا ہو تو وہ مچھلیاں اس کی مملوک ہونگی لیکن اگر اس کی مملوک مچھلیوں کے رہنے سے لوگوں کو حرج وتنگی ہو تو ان کے لئے اس شخص کو مجبور کرنا جائز ہے کہ وہ اپنی مچھلیاں نکال کر تالاب کو خالی کرے گا اور اگر خالی نہ کرے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، مچھلیوں میں کوئی قباحت نہ آئے گی، کیونکہ مچھلیوں کی پرورش مباح الاصل پانی اور مٹی سے ہوئی ہے، اس لئے مچھلیوں میں کوئی قباحت نہ ہوگی، البتہ لوگوں کو حرج وتنگی میں مبتلا کرنا جائز نہ ہوگا۔

سرکاری تالاب:

وہ تالاب جس سے لوگوں کی ضرورت خواہ کسی وجہ سے بھی متعلق نہ ہو، یعنی لوگ اس

سے آبپاشی وغیرہ نہ کرتے ہوں تو اس کا حکم ارض موات کا ہے اور حاکم کو عوامی مصلحت کے مطابق اس میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہوگا کہ لوگوں کو ٹھیکے پر دے وغیرہ۔

"وللإمام أن يقطع كل موات وكل ما كان ليس لأحد فيه ملک وليس في يد أحد يعمل فيه ذلک بالذی يری أنه خير للمسلمين وأعم نفعاً

(کتاب الخراج لابی یوسف ص ر ٦٦)۔

اس تالاب کو مخصوص کرا کر مچھلیوں کا پالنا جائز ہے۔ البتہ اگر اس میں مچھلیاں مملوک نہ ہوں، یعنی نہ تو پالی گئی ہوں اور نہ روکی گئی ہوں اور نہ ہی ان کے رہنے کے لئے تالاب میں پہلے سے کچھ عمل کیا گیا ہو تو مچھلیاں مباح الاصل ہیں، اس میں سب کا حق برابر ہے کسی کو منع کرنے کا اختیار نہیں، لیکن ٹھیکہ پر لینے کے بعد اس تالاب میں داخل ہونے سے روکنے کا حق ہوگا بشرطیکہ اس سے لوگوں کی لابدی ضرورت، مثلاً جانور کو پانی پلانا نہلانا وغیرہ متعلق نہ ہو۔

جواب (۱):

نوٹ: بڑے تالاب وندی وغیرہ جس کی مچھلیاں مملوک نہیں ہوتی ہیں ان مچھلیوں کو حاصل کرنے کے لئے سرکار سے تالاب کی زمین کا ٹھیکہ لے تو اس حیلہ سے تالاب وندی کو ٹھیکے پر لینا جائز ہوگا، لیکن دوسرے لوگوں کو مباح الاصل مچھلیوں کے شکار سے روکنے کا حق نہ ہوگا۔ جو شکار کرلے اس کی ہوگی، اگر روکے گا تو ایسا کرنا جائز نہیں، جو مچھلیاں اس سے خود شکار کرلے گا وہ تو اس کی مملوک ہوں گی اس کی خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں، اور اگر ایسے تالاب وندی سے مچھلیوں کا شکار کسی دوسرے شخص سے اجرت دے کر کرائے تو اس صورت میں اجارہ فاسد ہے، مچھلیاں شکار کروانے والوں کو دیتے ہیں تو دینے کے بعد وہ اس کے مالک ہو جائیں گے، پھر ان سے خریدنا بیچنا جائز ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ مباح الاصل چیزوں کے حصول کے لئے کسی کو وکیل بنانا، خواہ اجرت پر وکالت ہو، یا بغیر اجرت کے یہ وکالت درست ہے، وکیل جو

حاصل کرے گا وہ مؤکل کی ہوگی ،لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکالت درست نہیں ، اس لئے وہ مباح الاصل چیز جس کو وکیل نے حاصل کیا اسی کی مملوک ہوگی مؤکل کا اس میں کوئی حق ہوتا (تفصیل کے لئے دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵/ ۸۹--۹۰)۔

جواب (۲):

حاصل یہ ہے کہ بڑے تالاب وندی سے جو مچھلیاں حاصل ہوتی ہیں، خواہ خود شکار کیا ہو یا کسی دوسرے سے کرایا ہو ان مچھلیوں کے مملوک ہوجانے کی بنا پر ان کی خرید وفروخت جائز ہے، کیونکہ اگر کسی دوسرے سے اجرت دے کر شکار کروایا تو شکار کرنے والا چونکہ برضا ورغبت مچھلیاں اس کے حوالے کر دیتا ہے، اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مچھلیاں انتہاء شکار کرانے والے کی ملک ہو جاتی ہیں، اور حضرت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اجارہ درست ہونے کی بنا پر وہ مچھلیاں ابتداءً ہی شکار کرانے والوں کی ہو جاتی ہیں اور ضرورۃ ائمہ ثلاثہ کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے، اس لئے بڑے تالاب وندی سے حاصل ہونے والی مچھلیوں کی خرید وفروخت جائز ہے، کیونکہ مچھلیاں نتیجۃً شکار کرانے والوں کی مملوک ہوتی ہیں۔

جواب سوق:

بازار جن زمینوں میں لگتا ہے دو طرح کی ہوتی ہیں:

۱- شخصی مملوکہ

۲- غیر شخصی جس پر حکومت کا بازار لگانے کے لئے استیلاء واحراز ہوتا ہے، شخصی زمین لگنے والے بازار کا حکم یہ ہے کہ جس کی زمین ہے وہ بازار کے لئے زمین کو اجارہ پر دیتا ہے، اس لئے اس کا نیلام لے کر بازار لگانے والوں سے اجرت وصول کرنا جائز ہے، کیونکہ اجرت زمین کی ہوگی۔

غیر شخصی بازار۔ حکومت نے جن زمینوں کو بازار کے لئے مخصوص کردیا ہے اور اس کے حق اجارہ کا نیلام کرتی ہے کہ کوئی شخص زمین کو ٹھیکے پر لے کر بازار لگانے والوں سے اجرت وصول کرے، چونکہ استیلا کی بنا پر اس کی مملوک ہوگئی ہے، اس لئے اس کا نیلام لے کر اجرت وغیرہ وصول کرنا جائز ہے، کیونکہ اجرت زمین کی ہوگی اور مدت کی جہالت کی بناء پر اجارہ فاسدہ کا شبہ ہوسکتا ہے تو یہ عرف کی وجہ سے مندفع ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: ردالمحتار ۲۹/۵)۔

## مچھلیوں کی خرید وفروخت کے مروجہ نظام کی تحقیق:

تالاب کے ٹھیکہ کے جواز کی پوری تفصیل سے فارغ ہونے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ مختصر طور پر مچھلیوں کی خرید وفروخت کے مروجہ صورت کی تحقیق ہوجائے تاکہ صحیح حکم واضح ہوسکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تالاب کی مچھلیاں دو طرح کی ہوتی ہیں: مملوک اور غیر مملوک۔

## جواب نمبر (۴):

مملوک مچھلیوں کی خرید وفروخت کی چند صورتیں رائج ہیں:

۱- اس تالاب میں جتنی مچھلیاں ہیں سب کو اس تالاب کی اتنی مقدار معین مچھلیاں آپ کے ہاتھ میں نے اتنے روپے میں فروخت کیا، اتنے دن میں نکال لیجئے۔ یا میں نکال کر دیدونگا۔ اس صورت میں آکر مچھلیوں کا بغیر حیلے کے پکڑنا ممکن نہ ہو تو مبیع کے مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی بنا پر اس طرح بیع کرنا بیع فاسد ہے

۲- اس تالاب میں سب مچھلیاں یا اتنے اتنے وزن کی اتنی مقدار معین مچھلیوں کو نکال لیجئے فی کلو یا فی من اتنے روپے قیمت ہوگی یا یہ کہ میں نکال کر دیدونگا اور اتنی قیمت ہوگی۔

تو اس صورت میں اولاً مچھلیوں کے پکڑنے کی وکالت ہے، پھر بیع کا وعدہ ہے، لہذا یہ معاملہ انتہاءً بیع تعاطی بن کر درست ہوجائے گا، اس طرح بیع کرنا جائز ہے۔

## غیر مملوک مچھلیوں کی خرید وفروخت:

اس سلسلے میں مچھلیوں کو پکڑنے کے لئے تالاب وغیرہ اجارہ پر لینا جائز ہے، لیکن زمین کے اجارہ کا حیلہ اختیار کر کے تالاب کو اجارہ پر لینا درست ہوگا۔ اور اس کی مچھلیاں اگر خود شکار کریگا تو اس کی مملوک ہوں گی، اور اگر دوسرے سے شکار کرائے گا تو پکڑنے والے کی مملوک ہوں گی، لیکن چونکہ پکڑنے والا اپنی رضاء سے مچھلیاں دیدیتا ہے، اس لئے اس کے دینے کے بعد وہ مملوک ہوجاتی ہیں۔ نیز ائمہ ثلاثہ کے مذہب کے مطابق پکڑنے والے کی مملوک ہوتی ہیں اور اس کا رواج بھی ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت علم کے باوجود جائز ہے، ائمہ ثلاثہ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے۔

نوٹ: مارکیٹ میں جو مچھلیاں پہنچتی ہیں اکثر مملوک ہوتی ہیں، کیونکہ یا تو بیع فاسد کے ذریعہ سے وہ مچھلیاں مارکیٹ میں آتی ہیں یا بیع صحیح کے ذریعہ سے۔

اور چونکہ یقینی طور پر تحقیق نہیں ہوتی ہے، اس لئے اس کی خرید وفروخت بلا کراہت جائز ہے، البتہ اگر بیع فاسد کے ذریعہ سے حاصل ہونا یقینی طور پر معلوم ہوتو خریدنا تو نفس کراہت سے خالی نہیں، لیکن اس کا استعمال طیب وحلال ہے (کما فی الشامیہ ص ر ۱۳۰) اور اگر بیع باطل کے ذریعہ سے مچھلیوں کا حاصل ہونا معلوم ہوتو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، اگر کوئی علم نہ ہوتو جائز ہے۔

"لقول رسو ل الله ﷺ رفع عن اُمتی الخطاء و النسیان "

تحقیق واجب نہیں، البتہ از روئے تقوی اور احتراز محمود و پسندیدہ ہے۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کا شرعی حکم

مولانا ابوبکر قاسمی ☆

## تالاب کو ٹھیکہ پر دینا:

یہاں سب سے پہلا غور طلب امر یہ ہے کہ تالاب کو مچھلی پالنے کی غرض سے ٹھیکہ پر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، تو اس سلسلہ میں فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

"لا تجوز إجارة الآجام والأنهار للسمک وغیره" (فتاوی عالمگیری ۴/ ۴۴۲)

(مچھلی وغیرہ (پالنے یا شکار کرنے) کے لئے نہروں اور تالابوں کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے)۔

اسی طرح "مبسوط سرخسی" میں مرقوم ہے:

**ولا یجوز إجارة الآجام والأنهار للسمک ولا لغیره، لأن المقصود استحقاق العین، ولأن السمک صید مباح، فکل من أخذه فهو أحق به"** (مبسوط باب الاجارة الفاسدة ۱۶/ ۳۳)۔

نیز "تنویر الانوار" کی شرح "الدر المختار" میں بھی مچھلی کے تالاب کو کرایہ پر دینے کا عدم جواز مکتوب ہے، **ولم تجز إجارة برکة لیصاد منها السمک** (الدر المختار مع رد المحتار ۴/ ۱۱۹)۔

---

☆ شکر پور بھروارہ، دربھنگہ۔

(مچھلی کا شکار کرنے کے لئے حوض کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے)۔

اجارہ کی تعریفات کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں عقد اجارہ عوض دے کر کسی چیز سے منافع حاصل کرنے کا نام ہے، اب ظاہر ہے کہ عقد اجارہ کی یہ تعریف جس طرح مکان و دوکان کے اجارہ پر صادق آتی ہے، اسی طرح مچھلی پالنے کے لئے تالاب کو ٹھیکہ واجارہ پر دینے پر بھی صادق آتی ہے، اس لئے بظاہر تالاب کے ٹھیکہ پر لینے یا دینے کو اجارہ کی تعریف سے خارج کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض تالاب کو اجارہ وٹھیکہ پر دینے سے استھلاک عین بھی لازم آتا ہو تب بھی دور حاضر میں عرف عام کی بنیاد پر تالاب وحوض کو ٹھیکہ پر دینا شرعا جائز ہونا چاہئے، کیونکہ تالاب وحوض کو مچھلی پالنے کی غرض سے ٹھیکہ پر دینے کا مسئلہ کوئی منصوص مسئلہ نہیں ہے، کہ اس کو جائز قرار دینے سے کسی شرعی نص کی مخالفت لازم آئے، زیادہ سے زیادہ قیاس کی مخالفت ہوسکتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ عرف کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے فقہاء نے اپنے اپنے زمانہ میں تالاب وحوض کو کرایہ وٹھیکہ پر دینے کو جائز قرار دیا، چنانچہ خود علامہ شامیؒ جنہوں نے تالاب وحوض کو اجارہ وٹھیکہ پر دینے کے عدم جواز سے بحث کی ہے، اور الیضاح نامی کتاب کے حوالہ سے مچھلی کے تالاب کو اجارہ پر دینے کو نائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"وما في الإيضاح بالقواعد الفقهية أليق" (ردالمحتار ۴/۱۱۹) لیکن خود حضرت علامہ موصوف نے البحر الرائق کے حوالہ سے مچھلی کے تالاب کو کرایہ وٹھیکہ پر دینے کو حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ کی کتاب الخراج کے حوالہ سے جائز لکھا ہے۔

علاوہ ازیں صاحب "درمختار" وغیرہ فقہاء متاخرین نے عموم بلوئی کی وجہ سے تالاب کے اجارہ کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جاز إجارة القناة والنهر مع الماء، به يفتى لعموم البلوىٰ، مضمرات،

انتهى

(پانی کے ساتھ نالی اور نہر کو کرایہ پر دینا عموم بلوی کی وجہ سے جائز ہے)۔

علامہ حصکفی کے مندرجہ قول کے حاشیہ میں حضرت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے، چراگاہ اور تالاب وغیرہ کو کرایہ پر دینے کے سلسلہ میں مختلف فقہاء کرام کے اقوال کو نقل فرما کر قدرے بحث کیا ہے، لیکن آخر میں بطور نتیجہ کے تالاب و چراگاہ وغیرہ کے کرایہ پر دینے کے جواز سے متعلق ایک حیلہ کا ذکر فرمایا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مدت متعینہ کے لئے تالاب وغیرہ کو دے، اور تالاب میں مچھلی پالنے وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ نہ کہے تو پھر تالاب کا اجارہ شرعاً جائز و درست ہے۔

"استاجر نهرا يابسا أو أرضا أو سطحا مدة معلومة ولم يقل شيئا صح، وله أن يجرى فى الماء (قلت: أو يرسل فيه السمک)" (شامی ۵/ ۴۴)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دور حاضر میں مچھلی کے تالاب کو ٹھیکہ اور اجارہ پر دینا شرعاً جائز و درست ہے، اور اوپر جس طرح علامہ حصکفی کے حوالہ سے عموم بلوی کے سبب تالاب کے ٹھیکہ پر دینے کا جواز بیان کیا گیا اسی طرح فتاوی ہندیہ میں بھی عموم بلوئی کی وجہ سے تالاب کو ٹھیکہ پر دینے کا جواز صاف صراحت کے ساتھ مذکور ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاوی ہندیہ ۴/ ۴۴۱)۔

لہذا تالاب میں مچھلی ہو یا نہ ہو تالاب کو مچھلی کی غرض سے یا دیگر کسی اور مقصد سے کرایہ وٹھیکہ پر دینا شرعاً جائز ہونا چاہئے، یہی رائے دار العلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ کی ہے، ان کا فتوئی ملاحظہ ہو! وہ لکھتے ہیں:

''اگر تالاب اس قسم کا ہے کہ اس میں مچھلیاں محفوظ ہیں، از خود باہر نہیں نکلیں گی تو مچھلی پالنے کے لئے اس کا ٹھیکہ پر دینا درست رہے اور جو مچھلیاں اس میں پائی جائیں گی وہ مملوک ہو جائیں گی (نظام الفتاوی ۱/ ۲۴۴، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳/ ۱۹۶، فتاوی عالمگیری ۳/ ۱۱۳، بوادر النوادر ۱/ ۲۱۸)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دور حاضر میں بلا شک وشبہ کے تالاب کو مچھلی پالنے کی غرض سے کرایہ پر دینا جائز ہے، اور یہی مفتی بہ قول ہے۔

## تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت:

اس جگہ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حوض یا تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت کا شرعی حکم کیا ہے، تو اس سلسلہ میں عام طور پر فقہاء کرام نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جن صورتوں میں انسان تالاب کی مچھلی کا مالک ہو جاتا ہے، اگر وہ مچھلیاں بغیر کسی حیلہ وتدبیر کے اور بغیر شکار کئے ہوئے مقدور التسلیم ہوں اور بآسانی پکڑی جا سکتی ہوں تو ان کی بیع اور خرید وفروخت تالاب میں رہتے ہوئے جائز ہے، اور بعض علماء نے مچھلی کے بآسانی مقدور التسلیم ہونے کی دو صورتیں لکھی ہیں، ایک یہ ہے کہ شکار کرنے کے بعد مچھلی کو بائع کسی برتن میں رکھ لے، جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے، یا مچھلی کو کسی ایسے چھوٹے گڑھے میں رکھے جس سے نکالنا آسان اور سہل ہو (جدید فقہی مسائل ۱/ ۲۲۰)۔

لیکن اگر بغیر کسی تدبیر وحیلہ کے مچھلیوں کو پکڑنا آسان نہ ہو، تو ایسی صورت میں تالاب میں رہتے ہوئے مچھلیوں کو فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اسی طرح جن صورتوں میں انسان مچھلیوں کا مالک نہیں ہوتا ان صورتوں میں بھی تالاب وغیرہ میں رہتے ہوئے مچھلیوں کو بیچنا جائز نہیں ہے (مزید تفصیل بوادر النوادر اور جدید فقہی مسائل میں دیکھی جائے، نیز الکوکب الدری ۱/ ۳۵۹)۔

چنانچہ علامہ شمس الدین السرخسی نے "المبسوط" باب البیوع الفاسدہ (۱۳/ ۱۲) کے تقریباً آخر میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کے سلسلہ میں تفصیلی بحث کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے:

۱- اگر مچھلی کسی جھاڑی یا تالاب وغیرہ میں خود بخود پیدا ہوگئی ہو اور اس کا کسی نے شکار نہیں کیا ہے اور نہ اس تالاب وغیرہ کو مچھلی وغیرہ کی غرض سے تیار کیا گیا ہے اور نہ اس تالاب وجھاڑی وغیرہ سے مچھلی کو کسی نے پکڑا ہے تو اس قسم کی مچھلی کو تالاب میں رہتے ہوئے فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ بیع کی حقیقت مبادلۃ المال بالمال کے سبب تملیک کی ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی تملیک بغیر ملک کے نہیں ہو سکتی، یعنی جب تک کہ انسان اس چیز کا جس کو بیچ رہا ہے مالک نہ ہوگا اس وقت تک اس چیز کو بیچ کر کسی کو مالک نہیں بنا سکتا، اس لئے مذکورہ قسم کے تالاب

میں خود بخود پیدا ہونے والی مچھلی کو فروخت کرنا غیر مملوک ہونے کی وجہ سے شرعاً بیع باطل کے حکم میں ہے۔

۲- ہاں اگر مچھلی کو برتن یا گڈھا یا حوض وغیرہ میں پکڑ کر رکھا گیا ہے اور اس مچھلی کو بغیر شکار کے پکڑ نا ممکن و مقدور ہو تو اس قسم کی مچھلی کو فروخت کرنا شرعاً جائز و درست ہے۔

۳- اسی طرح اگر مچھلی کو گڑھا یا حوض وغیرہ میں پکڑ کر رکھا تو نہیں گیا ہے، بلکہ خود بخود مچھلی اس حوض و تالاب میں آ گئی ہے، البتہ اس حوض و تالاب کے دہانہ و منہ کو اس طرح بند کر دیا گیا ہے کہ مچھلی اس سے نہیں نکل سکتی تو شرعاً یہ بھی پکڑنے کے حکم میں ہے، جیسا کہ مچھلی بنسی کے ذریعہ (یعنی اس کانٹے میں جس میں مچھلی کو پھنسایا جاتا ہے) پھنس گئی تو ان صورتوں میں مچھلی کو فروخت کرنا شرعاً درست ہے۔

۴- لیکن اگر مچھلی مملوک تالاب میں داخل ہوئی مگر اس حوض و تالاب کے دہانہ کو بند نہیں کیا گیا تو ایسی صورت میں اس مچھلی کو فروخت کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ صرف حوض و تالاب میں داخل ہو جانے سے مچھلی مملوک نہیں ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ''مبسوط'' میں ذکر شدہ تفصیل کے مطابق تالاب میں مچھلی کے ہونے یا پائے جانے کی چار صورت ہے:

۱- حوض و تالاب میں خود بخود مچھلی پیدا ہوگئی

۲- مچھلی کو حوض و تالاب میں پکڑ کر یا خرید کر رکھا گیا ہے اور پھر اس مچھلی کو وہاں سے بغیر شکار کئے ہوئے نکالنا مقدور ہو۔

۳- مچھلی کہیں سے تالاب میں آ گئی اور تالاب کے منہ کو بند کر دیا گیا۔

۴- مچھلی کہیں سے تالاب میں آ گئی مگر تالاب کے منہ کو بند نہیں کیا گیا ہے، پہلی اور چوتھی صورت میں بیع باطل ہے اور دوسری و تیسری صورت میں شرعاً بیع درست ہے۔

اور ''شرح وقایہ'' کے حاشیہ میں مچھلی کی بیع کی پانچ صورت مرقوم ہے، (تفصیل کے لئے

دیکھئے: شرح وقایہ ۳/۴۱، نیز درمختار ۴/۱۱۹)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر بائع نے مطلق طریقے سے مچھلی کو سامان کے عوض فروخت کیا تو دونوں جانب سے بیع کو باطل ہونا چاہئے، جیسے مردار کو سامان کے عوض فروخت کرنا یا اس کے برعکس سامان کو مردار کے عوض فروخت کرنا اور اگر مچھلی متعین ہوگی تو مچھلی میں بیع باطل ہے اس لئے کہ اس صورت میں مچھلی غیر مملوک ہے اور سامان میں بیع فاسد ہے، اس لئے کہ مچھلی فی الجملہ مال ہے اور اسی کے مثل یہ صورت بھی ہے کہ اگر مچھلی کے گوشت کی بیع ہو اس لئے کہ مچھلی مثلی چیز ہے اور اگر مچھلی کی بیع ثمن یعنی روپیہ سے کی گئی تو بیع باطل ہے، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کا مبیع ہونا متعین ہے اور وہ غیر مملوک ہے، آگے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں نے کہا میں نے کسی کے کلام میں نہیں پایا، بلکہ یہ بات مجھ پر (منجانب اللہ) ظاہر ہوئی ہے (ردالمحتار ۴/۱۱۹)، اور پہلی و دوسری صورت کے باطل و فاسد ہونے کی صراحت صدر الشریعہ نے کی ہے (شرح وقایہ ۳/۴۱)۔

اور ''درمختار'' میں مچھلی کی بیع کی چوتھی شکل میں مشتری کو شرعاً جو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں مچھلی کو دیکھنے اور پانی سے باہر دیکھنے میں فرق ہے۔

"قال فی در المحتار: قوله وله خيار الرؤية ولا يعتد به برؤيته وهو فی الماء؛ لأنه يتفاوت فی الماء وخارجه شرنبلالية اه (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

اور ''درمختار'' میں مچھلی کی بیع کی جو چھٹی شکل بیان کی گئی ہے اس کے متعلق علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر مچھلی بغیر حیلہ کے پکڑی جاسکتی ہے تو بیع صحیح ہے اور اگر بغیر حیلہ کے نہیں پکڑی جاسکتی تو بیع فاسد ہے "(قوله فلو سد ملكه) أی فيصح بيعه إن أمكن أخذه بلا حيلة، وإلا فلا على القدرة على التسليم" (شامی ۴/۱۱۹)۔

آگے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مچھلی کی بیع کے سلسلہ میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کا حاصل وہ ہے جو فتح القدیر میں مرقوم ہے:

۱-اگر مچھلی بغیر حیلہ کے پکڑی جاسکتی ہے تو بیع جائز ہے، کیونکہ مچھلی مملوک اور مقدور التسلیم ہے۔

۲- اور اگر مچھلی بغیر حیلہ کے نہیں پکڑی جاسکتی ہے تو بیع جائز نہیں بلکہ فاسد ہے۔

۳-اور اگر مچھلی کسی تالاب میں داخل ہوئی اور وہ تالاب مچھلی کی غرض سے تیار نہیں کیا گیا ہے تو پھر بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کسی کی مملوک نہیں ہے، ہاں اگر مچھلی کے تالاب میں داخل ہوتے ہی تالاب کے دہانہ کو بند کر دیا گیا تو اس صورت میں مچھلی مملوک ہوجائے گی، البتہ اگر بغیر کسی حیلہ مچھلی کا پکڑ ناممکن ہے تو بیع جائز ہے ورنہ بیع فاسد ہوگی۔

۴-اور اگر تالاب تیار نہیں کیا گیا ہے لیکن مچھلی کو پکڑ کر اس میں رکھا گیا ہے تو مچھلی کو پکڑ کر اس تالاب میں رکھنے والا اس مچھلی کا مالک ہوگا، البتہ اگر مچھلی کا بغیر حیلہ کے پکڑ ناممکن ہے تو بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ مقدور التسلیم ہے اور اگر حیلہ کے ذریعہ پکڑ ناممکن ہے تو بیع جائز نہیں ہے بلکہ بیع فاسد ہے اگر چہ مچھلی مملوک ہے، لیکن مقدور التسلیم نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۴/۱۱۹)۔

یہاں تک مندرجہ بالا سطور میں مچھلی کی فروخت کے سلسلہ میں جو تفصیلات ذکر کی گئیں ان کا مقصد جہاں یہ ہے کہ مچھلی کی بیع سے متعلق ساری تفاصیل واضح ہوکر سامنے آجائے، وہیں یہ بات بھی عیاں ہوجائے کہ اس سلسلہ میں عام فقہاء کا نظریہ کیا اور انہوں نے مچھلی کی خرید وفروخت سے متعلق مسائل کو بیان کرتے ہوئے کس قدر باریک بینی سے کام لیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ان مسائل کا زیادہ تر دارومدار قیاس پر ہے اور عوام کے لئے فقہاء کرام کی بیان کردہ باریکیوں پر عمل کرنا دشوار ہے، دوسری طرف جب کسی زمانہ میں اس کے خلاف تعامل ہوجائے تو اس زمانے کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات میں قیاسی مسائل پر جمود کے بجائے روح شریعت اور اصول فقہاء کو پیش نظر رکھ کر عرف کے مطابق جہاں تک ہوسکے امت کے۔ لئے سہولت کی راہ نکالیں، لہذا عام فقہاء کے نظریہ کو تحریر کرنے کے بعد دور

حاضر کے بدلتے ہوئے حالات میں راقم سطور اپنی رائے درج کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں انسان تالاب کی مچھلی کا مالک ہو جاتا ہے ان صورتوں میں تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع جائز ہے بشرطیکہ تالاب کی حد بندی ہو اور مچھلی کا وہاں سے نکل کر بھاگ جانا ممکن نہ ہو، نیز وہ تالاب وغیرہ مچھلی ہی کے لئے مخصوص ہو اور مچھلی مقدور التسلیم ہو، خواہ حیلہ وتدبیر اور جال وغیرہ ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو، چنانچہ علامہ شامی نے تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کا جواز حضرت امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو: ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

آگے چل کر علامہ شامی نے علامہ خیر الرملی کا قول نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ گزشتہ سطور سے تو مطلقاً تالاب میں مچھلی کی بیع کا عدم جواز معلوم ہوا لیکن حضرت امام ابوحنیفہ سے جو کچھ منقول ہوا اس کا انطباق اگر چہ قواعد پر مشکل ہے، کیونکہ شکار سے قبل ہی مچھلی کی بیع تالاب میں اس کے رہتے ہوئے ہو رہی ہے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ تالاب چونکہ اسی غرض سے بنایا گیا ہے اور مچھلی کی بیع کے بعد مچھلی مقدور التسلیم ہے، اس لئے جائز ہے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس تحریر پر غور کرلو کیونکہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور اس کے سلسلہ میں بکثرت سوال کیا جاتا ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

اور راقم سطور کے نزدیک تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کے جواز کے لئے درخت پر رہتے ہوئے پھل کے فروخت کرنے کے جواز کو نظیر بنایا جائے، یعنی جس طرح فقہاء کرام نے درخت پر رہتے ہوئے پھل کی بیع کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع بھی شرعاً جائز ہونا چاہئے خواہ حیلہ وتدبیر کے بعد ہی خریدار کو مچھلی سپرد کیوں نہ کرنے پڑے بلکہ جس طرح حضرت امام محمد نے پھل کی بیع کی بعد اگر پھل تیار ہو تو اسے درخت پر چھوڑنے کی عرف کی وجہ سے اجازت دی ہے اسی طرح مچھلی کی بیع کے بعد بھی تالاب میں مچھلی کے کچھ دنوں چھوڑے رکھنے کا رواج ہے اور فریقین میں سے کسی کو کوئی ناگوار نہیں ہوتی اس لئے یہاں بھی مچھلی کی بیع کے بعد تالاب میں کچھ دنوں مچھلی کے چھوڑے رکھنے کی عرف کی وجہ سے

اجازت ملنی چاہئے (دیکھئے: الدر المختار ۴/ ۴۲، ۴۳، ۴۴)۔

بلکہ جس طرح علامہ شامی نے پھل کی بیع کو بیع سلم کے ساتھ ملحق کر کے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے (کمافی رد المحتار ج ۴ ص ۴۳)۔

اسی طرح حضرات فقہاء نے مچھلی میں بھی سلم کی اجازت دی ہے (ہدایہ ۳/ ۷۷، ۷۸)۔

تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کا جواز اوپر جس طرح میں نے حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے اسی طرح علامہ سرخسی نے امام ابن ابی لیلہ سے تالاب میں مچھلی کی بیع کا جواز نقل کیا ہے (دیکھئے: المبسوط للامام السرخسی ۱۳/ ۱۱)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس طرح حضرات فقہاء نے عبد آبق کی بیع کو جب کہ وہ مقدور التسلیم ہو جائز قرار دیا ہے، اسی طرح تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی اگر مقدور التسلیم ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے۔ اور علامہ سرخسی نے حضرت ابن عمر اور ابن مسعودؓ سے جو پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کا جواز نقل کیا ہے وہ اثر راقم سطور کے نزدیک اس صورت پر محمول ہے، جبکہ تالاب غیر محور ہو یا مچھلی غیر مملوک ہو ______ اسی طرح بعض حضرات فقہاء نے تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کو بیع غرر کے تحت داخل کر کے ناجائز قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیع غرر اس وقت منع ہے جبکہ بلا ضرورت ہو، لیکن اگر ضرورۃً یا تبعاً بعض غرر کو برداشت کرنا پڑ رہا ہو تو پھر ایسی صورت میں بیع غرر ممنوع نہیں ہے۔

"قال العلامة النووی فی شرح المسلم عند ذکر "بیع الغرر نصه": لأنه غرر من غیر حاجة، وقد یحتمل بعض الغرر تبعا إذ دعت إلیه حاجة" (وانظر لمزید التفصیل حاشیہ المسلم للنووی ۲/ ۲)

یہاں پہنچ کر یہ مسئلہ بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ مچھلی کی بیع اگر تالاب میں مچھلی کے رہتے ہوئے کی جائے تو اگر بیع کا معاملہ وزن کے ساتھ ہو تو تالاب سے مچھلی نکلوا کر خریدار کے سپرد کرنا بائع کی ذمہ داری ہے اور اگر کیل و وزن کی شرط کے بغیر اٹکل اور اندازہ سے بیع کا معاملہ کیا جائے

تو پھر مچھلی کو تالاب سے نکلوانا بائع کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ خود خریدار تالاب سے مچھلی کو نکالے (ردالمحتار ۴؍۴۳)۔

## جوابات:

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں فقہ اکیڈمی کے مرسلہ سوالوں کا بالترتیب جواب یہ ہے: یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل جو مچھلیاں منڈیوں اور بازاروں میں فروخت کی جاتی ہیں ان کا ایک بڑا حصہ ان ندیوں اور تالابوں سے آتا ہے جن کے مختلف رقبے حکومت کی طرف سے مختلف افراد کو ٹھیکہ پر دئے جاتے ہیں اور بہت سی مچھلیاں وہ ہوتی ہیں جن کی گڈھوں اور تالابوں میں افزائش کی جاتی ہے، یہ گڈھے اور تالاب کبھی شخصی ملک ہوتے ہیں اور کبھی عوامی ملکیت کے ہوتے ہیں، جنہیں مختلف افراد کو مختلف جگہوں پر خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے۔

اب یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ آج عام طور پر ان ندی، نالوں اور نہروں کے سلسلہ میں جو کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہیں یہ بات متعارف ہے کہ ان کو حکومت کسی خاص شخص، کوآپریٹو سوسائٹی یا مقامی پنچایتوں کے ہاتھ سے متعین مدت کے لئے بندوبست کر دیتی ہے اور یہ لوگ سرکار کو معاوضہ دے کر ہی خاص حصہ سے مچھلی نکالتے ہیں اور خود اس کو استعمال کرتے ہیں یا اس کو فروخت کر دیتے ہیں یہ مچھلی ضروری نہیں ہے کہ اس ندی یا تالاب میں پرورش کی گئی ہو، بلکہ سیلاب کی آمد کیساتھ یہ مچھلیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں، اسی طرح بازار کا بھی سرکار نیلام کرتی ہے، نیز سڑکوں کے کنارے سرکار کی طرف سے جو درخت ہیں یا سرکاری زمین میں پیدا ہونے والے خودرو درخت ہیں جن کے جلاون نیلام کئے جاتے ہیں اور اس طرح کے معاملات عرف میں عام ہیں۔

تو کیا عرف میں عام ہونے کی صورت میں جس طرح ہاٹ، بازار یا سرکاری درخت

کے جلاون کے نیلام کو فقہاء کرام نے شرعی بنیادوں پر جائز قرار دیا ہے (امداد الفتاوی ۳ / ۱۲۱)، اسی طرح سرکاری تالاب میں سیلاب کی آمد کے ساتھ آنے والی مچھلیوں کے نیلام کو شرعاً جائز قرار دیا جائے گا، تو اس سلسلہ میں یہ بات اچھی طرح یاد رہنی چاہئے کہ اگر سرکار نے تالاب کو ٹھیکہ پر دیا ہے اور اس میں خود بخود پیدا ہونے والی مچھلی کو یا سیلاب کی آمد کیساتھ آنے جانے والی مچھلی کو ٹھیکہ دار شخص تالاب سے نکال کر فروخت کرتا ہے تو شرعاً ایسی مچھلیوں کو خرید وفروخت بلا خیار جائز ہے، ہاں اگر سرکاری تالاب کو ٹھیکہ پر لیکر ٹھیکہ دار شخص اس میں خود بخود پیدا ہونے والی مچھلی کو بغیر نکالے ہوئے تالاب میں رہتے ہوئے ہی فروخت کر دیتا ہے تو شرعاً بیع باطل یا فاسد ہے، کیونکہ اس صورت میں تالاب میں جو مچھلی پائی جاتی ہے وہ غیر مملوک ہے، نیز مجہول بھی ہے اور غیر مقدور التسلیم بھی، اس لئے یہ بیع باطل ہے، کیونکہ یہ ایسی بیع ہے جس میں مبیع بائع کا مملوک مال نہیں ہے اور جس بیع میں مبیع بائع کی مملوک نہ ہو شرعاً ممنوع ہے: **قال النبی ﷺ علی رجل بیع فیما لا یملک** ، اھ (رواہ النسائی ۲ / ۲۲۵)۔

لہٰذا صرف موجودہ عرف کو دیکھ کر اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا: "**لأن العرف غیر معتبر فی المنصوص علیه**" (قواعد الفقہ / ۹۲)، ہاں اگر ٹھیکہ دار نے سرکاری یا عوامی یا شخصی تالاب کو ٹھیکہ پر لیکر اس میں مچھلی خرید کر یا پکڑ کر رکھا ہو یا سیلاب میں آنے والی مچھلی کے تالاب میں رکنے کا انتظام کیا ہو تو پھر ان صورتوں میں وہ تالاب کی مچھلی کا مالک ہو جاتا ہے، البتہ اس صورت میں اگر وہ تالاب سے مچھلی نکال کر فروخت کرتا ہے تو بالاتفاق بیع جائز ہے اور اگر تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کو فروخت کر دیتا ہے تو اگر چہ عام فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق یہ بیع فاسد ہے، لیکن خرید لینے کے بعد مشتری مچھلی کو نکال لے اور فروخت کرے تو شرعاً سابق بیع بھی درست ہو جائے گی، چنانچہ حضرت مفتی نظام الدین نے غیر مقبوضہ مچھلیوں کی بیع کے سلسلہ میں ایک فتویٰ کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر تالاب اس قسم کا ہے کہ اس میں مچھلیاں محفوظ ہیں از خود باہر نہیں نکلیں گی تو مچھلی پالنے کے لئے اس کا ٹھیکہ پر لینا درست

ہوگا اور جو مچھلیاں اس میں پالی جائیں گی وہ مملوک ہو جائیں گی، البتہ بغیر پکڑے ہوئے مقبوضہ نہ ہوں گی اس لئے خود پکڑ کر یا اپنے کسی ملازم یا اجیر (مزدور) سے پکڑوا کر فروخت کرنا بھی جائز ہو جائے گا، البتہ بغیر پکڑے اور قبضہ میں لائے فروخت کرنا بیع مالم یقبض ہو کر بیع فاسد ہوگی اور مملوک رہنے کی وجہ سے بیع باطل نہ ہوگی اور بیع فاسد ہونے کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اگر مالک کے قبضہ میں آئے بغیر فروخت ہو جائے اور مشتری پھر اس کو فروخت کرے اور مالک کو اعتراض نہیں تھا بلکہ اجازت تھی تو یہ دوسری بیع جو ہوگی وہ صحیح اور سمک مبیع لہذا البیع'' کا استعمال درست رہے گا۔

اھ (نظام الفتاوی ار ۲۴۴)'' کتبہ العبد نظام الدین عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند''۔

البتہ راقم سطور کے نزدیک مملوک مچھلی کی بیع تالاب میں رہتے ہوئے بھی شرعاً درست ہے۔

۲- اب جس صورت میں حضرات فقہاء نے تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کو ناجائز و باطل قرار دیا ہے اگر ٹھیکہ دار سے خرید کر اور تالاب سے مچھلی نکال کر مشتری بازار یا دوکان میں رکھ کر مچھلی کو فروخت کرے گا تو اگر چہ بیع باطل کے معروف اصول کے مطابق اس کے لئے اس مچھلی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ ''کما هو حکم البیع الباطل'' لیکن اگر ٹھیکہ دار کی اجازت سے اس نے ایسا کیا ہے تو بعض فقہاء کے کلام کے مطابق خریدار کا اس مچھلی کو فروخت کرنا اور لوگوں کا اس سے مچھلی خریدنا جائز ہے (حاشیہ شرح وقایہ ۳۹/۳)۔

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص اس تالاب میں باقاعدہ مچھلی پال کر شکار کرنے سے قبل ہی مچھلیوں کو فروخت کر دیتا ہے تاکہ وہ دوسرا شخص خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو فقہاء کرام کی مشہور تصریحات کی روشنی میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر بغیر کسی حیلہ کہ مچھلیاں تالاب سے نکالنا مقدور التسلیم ہو تو شرعاً اس طرح کی خرید و فروخت جائز ہے اور اگر بغیر کسی حیلہ کے مچھلیاں تالاب سے نکالنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں تالاب یا حوض میں رہتے ہوئے شکار سے قبل مچھلیوں کو کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز

نہیں ہے (شرح وقایہ ۳/۴۱)۔

لیکن راقم سطور کے نزدیک جن صورتوں میں انسان مچھلیوں کا مالک ہو جاتا ہے اگر تالاب محصور ومخصوص ہو اور مچھلی حیلہ ہی کے ساتھ مقدور التسلیم کیوں نہ ہو، پھر بھی تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع جائز ہے (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

۴- اگر کوئی حوض یا تالاب نجی و شخصی ملکیت کا ہے یا عوامی و سرکاری ملکیت کا ہے اور اس میں مچھلیاں بغیر پالے ہوئے بارش وسیلاب کی وجہ سے از خود آ گئی ہیں تو ایسے تالاب کو اس طور پر کسی کو ٹھیکہ پر دینا کہ ایک خاص مدت تک ٹھیکہ پر لینے والے ہی کو اختیار ہو کہ وہ اس تالاب کی مچھلیوں کا شکار کر کے فائدہ اٹھائے تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً جائز ہے۔(نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۴) البتہ تالاب میں رہتے ہوئے مچھلی کو فروخت کرنا اس صورت میں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر مچھلی کو روکنے کے لئے ٹھیکہ دار نے انتظام کیا تو پھر اس صورت میں ظاہر روایت میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ اگر اس تالاب سے مچھلی نکال کر فروخت کر لے یا وہ تالاب ایسا ہے کہ بغیر حیلہ کے اس سے مچھلی نکل سکتی ہو تو تالاب ہی رہتے ہوئے مچھلی کو فروخت کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

لیکن احقر کے نزدیک تالاب میں رہتے ہوئے بھی مچھلی کی خرید فروخت جائز ہے۔

☆☆☆

# مچھلی کا شکار اور تجارت کی مشکلات کا حل

مولانا محمد محی الدین القاسمی بڑودوی

## مچھلی کی بیع:

۱- ندی، نالے جس کا سرکار بندوبست کرتی ہے، اور مقامی پنچایتوں و کوآپریٹیو سوسائٹیوں کو معاوضہ لے کر ٹھیکہ پر دیتی ہے، جہاں مچھلیوں کا وجود وعدم کچھ یقینی نہیں ہے، علی خطر ہے، پھر سرکاران مچھلیوں کی مالک بھی نہیں ہے، کیونکہ جب تک پانی سے مچھلیوں کو پکڑ نہ لیا جائے وہ کسی کی ملک نہیں ہیں، تو سرکار کی ٹھیکہ داروں کے ہاتھ یہ بیع باطل ہے، البتہ ٹھیکہ داروں نے اپنے اس ٹھیکہ کے ماتحت ان ندی نالوں کی مچھلیوں کو پکڑ لیا تو ٹھیکیدار مالک ہو گئے ہیں، ان سے جو شخص خریدے گا اس کی بیع صحیح ہوگی، اسی طرح ٹھیکیدار سے خریدار کی بیع دوسروں کے ہاتھ جائز ہوگی۔

صاحب ''درمختار'' فرماتے ہیں کہ وہ مچھلیاں جو ابھی شکار نہیں ہوئیں ہیں اگر کسی سامان کے عوض بیچی جائیں تو بیع فاسد ہوگی، اور (نقد کے بدلہ فروخت ہوں) تو بیع باطل ہوگی، ملک نہ ہونیکی وجہ سے۔ صدر الشریعہ کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کی بیع مذکورہ صورت میں فاسد ہے، اور مچھلی قبضہ کے بعد مملوک ہو جاتی ہے، لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ جو چیز اپنی ملک میں نہیں ہے اس کی بیع تو باطل ہوتی ہے، جیسے پہلے گزرا، کیونکہ یہ بیع معدوم ہے اور معدوم (بیچنے والے کے حق میں) مال نہیں ہے، تو لازم ہے کہ یہ بیع باطل ہو، اور عرض جو (ثمن ٹھہرا ہے) کی بیع

فاسد ہو،کیونکہ اگر چہ عرض کوثمن ٹھہرایا گیااور''باء''عوض اس پر داخل ہے،مگر کسی درجہ میں عرض مبیع ہے،تو اس شکل میں ہم مچھلی کوثمن قرار دے لیں گے،تو اب صورت یہ ہوگی کہ عرض کوسمک غیر مملوک کے بدلہ فروخت کیا جارہا ہے جو مال نہیں ہے، گویا عرض فروخت ہورہا ہے اور ثمن کا ذکر نہیں ہے، (اور ثمن مقصود بیع نہیں ہوتا،اس لئے ثمن کے عدم ذکر سے بطلان بیع لازم نہیں آتا،) یا یوں کہہ لیں گے جیسے عرض کوام الولد کے عوض فروخت کیا جارہا ہے (درمختار)۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عرض کی بیع بھی اس صورت میں باطل ہو (جیسے سمک کی بیع باطل ٹھہری) کیونکہ سمک جب مال ہی نہیں ہے تو عرض کو میتہ اور دم کے عوض فروخت کرنے جیسی صورت پیدا ہوجاتی ہے،لیکن موجودہ شکل کوعرض کوی ام الولد کے بدلہ بیع کے ساتھ تشبیہ دینا زیادہ ظاہر ہے۔کہ جس طرح ام الولد فی الجملہ مال ہے اسی طرح مچھلی پکڑ لئے جانے کے بعد مال ہے، اور اگر مچھلی کو بے شکار نقد کے عوض فروخت کیا جائے تو بیع باطل ہے۔

۲- مذکورہ صورت، یعنی سرکار کی ٹھکیداروں کے ساتھ مچھلی کی بیع باطل ہے ،مگر ٹھکیداروں کا اس ندی نالے سے مچھلیاں پکڑ کر فروخت کرنا جائز ہے اور مسلموں کے لئے صورت حال جانتے ہوئے بھی ان مچھلیوں کوخریدنا جائز ہے،جس کی تفصیل جواب ۱ میں درج ہوئی ہے۔

۳- جو حوض یا تالاب کسی کی ذاتی ملکیت میں ہیں اور مچھلیاں بھی اس نے پالی ہیں، خواہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں لاکر ڈالی ہیں یا مچھلی کے انڈے ڈالے ہیں تو اس صورت میں مچھلیاں اس شخص کی مملوک ہیں اور صاحب تالاب کے سوا دوسرے شخص کو یہ مچھلیاں پکڑنے کا حق نہیں ہے۔

پھر اس کی دوصورتیں ہیں: اگر مچھلیاں مقدور التسلیم ہوں کہ مالک یا مشتری بلا کسی تدبیر کے مچھلیاں جس قدر مطلوب ہیں بسہولت پکڑ سکتا ہے تو یہ بیع جائز ہے،البتہ مشتری کو خیار رویت حاصل رہے گا،اور اگر حوض یا تالاب کے بڑا یا گہرا ہونے کی وجہ سے کسی کانٹے یا جال

ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہو یا مختلف ومشقت کے بعد پکڑی جاسکتی ہوں تو مقدور التسلیم نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع جائز نہ ہوگی یعنی فاسد ہوگی۔ جیسے اس پرندہ کی بیع جسکو پکڑ کر فضا میں چھوڑ دیا گیا ہو جو خود واپس نہ ہوتا ہو۔

"والحاصل كما فى الفتح أنه إذا دخل السمك فى حظيرة فإما أن يعدها ذلک أول افقى الأول يملكه وليس لأحد أخذه ثم إن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه لأنه مملوک مقدور التسليم وإلا لم يجز لعدم القدرة على التسليم" (ردالمحتار ۴/۱۱۹)

## بیع فاسد میں رفع فساد:

رہی یہ بات کہ اس بیع فاسد کی صورت میں بائع اگر کسی طرح مچھلیاں نکال کر مشتری کے سپرد کردے تو اب یہ فساد رفع ہو جائیگا کہ نہیں؟ تو اس صورت میں دو رائے ہیں۔

مشائخ بلخ کہتے ہیں کہ تسلیم کے بعد یہ فساد رفع نہ ہوگا اور حضرت کرخیؒ اور امام طحاویؒ کے قول کے مطابق فساد رفع ہو جائے گا اور بیع جائز ہو جائے گی (تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار ۴/۱۲۰)۔

۴- اگر کسی حوض یا تالاب میں مچھلیاں از خود آگئی ہوں تو کوئی شخص اگر حوض یا تالاب کا راستہ بند کر دیتا ہے تاکہ مچھلیاں محبوس ہو جائیں تب یہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، خواہ کسی حوض یا تالاب اس کی ملکیت میں ہو یا نہ ہو۔

پھر حوض اس قدر چھوٹا ہو کہ پکڑنے کے لئے کسی حیلہ کی ضرورت نہیں رہتی تو ان مچھلیوں کو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر مچھلیوں کا پکڑنا حیلہ پر موقوف ہے تو پکڑنے سے قبل بیع فاسد ہے۔

حضرت علامہ شمس الدین سرخسیؒ "مبسوط" میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر مچھلیاں چھوٹے گڈھے میں ہوں جن کا بلا شکار پکڑ لینا ممکن ہو تو اگر اس آدمی نے مچھلیاں پکڑ کر اس گڈھے میں ڈال دی ہیں تو یہ مالک ہو جائے گا، جس طرح اس نے مچھلیاں پکڑ کر بڑے مٹکے (کوٹھے) میں ڈالدی ہوں اور اگر مچھلیاں پکڑی نہیں، بلکہ پانی کے ساتھ از خود مچھلیاں گڈھے میں داخل ہوگئی ہوں اور اس شخص نے گڈھے میں پانی داخل ہونے کی جگہ بند کردی ہو کہ اب مچھلیاں اس جگہ سے نکلنے پر قادر نہ ہوں تو یہ آدمی ان مچھلیوں کو پکڑنے والا شمار ہوگا جیسے جال میں مچھلی پھنس جائے تو جال والا مالک ہو جاتا ہے، تو اب ان مچھلیوں کا بیچنا جائز ہوگا، (اگر مقدور التسلیم ہوں) اور اگر اس شخص نے پانی داخل ہونے کی جگہ کو بند نہ کیا تو بیع جائز نہیں ہوگی (بلکہ باطل ہوگی)، اس لئے کہ صرف گڈھے میں مچھلی آجانے سے مملوک نہیں ہوجاتی ہے جب تک کہ یہ آدمی اس کو پکڑ نہ لے، خواہ حقیقۃً، خواہ حکماً'' اھ (المبسوط للسرخسی ۱۳؍۱۴)۔

یہاں ایک اور صورت پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ کسی نے غیر مملوک حوض یا تالاب میں مچھلیاں پکڑ کر ڈالدی ہوں تو انکی بیع کا کیا حکم ہے؟

ہمارے یہاں اس کی بیع باطل ہے، اور ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ پکڑ کر چھوڑ دینے سے اسکی ملک زائل نہیں ہوتی، اگر چہ پکڑنے کے لئے از سر نو شکار کرنا پڑ جائے۔

ہماری دلیل حضرت ابن عمر اور حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اثر ہے، ان دونوں نے فرمایا کہ مچھلی کو پانی میں نہ بیچو کہ یہ بیع غرر ہے، چنانچہ پکڑے بغیر ہی بیع پانی میں کر رہا ہے تو یہ بیع باطل ہے غیر مملوک کی بیع ہے اور خود مالک بننے سے قبل دوسرے کو مالک نہیں بنا سکتا، لہذا یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی اڑتے پرندہ کو (بلا پکڑے) فضاء میں بیچ ڈالے تو یہ بیع باطل ہوگی۔

اور اگر پکڑ کر پھر چھوڑ دی ہے تو یہ مچھلی آبق فی الماء ہے تو یہ بھگوڑے غلام کی بیع کے حکم میں ہے، اور اس لئے بھی کہ مقدور التسلیم نہیں ہے، بلکہ اس مچھلی کو پکڑنے کے لئے اسی سبب

ملک کو اختیار کرنا پڑیگا جس سے ازسرنو ملک ثابت ہوتی ہے، یعنی شکار کرنا پڑے گا تو نتیجۃً یہ بھی فضا میں پرندہ کی بیع کے حکم میں رہے گی (تفصیل کے لئے: المبسوط للسرخسی ۱۳/ ۱۲)۔

ٹھیکہ (اجارہ):

حوض یا تالاب کو ٹھیکہ پر دینے کا مسئلہ اجارہ سے متعلق ہے۔

اجارہ تملیک المنافع کا نام ہے، یعنی کوئی مملوک شئی سے انتفاع کے لئے اجارہ کی وضع ہوتی ہے، اور حوض یا تالاب کو ٹھیکہ پر دینا مچھلی مارنے اور نکالنے کے لئے، اجارہ کی حقیقت، یعنی تملیک المنافع سے میل نہیں کھاتا ہے، کیونکہ اس ٹھیکہ میں حوض سے کوئی انتفاع نہیں ہورہا ہے، بلکہ عقد، حوض وتالاب میں مچھلی پر واقع ہورہا ہے، اور معقود علیہ (مچھلی) پوری بذاتہ عاقد کو مل رہی ہے، اس کو استہلاک عین کہا جاتا ہے، اور اجارہ کی حقیقت یہ ہے کہ عین مالک کی ملک پر باقی رہتے ہوئے منافع دوسرے کو مل جائیں، اور استہلاک عین پر اجارہ جائز نہیں ہے، جیسے کسی زمین پر بانس یا درخت لگے ہوئے ہوں تو ان کے کاٹنے پر اجارہ درست نہیں، زمین میں پانی ہو تو پانی جانوروں کو پلانے کے لئے اجارہ درست نہیں ہے، گھاس ہو تو جانور چرانے پر اجارہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ بانس، درخت، گھاس اور پانی عاقد کو بذاتہ مل رہا ہے اور نفس زمین سے اس میں عاقد کو انتفاع نہیں ہورہا ہے، اور نہ نفس زمین پر کوئی عقد ہورہا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: بزازیہ علی ہندیہ ۵/ ۴۸)۔

حیلہ جواز:

علامہ شامی نے حیلہ جواز بیان کیا ہے کہ زمین کے حصہ معینہ کو جانور بٹھانے اور باندھنے کے لئے اجارہ پر لے لیا جائے اور صاحب زمین پانی اور گھاس لینے کی اجازت دیدے مستاجر کو، اور اس اجازت کی اس وقت ضرورت ہوگی جب پورا پانی لے لینا ہو، اگر ضرورت کے

مطابق جانوروں کو پلانا ہے یا تھوڑا استعمال کرنا ہے جس سے کنویں یا نہر کے حریم (ماحول) کو نقصان نہ پہونچتا ہو تو ضرورت کی مقدار لے لینے میں اجازت کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

لہذا اس حیلہ کے مطابق یہ جائز ہے کہ حوض یا تالاب کی زمین اجارہ پر دیدی جائے، اور پھر مالک زمین مستاجر کو مچھلیاں مارنے کی اجازت دیدے، لیکن نفس حوض و تالاب کو مچھلیاں مارنے کے ٹھیکہ پر نہیں دیا جاسکتا، یہ جائز نہیں ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۴/۱۱۹-۱۲۰)۔

مچھلی کے شکار کے لئے کسی گڈھے کو اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے (درمختار)۔

اس پر علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں: ''نہر'' میں لکھا ہے، جان لیجئے کہ متصرفین چھوٹے چھوٹے گڈھے میں جیسے ''برکۃ الفهادۃ'' اس میں مچھلیاں اکٹھی ہوجاتی ہیں، تو کیا مچھلی کا شکار کرنے کے لئے ان کو اجرت پر دیا جاسکتا ہے، بحر میں ''ایضاح'' سے منقول ہے کہ جائز نہیں ہے، اور پہلے حضرت ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ کتاب الخراج میں ابوالزناد سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو ایسے بحیرہ کے بارے میں لکھا جو عراق میں واقع ہے اور اسمیں مچھلیاں جمع ہوجاتی ہیں، کیا ہم اس کو اجرت پر دے سکتے ہیں، تو انہوں نے مجھے لکھا ایسا کرلیا کرو (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

اور ''ایضاح'' میں جو لکھا ہے (عدم جواز) وہ قواعد فقہیہ کے زیادہ لائق ہے، اور بحر میں بھی حضرت ابو یوسفؒ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن روایت کیا ہے کہ عبدالحمید نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا گڈھوں (حوض) کی مچھلیوں کے شکار کے بارے میں پوچھتے ہوئے تو عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ لاباً س بہ (حرج نہیں) اور اس کو حبس کے نام سے موسوم کیا اھ

تو بحر میں کہا کہ اس بنیاد پر گڈھوں (تالاب) میں مچھلی کی بیع جائز نہیں ہے، مگر جب کہ بیت المال کی زمین ہو تو جائز ہے اور وقف کی زمین کا بھی یہی حکم ہے۔

اور خیر رملیؒ (علامہ خیر الدینؒ) نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ ماتقدم سے تو مطلقا عدم جواز بیع معلوم ہوتا ہے سمندر میں یا ندی میں ہو یا تالابوں میں، خواہ بیت المال کی زمین ہو یا وقف کی

زمین ہر صورت میں جائز نہیں ہے۔اور ''کتاب الخراج'' میں جو کچھ گزرا ہے وہ بھی قواعد فقہیہ سے بعید نہیں ہے، اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ایک مخصوص جگہ مقررہ منفعت (شکار) کے لئے اجرت پر لی جائے۔اور ابوحنیفہ نے حماد سے جو روایت بیان کی ہے وہ قابل اشکال ہے، اس لئے کہ یہ شکار سے پہلے ہی مچھلی کی بیع ہے، البتہ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ ایسے تالابوں کے بارے میں ہے جو مچھلی کی غرض سے ہی تیار کئے گئے ہوں اور مچھلی پکڑنے پر پوری قدرت ہو۔علامہ نسائیؒ فرماتے ہیں: غور کے قابل مسئلہ ہے، ہماری اس تحریر کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور اس کے بارے میں بہت سوال ہوتے ہیں۔اھ

علامہ شامیؒ علامہ رملیؒ کے قول پر اشکال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: رملیؒ کا یہ کہنا ہے کہ عمر بن الخطاب جو اجازت دی ہے۔وہ زمین کے ایک حصہ معینہ کو اصطیاد کے لئے اجارہ پر دینے پر محمول ہے یہ درست نہیں ہے، اس میں نظر ہے، اس لئے کہ یہ اجارہ استہلاک عین ہو رہا ہے اور جلد ہی تصریح آ جائے گی کہ چراہ گاہوں کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے اور اصطیاد کے لئے تالاب کو اجارہ پر دینا بھی استہلاک عین ہے، اسی لئے مقدسی نے اسکے صحیح نہ ہونے کا قطعی فیصلہ کیا ہے اور صاحب بحر نے بھی ہماری طرح اعتراض کیا ہے (دیکھئے: شامی ۴/ ۱۱۹-۱۲۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صاحب ''بزاز'' کی طرح علامہ شامی، صاحب ''بحر'' اور دیگر فقہاء کرام نے ایسے اجارہ کو درست قرار نہیں دیا ہے، اس لئے حوض یا تالاب کو ایک معینہ مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

# سرکاری ندی، نالے اور نہروں کو ٹھیکہ پر دینا

مفتی نسیم احمد قاسمی ☆

صورت مسئولہ میں فقہی نقطۂ نظر سے غور وفکر کرنے کے بعد اس میں تین احتمالات نکلتے ہیں:

۱-اس میں پہلا احتمال یہ نکلتا ہے کہ ہم اسے عقد بیع تسلیم کریں، گویا سرکار تالاب، ندی نالے اور نہروں میں پائے جانے والی مچھلیوں کی بیع کرتی ہے، مگر یہ احتمال اصول شرع کی رو سے درست نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کا معاملہ چند برسوں کے لئے بھی ہوتا ہے، تو جس وقت معاملہ طے پا رہا ہے اس معاملہ میں وہ مچھلیاں بھی شامل ہوں گی جو اگر چہ وقت معاملہ موجود نہیں ہیں مگر آئندہ ان کے پیدا ہونے یا بارش اور سیلاب کی آمد و رفت کے ساتھ ان کے آنے کا امکان ہے تو اس صورت میں بیع معدوم لازم آئے گی جو اصول شرع کی رو سے باطل ہے، جناب نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے جو موجود نہیں ہیں، اسی بنیاد پر حمل اور نتاج کی بیع سے منع کیا گیا ہے (فتح القدیر ۶/ ۳۷۵)۔

یا پھر وہ مچھلیاں ( موجود ہونے کی صورت میں ) مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہوں گی، لہذا مبیع کے مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے یہ عقد فاسد قرار پائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف نے ''کتاب الخراج'' میں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ انہوں نے غرر کی وجہ سے پانی میں مچھلیوں کی بیع سے منع فرمایا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

---

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

کا بھی یہی فتویٰ ہے، چنانچہ راحث العکلی نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے نقل کیا ہے:

"لا تبایعو السمک فی الماء، فإنه غرر" (کتاب الخراج/۸۷)۔

اور مسیّب بن رافع نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے:

"لا تبیعو السمک فی الماء فانه غرر" (حوالہ بالا/۸۸)۔

عامر الشعبی کی روایت کے مطابق بیع غرر کی ممانعت جناب نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے (حوالہ بالا/۸۸)۔

امام احمد نے نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آپ نے غرر کی وجہ سے پانی میں مچھلی کی بیع سے منع فرمایا ہے

"لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر"

۲- دوسرا احتمال یہ نکلتا ہے کہ اسے اجارہ علی استہلاک العین قرار دیا جائے، گویا ٹھیکہ پر لینے والا شخص یا کوآپریٹو سوسائٹی یا پنچایت، ندی، نالے اور نہروں کو مچھلیوں کے خاطر اجارہ پر لیتی ہے۔ اور اس اجارہ سے بقائے عین کے ساتھ اس سے منفعت مقصود نہیں ہے، بلکہ خود عین ہی مقصود ہے جو بدون استہلاک ممکن نہیں، اس طرح سے یہ اجارہ علی استہلاک العین قرار دیا جائے گا جو ازروئے اصول شرع فاسد ہے۔

اجارہ کی صحت کی ایک شرط یہ ہے کہ اس سے عین مقصود نہیں، بلکہ بقائے عین کے ساتھ اس سے منفعت مقصود ہے، مثلاً دودھ کی خاطر اجارہ پر جانور کو لینا یا پھل کی خاطر باغ اجارہ پر لینا یا مچھلی کے خاطر تالاب اجارہ پر لینا ان تمام صورتوں میں چونکہ اجارہ میں عین مقصود ہوتی ہے، اس لئے اجارہ فاسد قرار پائے گا۔

صاحب ''الفقہ علی المذاہب الاربعۃ'' نے شرائط اجارہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''صحت اجارہ کی ایک شرط یہ ہے کہ عقد اجارہ سے عین مقصود نہ ہو، مثلاً کسی نے دودھ کی خاطر اجارہ پر گائے لی تو اس اجارہ کا مقصد صرف استیفاء لبن ہے اور لبن عین ہے جس

پر ملکیت عقد اجارہ کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہوسکتی ہے، کیونکہ اجارہ کے ذریعہ اعیان ملکیت تبعاً تو حاصل ہوسکتی ہے مگر اصالۃً نہیں (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳ر۹۹)۔

''فتاوی ہندیہ'' میں اجارہ علی استہلاک العین کی ایک مثال دیتے ہوئے لکھا گیا ہے:

''ایک شخص نے دریائے فرات کے کنارے مشرعہ (پانی پلانے کی جگہ) بنایا تا کہ سقہ اس سے لوگوں کو پانی پلائیں اور یہ اس سے اجرت وصول کرے، پس اگر اس نے اسے اپنی مملوکہ زمین پر بنایا اور پھر اسے استقاء (پانی پلانے) کی خاطر اجارہ پر دیا تو اجارہ درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ اجارہ اصالۃً استہلاک العین پر واقع ہوگا (فتاوی ہندیہ ۴ر ۴۵۳)۔

## ۳- اسے مطلقاً زمین کا اجارہ قرار دیا جائے:

میرے نزدیک اس میں تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ نہ تو عقد بیع ہے اور نہ ہی اجارہ علی استہلاک العین، بلکہ سرکار تالاب، ندی، نالے اور نہروں کی مخصوص متعین زمین کے حصوں کو اجارہ پر دیتی ہے تا کہ اس زمین سے اجارہ پر لینے والا منفعت حاصل کر سکے اس اجارہ میں چونکہ زمین کا حصہ مخصوص اور متعین ہوتا ہے اس کی اجرت اور اجارہ کی مدت بھی معلوم و متعین ہوتی ہے اور منفعت بھی معلوم و متعین ہوتی ہے، اس لئے اجارہ درست قرار پائے گا، زمین کے اجارہ کے جواز میں اہل علم کا اتفاق ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ''المغنی'' میں لکھا ہے:

''زمین کے اجارہ کے جواز کے بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے (المغنی ۵ر۴۴۹)۔

زمین کے اجارہ کی صورت میں اس کی وضاحت ضروری ہوتی ہے کہ زمین کس نوعیت کے کام کے لئے اجارہ پر لی جارہی ہے اس میں کاشت کی جائے گی، یا درخت لگائے جائیں گے، یا کوئی تعمیری کام کرے گا، اسی طرح تالاب اور نہر کی زمین بھی مچھلی پالنے، یا مکھانے کی کاشت

کے لئے اجارہ پر لی جاسکتی ہے، اگر کام کی نوعیت کی صراحت نہیں کی گئی تو اجارہ فاسد قرار پائے گا، البتہ اگر بوقت معاملہ مالک زمین نے کرایہ دار کو زمین سے ہر قسم کے انتفاع کی اجازت دے دی ہوتو پھر اجارہ درست قرار پائے گا، دیکھئے: (بدائع الصنائع ۴؍ ۱۸۳)۔

سرکاری تالاب، ندی اور نالوں کی زمین کو اجارہ (ٹھیکہ) پر دینے کی صورت میں سرکار کی طرف سے کرایہ دار کو ہر قسم کے انتفاع کی اجازت حاصل ہوتی ہے، ٹھیکہ کی مدت کے دوران کرایہ پر حاصل کی گئی زمین سے چاہے تو کرایہ دار مچھلی نکال کر یا اس میں مکھانے یا کسی اور چیز کی کاشت کر کے انتفاع حاصل کرے۔

''المجموع شرح المہذب'' میں ہے:

''زمین کا اجارہ درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی وضاحت کر دی جائے کہ اس زمین میں کاشت کی جائے گی یا درخت لگائے جائیں گے یا تعمیری کام ہوگا'' (المجموع شرح المہذب ۱۵؍ ۱۴)۔

مذکورہ بالا فقہی عبارت سے مطلقاً اراضی کے اجارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے، یعنی کسی بھی متعین کام کی صراحت کے ساتھ زمین کو اجارہ پر دیا جاسکتا ہے، اگر بوقتِ معاملہ کام کی نوعیت کی وضاحت نہیں کی گئی، مگر مالک اراضی نے ہر قسم کے انتفاع کی اجازت دے دی تو بھی اجارہ درست قرار پائے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ خاص طور پر مچھلیوں کے حصول کی خاطر زمین کے اجارہ کی صراحت فقہاء کے یہاں ملتی ہے، یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں ''فتاویٰ ہندیہ'' میں یہ جزئیہ لکھا ہے:

''مچھلیوں کے حصول کی خاطر تالاب اور نہروں کا اجارہ اسی طرح محض گھاس کی خاطر چراگاہ کا اجارہ درست نہیں ہے، البتہ اس میں یہ حیلہ ممکن ہوسکتا ہے کہ مطلقاً زمین اجارہ پر لی جائے پھر اس سے وہ گھاس کی صورت میں یا جانوروں کو اس جگہ باندھنے کے ذریعہ فائدہ اٹھائے تو یہ شکل درست ہوگی''۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہی حیلہ تالاب اور نہر کی زمین کے بارے میں بھی کرنا درست ہوگا کہ اجارہ مچھلیوں پر استہلاک کی وجہ سے نہ کیا جائے، بلکہ زمین کے مخصوص ومتعین حصہ کو متعینہ مدت اور متعینہ اجرت کیساتھ اجارہ پر لیا جائے، پھر اس سے کرایہ دار چاہے مچھلیوں کی صورت میں یا مکھانے وغیرہ کی کاشت کے ذریعہ انتفاع کرے، مچھلیوں کی خاطر تالاب یا نہر کی زمین کے اجارہ کا مسئلہ دور حاضر کا جدید مسئلہ نہیں ہے، بلکہ علامہ ابن نجیم مصری نے لکھا ہے کہ جب میں ۹۶۸ھ میں ''بحر الرائق'' کی ''کتاب البیوع'' کی تالیف میں مصروف تھا تو میرے سامنے یہ سوال آیا کہ مچھلیاں نکالنے کی خاطر تالاب اور نہر کا اجارہ درست ہوگا یا نہیں، میرے پاس جو کتابیں تھیں ان میں یہ مسئلہ مجھے نہیں ملا۔ مگر ''کتاب الخراج لابی یوسف'' میں ابی الزناد کے حوالہ سے لکھا ہے (کتاب الخراج ۸۷) کہ میں نے عمر بن الخطاب کے پاس لکھا کہ سرزمین عراق میں ایسے تالاب اور نہریں ہیں جن میں مچھلیاں جمع ہوتی ہیں تو کیا ایسے تالاب اور نہروں کو اجارہ پر دینا درست ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ ہاں، ایسا کرسکتے ہو، اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کا فتوی بھی جواز کا ہے، ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن نجیم نے اپنی رائے دی ہے کہ اراضی بیت المال اور اراضی وقف کو اس غرض سے اجارہ پر دینا درست ہوگا، مگر اخیر میں ''ایضاح'' کے حوالہ سے عدم جواز پر اکتفا کیا ہے (البحر الرائق ۸۱/۶)، علامہ ابن عابدین نے ''رد المحتار'' اور ''حاشیہ البحر الرائق منحۃ الخالق'' میں صاحب ''البحر الرائق'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد ''ایضاح'' کے حوالہ سے ابن نجیم نے جو عدم جواز کا قول ذکر کیا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وما في الإيضاح بالقواعد الفقهية أليق" (رد المحتار ۲۴۹؛ باب البیع الفاسد، حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر ۷۹/۶)۔

''ایضاح'' میں جو عدم جواز کا قول ہے وہ قواعد فقہیہ کے زیادہ موافق ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی کا رجحان اس مسئلہ میں عدم جواز کی طرف ہے، مگر علامہ

الخیر رملی کے حوالہ سے لکھا ہے۔

''وما تقدم عن کتاب الخراج غیر بعید ایضاً عن القواعد و مرجعه الی اجاره موضع مخصوص لمنفعة معلومة هی الاصطیاد'' (ردالمحتار ۷/۲۴۹)۔

یعنی'' کتاب الخراج'' کا قول جواز بھی قواعد فقہیہ کے مخالف نہیں ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس صورت میں مخصوص جگہ کا مخصوص منفعت کے لئے اجارہ کیا جاتا ہے اور مخصوص منفعت سے مراد شکار کرنا ہے۔

علامہ الخیر الرملی کا مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

''فتأمل واغتنف بهذا التحریر، فإن المسألة کثیرة الوقوع و یکثر السوال عنها'' (حوالہ بالا)۔

(اس بارے میں اچھی طرح غور فکر کرلو، اور اس تحریر کو غنیمت جانو، کیونکہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور اس کے بارے میں بہت زیادہ سوال کیا جاتا ہے)۔

پھر علامہ رملی کے قول'' غیر بعید'' کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ محل غور ہے، کیونکہ اس صورت میں اجارہ استہلاک عین پر واقع ہوتا ہے جو جائز نہیں ہے۔

ان عبارات کی روشنی میں میرا ذاتی رجحان یہ ہے کہ سرکار کی طرف سے تالاب، نہر، ندی، اور نالوں کی اراضی کو جو ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے تو چونکہ اراضی، مدت اور منفعت کی تعیین ہوتی ہے اور اس میں اجارہ کے جواز کی شرطیں پائی جاتی ہیں، اس لئے یہ صورت مخصوص اور متعین جگہ کو مخصوص منفعت کے عوض اجارہ پر لینے کی ہے جو بلا شبہہ جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے آثار اور خیر رملی کے قول سے ثابت ہوتا ہے، جہاں تک علامہ شامی یا دیگر فقہاء کا یہ کہنا کہ یہ اجارہ علی استہلاک العین ہونے کی وجہ سے فاسد ہے تو یہ اس صورت میں درست ہوتا جب ہم تالاب کو مچھلی کے خاطر اجارہ پر لینے کو تسلیم کرتے، یہاں پر تو مطلق زمین کا اجارہ کیا جارہا ہے اور اجارہ بھی مخصوص منفعت کے لئے، اس لئے عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ اجارہ علی استہلاک العین کی وجہ سے فاسد ہے تو بھی حضرت عمر بن عبد العزیز

کے آثار کی وجہ سے ابتلاء عام، عموم بلویٰ اور تعامل ناس کی بنیاد پر اسے درست قرار دیا جاسکتا ہے، ''کتاب الخراج'' میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک اثر ابو الزناد کے حوالہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عمر ابن عبد العزیز کے پاس لکھا:

''کتبت إلی عمر بن عبد العزیز فی بحیرة یجتمع فیھا السمک بأرض العراق أنؤاجرھا؟ فکتب أن افعلوا'' دوسرا اثر حمید ابن عبد الرحمٰن سے منقول ہے کہ انہوں نے لکھا: ''یسأله عن بیع صید الآجام فکتب إلیه عمر أنه لا بأس به'' (کتاب الخراج مع موسوعۃ الخراج ر ۸۷)۔

پانی اور گھاس کے ساتھ اراضی کے اجارہ کے جواز کے بارے میں ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں لکھا ہے:

''اس کے جواز پر فی الجملہ علماء کا اتفاق ہے، البتہ اصالۃً حنفیہ مچھلی کے خاطر نہر، یا تالاب کے اجارہ اور گھاس کے لئے چراگاہ کے اجارہ کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں، البتہ اس کے لئے صرف زمین اجارہ پر لی جاسکتی ہے پھر مالک کرایہ دار کو اس زمین سے گھاس (یا مچھلی کے شکار) کے ذریعہ انتفاع کو مباح کردے گا، دیگر فقہاء کے یہاں ایک ساتھ زمین اور گھاس پر عقد اجارہ ہوسکتا ہے'' (الموسوعۃ الفقہیہ کویت ار ۲۷۷)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کی صراحت کے مطابق اصطیاد کی غرض سے تالاب اور نہر کو اجارہ یا عاریت پر لینا جائز ہے اور اس طرح جو مچھلیاں شکار کی جائیں گی ان پر ملکیت ثابت ہوگی ''المغنی'' میں ہے: ''لو استأجر البرکة أو الشبکة أو استعارھا للاصطیاد جاز وما حصل فیھا ملکه'' (المغنی ۴ر ۲۲۴)۔

## ۲- ٹھیکہ پر لئے ہوئے تالاب، ندی اور نہروں کی مچھلیوں کو فروخت کرنا:

اصطیاد (شکار) کی خاطر سرکاری تالاب، ندی، نالے اور نہروں کی زمین کا اجارہ،

شرائط اجارہ کے پائے جانے کی وجہ سے جائز اور درست ہے، اس لئے مدت اجارہ کے حاصل کے دوران کرایہ دار (چاہے وہ کوئی شخص ہو یا کوآپریٹو سوسائٹی یا پنچایت) کے لئے اس زمین سے منفعت حاصل کرنا جو اصطیاد کی شکل میں ہوگا درست قرار پائے گا، اور جب کرایہ دار مچھلی شکار کر کے تالاب، ندی، اور نہروں سے باہر نکالے گا تو مملوک ومقبول ہونے کی وجہ سے ان مچھلیوں کا بیچنا اور ہر شخص کے لئے خریدنا چاہے وہ مسلمان کیوں نہ ہو، جائز اور درست قرار پائے گا۔

جو لوگ ٹھیکہ پر لئے ہوئے تالاب وغیرہ کے معاملہ کو عقد بیع یا اجارہ علی استہلاک العین کی وجہ سے اس معاملہ کو فاسد قرار دیتے ہیں ان حضرات کے نزدیک بھی چونکہ مچھلیوں کا شکار کرنا ہر شخص کے لئے مباح ہے، اس لئے جو بھی شکار کر کے مچھلی نکالے گا اس کا مالک اور قابض بن جائے گا اور مملوک ومقبوض اشیاء کی خرید وفروخت بلا شبہہ جائز و درست ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین نے قبضہ کی صورت میں ملکیت کو معتبر تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے: "وأنه یملک بالقبض" (ردالمحتار ۷/ ۲۴۸)۔

یعنی جب ٹھیکہ پر لینے والا شخص شکار کر کے مچھلیوں پر قبضہ کر لیگا تو اسے ان مچھلیوں پر ملکیت حاصل ہو جائے گی اور حصول ملک کے بعد بیع جائز قرار پائے گی۔

"المغنی لابن قدامہ" میں ہے: "ومن سبق إلیه فأخذه ملکه کالأرض التی لم تعد للاصطیاد مثل أرض الزرع إذا دخلها ماء فیه سمک ثم نضب عنه" (۴/ ۲۲۴)۔

صاحب "البنایۃ" شارح "ہدایہ" نے لکھا ہے کہ اگر تالاب مچھلیوں کی پرورش کی خاطر نہ بنایا گیا ہو، بلکہ کسی اور مقصد کی خاطر کھدوایا گیا تو ایسے تالاب کی مچھلی کا جو شخص شکار کر لے گا وہی اس کا مالک قرار پائے گا، "البنایہ شرح ہدایہ" میں ہے: "ولو اتخذ لحاجة أخرى فمن اتخذ السمک فهو له" (البنایہ شرح الہدایہ ۶/ ۳۸۴، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۶/ ۳۷۵)۔

## ۳-نجی حوض یا تالاب کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے فروخت کرنا:

تالاب کی مچھلی کے سلسلہ میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مچھلی بیچنے والے کی ملکیت میں داخل ہے اور وہ اس کے بآسانی حوالہ کرنے پر قادر بھی ہے تو اس کی بیع درست ہوگی اور اگر مچھلی اس کی ملک میں نہ ہو یا ملک میں تو ہو مگر غیر مقدور التسلیم ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہوگی، دیکھئے: (فتح القدیر ۶/ ۵۷ ۳، رد المحتار ۷/ ۲۳۹، البنایہ شرح ہدایہ ۶/ ۳۸۳)۔

۲-تالاب مچھلیوں کی پرورش کی خاطر نہیں کھودا گیا اور نہ اس نے مچھلی اس میں ڈالی، مگر مچھلیوں کے تالاب میں لانے یا آنے والی مچھلیوں کے واپس نہ جانے کے لئے اس نے کوئی تدبیر کی ہو، مثلاً تالاب کا وہ راستہ بند کردیا جس سے پانی اور پانی کے ساتھ کی آمد ورفت ہوتی ہے تو اس صورت میں بھی وہ تالاب کی مچھلیوں کا مالک قرار پائے گا، پھر اگر وہ تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ اس میں سے بغیر حیلہ اصطیاد مچھلی پکڑنا ممکن ہو تو مچھلی کے مملوک اور مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع درست ہوگی اور اگر تالاب اتنا بڑا ہو کہ بغیر شکار کئے ہوئے مچھلی پکڑنا ممکن ہی نہ ہو تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع درست نہیں ہوگی، البتہ اگر اس صورت میں اس شخص نے مچھلی کے تالاب میں لانے یا آنے والی مچھلیوں کے واپس جانے کیلئے کوئی تدبیر اور کوشش نہیں کی تو وہ اس کا مالک نہیں قرار پائے گا اور عدم ملکیت کی وجہ سے اس کی بیع درست نہیں ہوگی، جو شخص بھی تالاب سے مچھلی شکار کرے گا وہی اس کا مالک قرار پائے گا، فتح القدیر میں ہے:

''اور اگر کسی نے مچھلیوں کی خاطر تالاب نہیں کھدوایا تو وہ مچھلی کا مالک نہیں ہوگا اور عدم ملک کی وجہ سے مچھلی کی بیع درست نہیں ہوگی، البتہ اگر اس نے تالاب کا راستہ بند کردیا تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اس صورت میں اگر بغیر حیلہ اصطیاد مچھلی پکڑنا ممکن ہو تو اس کی بیع درست ہوگی، ورنہ نہیں'' (رد المحتار ۶/ ۳۴۹)۔

۳-تیسری صورت یہ ہے کہ تالاب مچھلیوں کی خاطر نہیں کھدوا گیا، مگر اس نے دوسری جگہ سے مچھلی پکڑ کر یا خود اسی تالاب سے مچھلی پکڑ کر اسی تالاب میں دوبارہ ڈالدیا تو وہ اس کا مالک

ہو جائے گا۔ اور اگر بغیر حیلۂ اصطیاد اس کا پکڑ ناممکن ہو تو مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے درست ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح القدیر ۶/۷۵ ۳، رد المحتار ۷/ ۲۴۹)۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں سوال نمبر ۳/ کا جواب یہ ہے کہ جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلیاں پالتا ہے اور مچھلیوں کی نشو ونما کی خاطر حوض یا تالاب استعمال کرتا ہے تو بلا شبہ اس تالاب اور حوض کی مچھلیوں کا وہ مالک ہے، پس اگر وہ حوض یا تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ اس میں سے بغیر حیلۂ اصطیاد مچھلی پکڑ ناممکن ہو تو مملوک اور مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع درست ہوگی، اور اگر تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ اس میں سے بغیر حیلۂ اصطیاد مچھلی پکڑ ناممکن ہی نہ ہو تو مچھلیوں کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع فاسد قرار پائے گی، البتہ اس صورت میں اگر مشتری باضابطہ مچھلی کا شکار کرکے اس پر قبضہ کرے گا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا، کیونکہ بیع فاسد بعد القبض مفید ملک ہوتی ہے۔ پس جب مشتری اس کا مالک ہو جائے گا اور مچھلی اس کے قبضہ میں آجائے گی تو اس کی بیع درست ہوگی، ''فتح القدیر'' میں بیع فاسد کا حکم ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

**"والفاسد يفيد الملک عند اتصال القبض به، ويكون المبيع مضمونا في يد المشتري فيه"** (فتح القدیر ۶/ ۳۷۱)۔

۴- نجی یا عوامی ملکیت کا وہ حوض یا تالاب جس میں مچھلیاں پالے بغیر بارش یا سیلاب وغیرہ کی وجہ سے خود آگئی ہوں مگر مالکان نے ان مچھلیوں کو واپس نہ جانے دینے کے لئے کوئی تدبیر کی ہو، مثلاً یہ کہ اس تالاب یا حوض کا منہ بند کر دیا تاکہ مچھلیاں باہر نہ نکل سکیں تو اس صورت میں مالکان تالاب وحوض کو ان مچھلیوں پر مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے، پھر اگر وہ تالاب یا حوض اتنا چھوٹا ہو کہ بغیر حیلۂ اصطیاد مچھلی پکڑ ناممکن ہو تو مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع درست ہوگی، اور اگر بغیر حیلہ اصطیاد مچھلی پکڑ ناممکن نہ ہو تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع فاسد ہوگی۔ مگر خریدار اب مچھلی شکار کرکے اپنے قبضہ میں کرے گا تو اس کا مالک ہو جائے گا، یہ

صورت بیع کی ہوئی۔

یہ بھی جائز ہوگا کہ حوض یا تالاب کی زمین مخصوص مدت، متعینہ اجرت اور متعینہ منفعت کے لئے اجارہ پر دے دی جائے، اجارہ پر دینے کی صورت میں کرایہ دار کو اس حوض یا تالاب سے مچھلی کے شکار یا مکھانے وغیر کی کاشت کے ذریعہ انتفاع کا حق حاصل ہوگا، اس کے لئے بہتر صورت یہ ہوگی کہ مالکان حضرات حوض یا تالاب کو اجارہ پر دیتے وقت کرایہ دار کو ہر قسم کے انتفاع کی اجازت دے دیں، مدت اجارہ میں صرف کرایہ دار کو اس تالاب یا حوض سے انتفاع کا حق حاصل ہوگا کسی دوسرے شخص کے لئے اس سے منفعت حاصل کرنا یا اس کی مچھلی پکڑنا درست نہیں ہوگا۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کا مسئلہ

مولانا اختر امام عادل

تالاب یا نہر کی ٹھیکہ داری یا اس میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کی مختلف شکلیں ہیں:

۱- ایک شکل یہ ہے کہ نہر یا تالاب پانی سمیت فروخت کر دیا جائے، یا معینہ مدت کے لئے کرایہ پر دے دیا جائے اس میں کسی خاص مقصد کی تعیین نہ کی جائے، تو یہ شکل فقہاء کے نزدیک جائز ہے، خواہ وہ نجی ملکیت کا ہو یا عوامی یا سرکاری ہو، اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

"جاز إجارة القناة والنهر مع الماء، به يفتى لعموم البلوى" (درمختار علی رد المحتار ۵/ ۳۳ کذا فی العالمگیری ۵/ ۴۴۱، فتاویٰ القرویہ ۲/ ۲۹۹ وغیرھا)۔

۲- دوسری شکل یہ ہے کہ عمومی طور پر نہر یا تالاب فروخت نہ کیا جائے یا ٹھیکہ پر نہ دیا جائے، بلکہ اس کے پانی یا اس کے اندر موجود مچھلیوں پر معاملہ کیا جائے وہ اس طرح کہ پہلے سے پائی جانے والی مچھلیوں کے شکار کے لئے یا سینچائی کے لئے نہر اجرت پر لی جائے، یہ صورت فقہاء کے نزدیک جائز نہیں، یہ مسئلہ بھی کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

"ولا تجوز إجارته (الماء)، لأن الإجارة تمليك المنفعة لا تمليك العين، ولو استاجر حوضاً أو بئراً يسقى منه ماء لا يجوز، لأن هذا استيجار الماء، وكذا لو استاجر النهر ليصيد منه السمك، لأن هذا استيجار السمک" (بدائع الصنائع ۶/ ۱۸۹، وکذا فی الشامی ۵/ ۴۶، والطحطاوی علی الدر المختار ۳/ ۶۷)۔

۳-تیسری شکل یہ ہے کہ تالاب کے اندر کی مچھلیاں فروخت کی جائیں۔

## مبیع کی شرائط:

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع کے جواز کے لئے اس کا مال متقوم ہونا، بائع کی مکمل ملکیت میں ہونا اور مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے (ردالمحتار ۶/۴، بدائع الصنائع ۱۴۶/۵)۔

حدیث پاک میں بھی اس سلسلہ کی بنیادی ہدایت ملتی ہیں۔

۱-حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں:

" نهى رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندى كالآبق أو ما لم يقبض، وقال الترمذى: هذا حديث حسن، وأيضا نهى النبى ﷺ أن أبيع ما ليس عند الإنسان" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲۲۴/۳ وبعضہ فی المشکوۃ ۲۴۸)۔

(مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیز بیچنے سے منع کیا ہے جو میرے پاس نہ ہو، جیسے بھاگا ہوا غلام یا جو چیز قبضے میں نہ ہو)۔

۲-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے دھوکہ کی بیع اور کنکر پتھر والی اٹکل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

"عن أبى هريرة قال نهى رسول الله ﷺ عن بيع الغرر وبيع الحصاة" (ترمذی ۱۱۳)۔

خاص مچھلی کے بارے میں روایت ملتی ہیں۔

۳-حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا تشتروا السمك فى الماء، فإنه غرر" أخرجه أحمد والطبرانى والبيهقى والدار قطنى (الفتح الربانی ۳۵/۱۵)۔

(پانی کی مچھلیوں کو نہ خریدو، اس لئے کہ اس میں دھوکہ ہے)۔

۴-حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف بھی اسی مفہوم کا فتوی منسوب کیا گیا ہے (مبسوط للامام محمد ۵ / ۹۳ وکذک فی المبسوط للسرخی ۳ / ۱۱-۱۲)۔

## تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کی مختلف شکلیں:

ان روایات کی روشنی میں اتنی بات طے ہے کہ مچھلیوں کی بیع اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ انسان کی ملکیت میں مکمل طور پر، یعنی قبضہ کے ساتھ موجود نہ ہو، دوسرے یہ کہ مشتری کو حوالہ کرنا بہ آسانی ممکن ہو، تیسرے یہ کوئی ایسی جہالت نہ ہو جو باعث نزاع ہو، تالاب کے اندر کی مچھلیاں شکار سے قبل انسان کی ملکیت میں ہوتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہوتی ہیں تو کب؟ اور کیا وہ مقدور التسلیم ہوتی ہیں؟ اس لحاظ سے مسئلہ کی کئی ذیلی شکلیں بن جاتی ہیں:

۱- بائع نے شکار کر کے مچھلیوں کو اپنے برتن میں محفوظ کر لیا ہو اس صورت میں ان مچھلیوں پر ملکیت بھی کامل ہے اور مقدور التسلیم بھی ہے، اس لئے ان کی بیع درست ہے۔

۲-مچھلیاں اس کے ذاتی تالاب میں ہیں، اور تالاب ایسا ہے جو مچھلیوں کی پرداخت ہی کے لئے بنایا گیا ہے تو اس صورت میں بھی مچھلیاں مالک تالاب کی ملکیت میں ہیں، خواہ اس نے مچھلیاں پالی ہوں یا باہر کہیں سے آ گئی ہوں۔

۳-تالاب تو کھلا ہوا تھا، لیکن سیلاب یا بارش کی وجہ سے مچھلیوں کے اس میں آنے کا احساس ہوا تو اس نے ہر چہار طرف سے اس کو بند کر دیا تا کہ مچھلیاں بھاگ نہ سکیں، اس شکل میں بھی مچھلیوں کا مالک تالاب والا ہوگا۔

۴-اور اسی ذیل میں وہ شکل بھی آئے گی کہ کوئی کھلی نہر یا تالاب جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ سرکار نے کوئی بندوبست کیا ہے، ایسے تالاب میں کوئی شخص اپنا گڈھا کھودے اور اس میں آئی ہوئی مچھلیوں کو محفوظ کر دے تو اس شکل میں بھی مچھلیاں اس کی ملکیت میں آ جائیں گی۔

۵-لیکن جس صورت میں تالاب کھلا ہوا ہو محفوظ نہ ہو اور مچھلیاں باہر سے آتی جاتی

رہتی ہوں یہ مچھلیں تالاب والے کی ملکیت نہیں ہیں (فتح القدیر ۶/ ۴۹، شامی ۴/ ۱۱۹، کنز الدقائق ۶/ ۲۳۹، عالمگیری ۳/ ۱۱۲، بدائع ۵/ ۱۳۸)۔

آخری شکلیں جس میں کہ مچھلیوں کا انسان مالک ہی نہیں ہوتا بیع کرنا صحیح نہیں، اگر کرے گا تو بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ جو مملوک نہیں وہ معدوم ہے اور معدوم کی بیع باطل ہے، البتہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مچھلیوں کی بیع روپے پیسے اور دراہم و دینار کے بجائے عروض کے عوض کی جائے تو یہ بیع باطل نہیں، بلکہ بیع فاسد ہوگی، اس لئے کہ خود سامان میں بھی مبیع بننے کی صلاحیت ہے، اس بنا پر یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ مبیع مچھلیاں نہیں خود عروض ہیں اور ثمن مسکوت عنہ ہے، اس طرح فساد محل بیع کے بجائے وصف بیع میں پیدا ہوتا ہے جس سے بیع باطل نہیں ہوگی، بلکہ بیع فاسد ہوگی، تفصیل کے لئے دیکھئے: (عنایہ علی الفتح ۶/ ۴۹، کذا فی الشامی ۱/ ۱۱۹)۔

اس کے علاوہ درمیان کی تین شکلیں جن میں مچھلیوں پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، اگر مچھلیوں کو پکڑنا بآسانی ممکن ہو تو بیع جائز ہوگی، اور اگر مچھلیوں کو پکڑنا بآسانی ممکن نہ ہو بلکہ اس کے لئے حیلہ و تدبیر کرنا پڑے تو یہ بیع فاسد ہوگی، کیونکہ مچھلیاں مجہول غیر مقدور التسلیم ہیں (جامع صغیر/ ۲۶۹، شامی ۴/ ۱۱۹، عرف الشذی ۱/ ۲۳۴)۔

اس تفصیل کی روشنی میں اصولی طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس تالاب یا نہر میں مچھلیاں محفوظ یا مقدور التسلیم نہ ہوں ان مچھلیوں کی بیع شکار سے قبل درست نہیں، رہا یہ کہ آج کے دور میں اس کا بہت زیادہ رواج ہو گیا ہے اور یہ ایک طرح کی ضرورت بن گئی ہے تو صحیح ہے کہ شریعت اسلامیہ میں عرف کی بڑی اہمیت ہے اور: ''الثابت بالعرف کالثابت بالنص'' قرار دیا گیا ہے، مگر یہ اسی وقت جبکہ عرف یا ضرورت کسی نص کے خلاف نہ ہو، یعنی عرف یا ضرورت پر عمل کرنے سے کسی نص کا بالکلیہ ترک نہ لازم آتا ہو، عرف عام سے کسی نص کی تخصیص تو کی جا سکتی ہے، مگر کسی نص کا مکمل ترک درست نہیں، رہا عرف خاص تو وہ نص کی مخالفت نہ ہونے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ خاص علاقہ میں مؤثر ہو سکتا ہے، عام طور پر نہیں (نشر العرف ۲/ ۱۱۶،

رسم المفتی ر ۳۸، الاشباہ ۱ر۲۷)۔

یہاں زیر بحث مسئلہ میں اگر عرف کا خیال کیا جائے تو اوپر مذکورہ نصوص کا ترک لازم آتا ہے، اس لئے خیال یہ ہوتا ہے کہ عرف اس مسئلہ میں مؤثر نہیں ہے، پھر یہ مسئلہ کوئی آج کا نیا نہیں ہے اور نہ اس کا عموم وشیوع نیا ہے، بلکہ یہ قدیم سے چلا آرہا ہے، جیسا کہ احادیث پاک، آثار صحابہ اور شامی اور دیگر فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے (شامی ۴ر۱۱۹)۔

اس کے باوجود سلف سے لے کر خلف تک کے فقہاء نے شکار سے قبل تالاب میں آنے جانے والی مچھلیوں کے بیع کا جواز کا فتوی دیا، ہمارے اکابر دیوبند میں حضرت تھانوی اور مولانا عبدالحیؒ کے یہاں یہ مسئلہ آیا تو انہوں نے بھی انہیں فقہاء کے تقلید کی (امداد الفتاوی ۳ر۴۸، فتاوی عبدالحی ر ۲۹۵)۔

## ناجائز طور پر حاصل کردہ مچھلیوں کو خریدنا:

یہاں اہم ترین مسئلہ بازاروں سے ایسی مچھلیوں کی خرید کا ہے، ظاہر ہے کہ جن شکلوں میں تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت جائز ہے (اور یہ اس وقت جبکہ مچھلیاں مکمل مملوک اور مقدور التسلیم ہوں) تو اس طریق پر حاصل کردہ مچھلیوں کے خریدنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ وہ مچھلیاں جو ناجائز طور پر حاصل ہوتی ہیں ان کو بازاروں یا ٹھیکہ دار سے باوجود پوری صورت حال جانتے ہوئے خریدنا کیسا ہے؟ مذکورہ مباحث میں ناجائز طور پر حاصل کردہ مچھلیوں کی دوصورتیں سامنے آتی ہیں:

۱- بعض صورتوں میں تالاب کی مچھلیوں کا معاملہ بیع باطل کے ضمن میں آتا ہے اور یہ اس وقت جبکہ مچھلیاں مکمل ملکیت میں نہ ہوں اور ان کی خرید وفروخت دوہم درہم ودینار یا کرنسی کے بدلے ہوئی ہو، اس طور پر حاصل کردہ مچھلیوں کو خریدنا جائز نہیں، پہلا معاملہ ہی باطل ہے تو اس پر جس معاملہ کی بنیاد رکھی جائے گی وہ بھی باطل ہوگا، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ بیع باطل

(جس کے رکن یا محل میں خلل ہو) ملکیت یا کسی قسم کے حق تصرف کا فائدہ نہیں دیتا، خواہ صاحبِ معاملہ نے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور جب مال خود مشتری اول کی ملکیت میں نہیں آیا تو مشتری ثانی مال غیر مملوک پر اس سے معاملہ کیسے کرسکتا ہے؟ (بدائع الصنائع ۱۴۶/۵، ہدایہ ۴۹/۳)۔

۲- البتہ بعض صورتوں میں تالاب کی مچھلیوں کا معاملہ بیع باطل کے بجائے بیع فاسد کے ضمن میں آتا ہے اور یہ اس وقت جبکہ مچھلیاں مملوک نہ ہوں اور عروض کے عوض حاصل کی گئی ہوں یا مملوک ہوں مگر مقدور التسلیم نہ ہوں۔

بیع فاسد کے طور پر جو معاملہ ہوتا ہے اس کو فسخ کرنا ضروری ہے، لیکن اگر مشتری فسخ کرنے اور حاصل کردہ سامان واپس کرنے کے بجائے اس میں کوئی تصرف کردے، مثلاً اس کو کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے یا کسی کو ہبہ کے طور پر دے دے وغیرہ، تو تصرف نافذ ہو جائے گا اور بائع اول کا جو حق استرداد اس مبیع کے ساتھ وابستہ تھا وہ ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ بیع فاسد باوجود فساد عقد کے مفید ملک ہے، اس بناء پر مشتری اول کا تصرف فی نفسہ درست ہے اور تصرف کے بعد اس مال کے ساتھ چونکہ حق عبد وابستہ ہو جاتا ہے اور بنا پر حق استرداد جو شریعت کی جانب سے بائع کو ملتا ہے وہ ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ بندہ کمزور ہے اور کمزور کے حق کی رعایت مقدم ہوتی ہے (کنز الدقائق ر ۲۳۴، فتاویٰ بزازیہ ۴۰۰/۱، فتاوی خانیہ ۱۴۲/۲، ۱۴۵/۴)۔

البتہ چند تصرفات جائز نہیں، مثلاً خود کھانا یا خود پہننا، باندی ہے تو خود وطی کرنا، بائع کے ہاتھ فروخت کرنا یا باندی ہو تو شادی کرانا، اسی طرح اس صورت میں اس کے پڑوسی کو حق شفعہ بھی حاصل نہیں ہوتا (فتاوی بزازیہ ۳۹۹/۱، درمختار ۱۳۹/۴)۔

یہ تو مشتری اول کے لئے مسئلہ ہے، رہی یہ بات کہ کسی مسلمان کو جان بوجھ کر بیع فاسد کے طور پر حاصل کردہ سامان کو خریدنے کا کیا حکم ہے؟ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جان بوجھ کر ایسا مال خریدنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان خرید لے تو وہ مال اس کی ملک میں آجائے گا اور شرعاً وہ ہر طرح کے تصرف کا مجاز ہوگا اس پر لازم نہیں کہ وہ اس معاملہ کو فسخ کرے، البتہ خریدنے

سے پہلے احتیاط کرنا ضروری ہے (منحۃ الخالق علی بحر الرائق ۶/ ۹۵، رد المحتار ۴/ ۱۴۵-۱۴۶)۔

اس تفصیل کے مطابق بیع فاسد کے طور پر حاصل کردہ مچھلیوں کو جان بوجھ کر خریدنا باعث گناہ ہے، لیکن اگر کوئی خرید لے تو ان کا استعمال حلال وطیب ہوگا۔

## خلاصۂ جوابات:

۱، ۳، ۴: سرکاری یا غیر سرکاری ندی نالے کی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے شرع کے عام اور معروف اصولوں کے مطابق مبیع کے غیر مملوک یا مجہول یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور عرف اس باب میں مؤثر نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ منصوص ہے اور عرف پر عمل کرنے سے نص کا بالکلیہ ترک لازم آتا ہے۔

۲- جس صورت میں مچھلیاں ملکیت میں نہیں آتیں اور ان کی بیع کردی جائے تو ایسی بیع باطل ہے اور اگر معلوم ہو کہ مچھلیاں بیع باطل کے طور پر حاصل کی گئی ہیں تو ان کو خریدنا بالکل جائز نہیں اور اگر کوئی خرید لے تو بھی ان کا استعمال جائز نہ ہوگا، البتہ جن صورتوں میں مجہول یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے معاملہ فاسد ہو جاتا ہے، اس طور پر حاصل کردہ مچھلیوں کو جان بوجھ کر خریدنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کوئی خرید لے تو ان کا مالک ہو جائے گا اور ان کا استعمال اس کے لئے جائز ہوگا۔

☆☆☆

# مچھلیوں کے مالک ہونے کی صورتیں اورخرید وفروخت کے احکام

مولانا وحیدالدین قاسمی ☆

مچھلیوں کے مملوک ہونے کی چار صورتیں ہیں:

۱- اخذ

۲- اعداد

۳- انسداد

۴- پکڑکر یا خرید کرڈالنا (ارسال بعد الأخذ أو الاشتراء)

تالاب میں چار صورتیں متعارف ہیں اور ندی نالوں وغیرہ میں عموماً پہلی صورت پائی جاتی ہے، اگر کسی جگہ تیسری صورت، یعنی انسداد اور احراز متحقق ہو تو اس سے بھی مچھلیاں مملوک ہوجائیں گی۔

مچھلیوں کے مملوک ہونے کے لئے استیلاء حقیقی یا استیلاء حکمی کا ہونا کافی ہے، لہذا:

۱- اس بارے میں عرض ہے کہ ندی، نالے اور سرکاری تالاب کی مچھلیوں میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا صرف یہ مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہی ہیں یا غیر مملوک بھی ہیں، اگر غیر مملوک بھی ہوں تو ان کی بیع باطل ہوگی، یعنی سرے سے بیع منعقد ہی نہیں ہوگی، اور اگر وہ مملوک تو ہوں، لیکن

☆ دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر، گجرات۔

غیر مقدور التسلیم ہوں تو اس بیع کے بطلان اور فساد میں احناف کے یہاں اختلاف ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

لیکن ندی، نالوں کی مچھلیوں کی بیع کا جو طریقہ متعارف ہے اس صورت میں مچھلیوں کے سرکاری مملوک ہونے کی کوئی شکل نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ نہ تو سرکار کی طرف سے ان میں مچھلیاں پکڑ کر ڈالی جاتی ہیں اور نہ ندی، نالوں کا اعداد مچھلیوں کے لئے من جانب سرکار ہوتا ہے، اسی طرح احراز اور انسداد کا بھی سرکار کی طرف سے کوئی انتظام نہیں پایا جاتا ہے، لہذا ندی، نالوں کی مچھلیوں کی بیع متعارف طریقہ پر یقیناً باطل ہوگی۔

ہاں سرکاری تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت کا جو طریقہ متعارف ہے عموماً تالاب کی مچھلیاں سرکار کی ملک ہوتی ہیں، اس لئے کہ اب عموماً سرکاری تالابوں میں مچھلیوں کی پرورش یا کم ازکم ان کے آنے کے بعد احراز اور انسداد کا انتظام کیا جاتا ہے، لہذا مچھلیاں سرکار کی مملوک ہوجائیں گی، اس صورت میں ان کی بیع غیر مملوک ہونے کی وجہ سے باطل نہ ہوگی، اس لئے کہ مملوک ہیں، ہاں مقدور التسلیم اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی بحث یہاں بھی ہوگی، الا یہ کہ اگر کوئی سرکاری تالاب ایسا ہے جس میں سرکار کیطرف سے مچھلیوں کے آنے کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی ہے یا آنے کے بعد ان کے احراز اور انسداد کا کوئی نظم نہیں کیا گیا ہے تو پھر مچھلیاں سرکار کی مملوک نہیں ہوں گی اور ان کی بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ شرائط انعقاد میں سے ایک شرط مبیع کا مملوک ہونا بھی ہے، لہذا جب یہ شرط منتفی ہے تو انعقاد عقد بھی منتفی ہوگا۔

"لا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد لعدم الملک" میں صاحب ہدایہ نے "لعدم الملک" سے عدم جواز کے بطلان کے معنی میں ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس صورت میں، جبکہ مچھلیاں غیر مملوک ہوں اور مباح ہوں تو ان کی بیع کے بطلان اور عدم انعقاد پر احناف اور دوسرے ائمہ سب کا اتفاق ہے گویا معقود علیہ کا مملوک ہونا انعقاد عقد کے لئے بالاتفاق شرط ہے، لہذا ندی، نالے اور ان سرکاری تالابوں کی مچھلیاں جو سرکار کی مملوک نہ

ہوں، یعنی اسباب ملک میں سے کوئی سبب نہ پایا گیا ہو، ان کی بیع غیر منعقد اور باطل ہوگی۔

۲- مچھلیوں کے غیر مملوک ہونے کی صورت میں گر چہ بیع باطل اور غیر منعقد ہوگی اور بیع باطل میں قبضہ کے بعد بھی مشتری کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور نہ مبیع میں مشتری کوئی تصرف کر سکتا ہے، لیکن صورت مسئولہ میں جب ٹھیکیدار یا خریدار ندی، نالے اور ان تالابوں سے جن کی مچھلیاں ملوک نہیں ہیں مباح ہیں ان کو پکڑ کر دوسروں کے ہاتھ فروخت کرے یا کوئی مسلمان پوری صورت حال جانتے ہوئے خریدے تو جائز ہے، اس لئے کہ وہ مچھلیاں مباح ہیں، ہر شخص کے لئے ان سے انتفاع جائز ہے، جو چاہے شکار کر کے ان کو پکڑ سکتا ہے، اور پکڑنے کے بعد اس کی مملوک ہو جائیں گی۔ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

''الصيد لمن أخذه أو كما قال'' (یعنی شکار پکڑنے والے کا ہے) (ہدایہ ۴/)۔

یعنی استیلاء علی المباح جس کی ایک صورت اصطیاد (شکار کرنا) بھی ہے حصولِ ملک کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، جیسا کہ '' الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۶۸ '' میں مذکور ہے۔

لہذا اس طرح کے ندی نالوں اور تالابوں سے مچھلیاں پکڑ کر لانے والوں کا ان مچھلیوں کو مارکیٹ میں فروخت کرنا اور دوسروں کا ان سے خریدنا بلا کسی کراہت کے جائز ہے۔

'' صاحب تنویر الابصار'' نے شکار کو مستقل تجارت اور پیشہ بنا لینے کو نا جائز اور مکروہ لکھا ہے لیکن صاحب '' درمختار'' شارح '' تنویر الابصار'' نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ مصنف نے خود یہ کہا ہے کہ میں نے یہ اضافہ صاحب '' اشباہ'' وغیرہ کی اتباع میں کیا ہے، ورنہ میرے نزدیک تحقیق اس کو مستقل تجارت اور پیشہ بنا لینے کی اباحت ہی کی ہے، اس لئے کہ یہ بھی کسب کا ایک طریقہ اور اس کی ایک قسم ہے اور کسب کی تمام مباح قسمیں اباحت میں صحیح مذہب کے اعتبار سے برابر ہیں۔

تاتارخانیہ میں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ جب شکار کو لہو ولعب کے لئے پکڑا تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اگر شکار کو ضرورۃً پکڑا، بیچنے یا سالف یا

کسی دوسری ضرورت کے لئے تو کوئی حرج نہیں ہے (رد المحتار ۵ ر ۲۹۷)۔

لہذا ندی، نالو اور ایسے تالابوں سے جن کی مچھلیاں مملوک نہ ہوں مباح ہوں تو ان کو پکڑنا اور بیچنا اور دوسروں کو ان سے خریدنا، نیز اس کو پیشہ بنالینا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

پیشہ کے طور پر اس کو اختیار کرنے کی بات تو ضمناً آ گئی اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ غیر مملوک اور مباح مچھلیوں میں یہ باطل عقد ہوا تو اس کے بعد جب مشتری مچھلیوں کو ندی، نالوں اور تالاب سے پکڑ لے گا تو اس کی ملکیت ان پر ثابت ہوگی یا نہیں؟ پھر اس کے لئے ان مچھلیوں کو فروخت کرنا اور دوسروں کا اس سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی عقد باطل کی وجہ سے ان مباح مچھلیوں کی اباحت میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں تو جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس عقدِ باطل کی وجہ سے مشتری کے حق میں ان مچھلیوں کی اباحت میں کوئی فرق نہیں آیا، جیسے پہلے مباح تھیں اس عقد کے بعد بھی وہ مباح ہی ہیں پکڑنے کے بعد پکڑنے والے کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور اس کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز ہوگا۔

ہاں اس عقد باطل کی وجہ سے سرکار نے مباح چیز کے عوض میں جو معاوضہ لیا ہے وہ اس کے لئے درست نہیں، مباح چیز پر عوض لینا حرام ہے، لہذا سرکار کو یہ شرعاً حق نہیں تھا کہ وہ اس کا معاوضہ لے، لیکن وہ لے رہی ہے تو یہ اس کا ظلم ہے: "یترکهم و ما یدینون علیه"۔

۳- تیسرا سوال مملوک غیر مقدور التسلیم مچھلیوں کی بیع سے متعلق ہے، اس لئے کہ سوال کی عبارت سے یہی ظاہر ہو رہا ہے وہ شخصی تالاب اتنا بڑا ہوتا ہے کہ بلا اصطیاد کے مچھلیاں پکڑی نہیں جا سکتیں، اگر اتنا چھوٹا تالاب ہے جس میں مچھلیاں بلا حیلہ کے آسانی سے پکڑی جا سکتی ہوں تو ان کی بیع کے جواز میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

شرائط انعقاد بیع کی تفصیل میں یہ بات مذکور ہے کہ انعقاد عقد کے لئے مبیع کا موجود ہونا، مال ہونا، مملوک ہونا، جہاں شرط ہے اسی طرح عقد کے وقت مبیع کے مقدور التسلیم ہونے کی بھی شرط ہے اگر عند العقد مبیع مقدور التسلیم نہیں ہے تو بیع منعقد نہیں ہوگی، دیکھئے: (بدائع

الصنائع ۵؍۱۴۷)۔

علامہ کاسانیؒ کی تشریح کے مطابق جب مبیع عقد کے وقت مقدور التسلیم نہ ہو گرچہ مملوک ہو تو ظاہر الروایات کے اعتبار سے بیع منعقد ہی نہیں ہوگی اور اما کرخیؒ کے نزدیک منعقد ہو جائے گی، لیکن نافذ نہیں ہوگی گویا ''ظاہر الروایات'' میں انعقاد عقد کے لئے مبیع کا عند العقد مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے اور امام کرخیؒ کے نزدیک انعقاد عقد کے لئے مقدور التسلیم ہونی عقد کے وقت شرط نہیں ہے۔

صاحب ''البحر الرائق'' اور علامہ شامیؒ نے "بیع الطیر فی الھوا" کے ذیل میں امام کرخیؒ کے ساتھ امام طحاویؒ کو بھی ذکر کیا ہے، یعنی کے وقت مملوک تو ہو، لیکن غیر مقدور التسلیم بعد العقد سے بیع صحت اور جواز کی طرف نہیں لوٹے گی اور امام کرخیؒ وطحاویؒ کے نزدیک تسلیم کے بعد صحیح ہو جائے گی (شامی ۴؍۱۰۷، البحر الرائق ر۷۳)۔

صاحب ''فتح القدیر'' علامہ ابن ہمامؒ نے ''بیع آبق'' کے ذیل میں اس اختلاف کو ذکر کیا ہے، عبارت یہ ہے:

''اگر آبق واپس آگیا اور حال یہ کہ مالک نے اس کو ایسے شخص سے بیچ دیا تھا جس کے پاس وہ نہیں تھا تو کیا اب بعد البیع تسلیم سے بیع جائز ہو جائے گی؟ تو ظاہر الروایۃ کے مطابق صحیح نہیں ہوگی، اور یہی امام محمد سے مروی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیع باطل ہے اور یہی مشائخ بلخ اور ثلجی کے نزدیک مختار ہے، اس لئے کہ شرط کا وجود عند العقد ہونا ضروری ہے اور ایک دوسری روایت میں امام محمدؒ کی ہے جو امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ آبق میں مالیت اور ملک کے قیام کی وجہ سے بیع جائز ہو جائے گی۔ امام کرخیؒ اور مشائخ کی جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس قول کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہو (باطل نہ ہو)'' (فتح القدیر ۵؍۲۰۰)۔

پھر علامہ ابن ہمامؒ نے اس اختلاف روایت یا اختلاف مشائخ کی بنیاد اور منشاء کو ذکر کیا ہے:

''پس حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں روایت اور مشائخ کا اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ یہ باطل ہے یا فاسد ہے، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ بیع فاسد میں ارتفاع مفسد سے بیع صحیح ہو جاتی ہے، اس لئے کہ فساد کے ساتھ بھی بیع کا قیام (شرعاً) ہوتا ہے، اور ارتفاع مبطل سے بیع صحیح نہیں ہوتی، اس لئے کہ صفت بطلان کے ساتھ بیع کا شرعاً وجود ہی نہیں ہوتا، بلکہ بیع معدوم ہوتی ہے'' (ایضاً)۔

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب مبیع مملوک تو ہو، لیکن غیر مقدور التسلیم ہو تو اس کے بطلان اور فساد میں مشائخ کا اختلاف ہے اور روایت بھی مختلف ہے۔

لہٰذا مچھلیاں بھی جب مملوک ہوں، لیکن غیر مقدور التسلیم ہوں تو ان کی بیع کے باطل یا فاسد ہونے میں بھی اختلاف ہوگا، مشائخ بلخ اور ثلجی وغیرہ کے نزدیک یہ بیع باطل ہوگی اور امام کرخیؒ اور طحاویؒ اور مشائخ احناف رحمہم اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ بیع فاسد ہوگی۔

جیسا کہ صاحب ''بحر'' نے لکھا ہے:

''والحاصل أن عدم جوازه قبل أخذه لعدم ملكه، فإن أخذه ثم ألقاه فى حظيرة كبيرة فعدم جوازه لكونه غير مقدور التسليم، فإن سلمه بعد ذلك فكالروايتين فى بيع الآبق إذا سلمه'' (البحر الرائق ۶/ ۷۳)۔

(حاصل یہ کہ شکار کو پکڑنے سے پہلے اس کی بیع کا عدم جواز اس کے غیر مملوک ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن اگر شکار کو پکڑا پھر اس کو ایک حوض برے حوض میں ڈال دیا تو پھر سے بیع کا عدم جواز اس کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ہے، پھر اگر اس کو اس عقد کے بعد حوالہ کر دیا تو اس صورت میں بھی وہی دو روایتیں ہوں گی جو بیع آبق میں ہیں جب کہ بیع بعد العقد اس غلام کو مشتری کے حوالہ کر دے، اب دونوں لوگوں اور روایتوں سے کون سا قول اور کون سی روایت راجح ہے)۔

صاحب ''فتح القدیر'' علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

"والوجه عندی أن عدم القدرة علی التسلیم مفسد لا مبطل" (۲۰۰/۵)۔

(میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ غیر مقدور التسلیم ہونا مفسد عقد ہے عقد کو باطل کرنے والا نہیں)۔

## جواز کا فتوی دیا جا سکتا ہے:

لہذا جب اس مسئلہ میں اختلاف ہے روایتیں مختلف ہیں مشائخ کے دو قول ہیں صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع باطل نہیں ہوگی بلکہ فاسد ہی ہوگی۔ حضرت تھانویؒ اور صاحب "اعلاء السنن" کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور احناف کے یہاں معاملات میں توسع بھی ہے، لہذا اس قول کے مطابق فتوی دیا جا سکتا ہے۔

یعنی مچھلیاں جب تالاب میں موجود ہوں اور مملوک بھی ہوں تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ان کی بیع فاسد ہوگی۔ باطل نہیں ہوگی۔

۴- اس سوال کا جواب ماسبق سے واضح ہوگیا، اس لئے کہ حوض یا تالاب میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے آجائیں اگر مالک تالاب یا کسی شخص نے ان کے آنے کی کوئی تدبیر نہیں کی ہے یا آنے کے بعد ان کے احراز اور انسداد کا کوئی نظم نہیں کیا گیا ہے، نیز وہ تالاب مچھلیوں کی پرورش کے لئے تیار کئے گئے ہیں تو وہ مچھلیاں غیر مملوک اور مباح ہیں ان کی بیع کا وہی حکم ہوگا جو سوال نمبر (۱) کے جواب میں تحریر کیا گیا۔

اور اگر ان کے آنے کی کوئی تدبیر کی گئی ہے یا آنے کے بعد ان کے احراز اور انسداد کا سامان کیا گیا ہے یا تالاب اسی لئے بنائے گئے ہیں تو ان کی مچھلیاں تدبیر کرنے والے کی مملوک ہوں گی، ان کی بیع کا حکم وہی ہوگا جو سوال نمبر (۳) کے جواب میں ذکر کیا گیا، یعنی غیر مملوک

ہونے کی صورت میں ان کی بیع باطل ہوگی، لیکن شکار کے بعد مشتری کے لئے ان مچھلیوں کو بیچنا اور دوسروں کا باوجود صورت حال کو جانتے ہوئے خریدنا جائز ہوگا، اس لئے کہ وہ مچھلیاں مباح تھیں، لہذا پکڑنے کے بعد اس کی مملوک ہو جائیں گی اور اس میں اس کے لئے تصرف کرنا جائز ہوگا۔ ہاں بائع کے لئے ثمن کو استعمال کرنا جائز نہیں، بلکہ واپس کرنا ضروری ہے۔

اور مملوک ہونے کی صورت میں ان کی بیع فاسد ہوگی۔ بائع کی اجازت سے قبضہ کے بعد مچھلیاں مشتری کی ملک بن جائیں گی اور اس کے لئے ان کو فروخت کرنا جائز ہوگا اور دوسرے لوگ اس سے خرید بھی سکتے ہیں۔

## خلاصۂ جوابات:

ندی، نالے، نہروں، تالابوں کی مچھلیاں جو کسی کی مملوک نہ ہوں وہ صید البحر ہیں۔ ہر ایک کے لئے ان کا پکڑنا شکار کرنا مباح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعاً لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ" (سورۂ مائدہ:۹۶)۔

(تمہارے واسطے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے فائدے کے لئے اور مسافروں کے لئے حلال کیا گیا)۔

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے:

"الصيد لمن أخذ" (ہدایہ ۴)۔

(شکار پکڑنے والے کا ہے)۔

لہذا یہ مچھلیاں جب تک مملوک نہ ہو جائیں، خواہ حقیقی استیلاء کے ذریعہ، یعنی شکار کر کے یا حکمی استیلاء سے، یعنی کسی ایسے فعل کے کرنے سے جو مچھلیوں کو فرار سے عاجز کر دے اس وقت تک ان کی بیع غیر منعقد اور باطل ہوگی، یعنی شرعاً بیع کا وجود ہی تسلیم نہیں کیا جائے گا، لہذا

اس پر بیع کے نتائج، ثمرات اور احکامات مرتب نہیں ہوں گے، اس لئے کہ انعقادِ عقد کے لئے مبیع کا مملوک ہونا بالاتفاق شرط ہے۔

۲- گرچہ مذکورہ صورت معاملہ شرعاً ناجائز ہے، لیکن پھر بھی ٹھیکہ دار کے لئے ندی، نالے، نہروں اور ان تالابوں سے مچھلیوں کے شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اور ہر مسلمان کے لئے پوری صورتِ حال جانتے ہوئے ایسی مچھلیوں کو خریدنا جائز ہے۔

۳- ایسے تالاب یا حوض کی مچھلیاں جس میں مچھلیوں کے روکنے کا کوئی نظم کیا گیا ہو یا تالاب کو مچھلیوں کے پالنے ہی کے لئے بنایا گیا ہو یا اس میں مچھلیاں لاکر چھوڑی گئی ہوں تو وہ مچھلیاں ان وجوہاتِ مذکرہ کی وجہ سے مملوک ہو جائیں گی، لیکن شکار سے پہلے غیر مقدور التسلیم رہیں گی۔

ظاہر الروایہ کے اعتبار سے بیع کے انعقاد کے لئے مبیع کا مقدور التسلیم ہونا بھی شرط ہے اگر مبیع غیر مقدور التسلیم ہے تو بیع غیر منعقد اور باطل ہوگی (بدائع الصنائع ۵/ ۱۴۷)۔

لیکن امام کرخیؒ امام طحاویؒ اور مشائخ احناف کی ایک جماعت کے نزدیک اگر مبیع عند العقد مقدور التسلیم نہ ہو اور عقد کے بعد وہ مقدور التسلیم ہو جائے تب بھی بیع منعقد ہو جائے گی، لیکن فساد کے ساتھ (شامی ۴/ ۱۰۷، البحر الرائق / ۷۳)۔

۴- اس سوال کا جواب سابقہ جوابوں سے معلوم ہو گیا کہ اگر بارش وغیرہ کے ذریعہ مچھلیوں کے آجانے کے بعد ان کے احراز اور انسداد وغیرہ کا کوئی نظم نہیں کیا گیا اور آنے کے لئے بھی کوئی تدبیر نہیں کی گئی اور نہ تالاب کو مچھلیوں کے پالنے کے لئے بنایا گیا تھا تو وہ مچھلیاں غیر مملوک ہوں گی، ہر شخص کے لئے ان کا پکڑنا مباح ہے، اس صورت میں ان کی بیع غیر مملوک اور مباح ہونے کی وجہ سے باطل ہوگی۔

اور اگر احراز و انسداد وغیرہ کی کوئی صورت پائی گئی ہے تو یہ مچھلیاں مملوک ہو جائیں گی، لیکن قبل الاخذ (تالاب کے بڑا ہونے کی صورت میں) غیر مقدور التسلیم ہیں، لہذا ان کی بیع

فاسد ہوگی، بائع کی اجازت سے قبضہ کر لینے کے بعد مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، لیکن چونکہ یہ ملکیت خلاف شرع طریقہ سے حاصل ہوئی ہے اس لئے اس مشتری کے لئے اس مبیع کو خود استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر وہ دوسرے سے فروخت کر دے تو دوسرے کے لئے خریدنا اور استعمال کرنا درست ہے۔

☆☆☆

# تالاب مچھلی کی بیع فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولانا اختر حسین قادری

## باب اول:

۱- مچھلیوں کے شکار کے لئے ندی نالوں تالابوں اور نہروں کا ٹھیکہ لینا اس مسئلہ سے متعلق عام فقہ کی کتابوں میں عدم جواز کا حکم مذکور ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار ۵/ ۷۳، در مختار ۴/ ۱۱۸، فتاوی رضویہ ۸/ ۱۵۷)۔

فقیہ اعظم مولانا امجد اعظمی لکھتے ہیں تالابوں جھیلوں کا مچھلیوں کے شکار کے لئے ٹھیکہ دینا جیسا کہ ہندوستان کے بہت سے زمیندار کرتے ہیں ناجائز ہے (بہار شریعت ۱۱/ ۸۷)۔

## علت عدم جواز کی وضاحت:

اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقد بیع اعیان پر وارد ہوتا ہے، یونہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر وارد ہوتا ہے، جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ ذات شئی بدستور ملک مالک پر برقرار رہتی ہے اور مستاجر اس سے نفع حاصل کرتا ہے، جو اجارہ خاص کسی عین وذات کے استھلاک پر وارد ہو محض باطل ہے، اسی لئے اگر باغ کو بغرض سکونت اجارہ میں لیا تو جائز اور پھل کھانے کے لئے ناجائز کہ سکونت منفعت اور ثمر عین، یونہی گائے کو لادنے کے لئے اجارہ پر لیا ہے تو جائز، دودھ پینے کے لئے ناجائز کہ لادنا منفعت اور دودھ عین ہے۔

اب تالاب وغیرہ کے ٹھیکہ میں دیکھئے کہ کس چیز کا ہے، پانی کا یا مچھلیوں کا، یا پانی کے

نیچے کی زمین کا، اگر پانی کو مانیں تو یہ اجارہ استھلاک عین پر ہوا ہے کہ پانی کو ضائع کئے بغیر فائدہ نہیں مل سکتا، لہذا یہ ناجائز ہوا، یونہی اگر مچھلی کو کہیں تو یہاں بھی استہلاک عین ہے، یہ بھی ناجائز اور پانی کے نیچے کی زمین کا اجارہ بھی ناجائز کہ وہ فی الحال انتفاع کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور صحت اجارہ کے لئے فی الحال معقود علیہ کا قابل انتفاع ہونا ضروری ہے امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

"أن الإجارة تعتمد صلاحية الانتفاع بالنفع المقصود المعتاد فى الحال لا فى المال" (فتاوی رضویہ ۱۵۸/۸)۔

بالجملہ مچھلیوں کے شکار کے لئے تالاب وغیرہ کا ٹھیکہ بمطابق اصل مذہب وموافق قواعد فقہیہ ناجائز وممنوع ہے۔

۲- بازاروں، سرکاری درختوں، سرکاری زمین میں خودرو درختوں کی نیلامی کا بیان ان مسائل کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے قبل یہ وضاحت خالی از فائدہ نہ ہوگی کہ ٹھیکہ اور نیلامی اجارہ کے اقسام سے ہیں، یا دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے۔

فقیر کے نزدیک نیلامی کا مفہوم عام ہے جس کا تحقق کبھی ٹھیکہ کے ضمن میں ہوتا ہے، اور کبھی بیع کے ضمن میں ہوتا ہے، مگر ٹھیکہ تو وہ اجارہ ہی کی ایک قسم ہے، جیسا کہ ''بہار شریعت'' میں ہے ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں (دیکھئے: بہار شریعت ۱۰۱/۱۴)۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد عرض ہے کہ بازار اور درخت کی نیلامی سے مراد اگر اس کی بیع وشراء ہے کہ گورنمنٹ انہیں فروخت کرتی ہے اور لوگ بولی لگا کر خریدتے ہیں تو یہ جائز ہے کہ "أحل الله البيع وحرم الربوا" (سورہ بقرہ) اور: "إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" کا یہی مفاد ہے، اس نیلامی کو ''بیع فیمن یزید'' اور ''بیع مزایدہ'' کہتے ہیں احادیث میں بھی اس کے جواز کا بیان ہے:

"عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ باع جلسا بدرهم، فقال

النبی ﷺ من يزيد على درهم فأعطاه رجل درهمين فباعها منه"(ترمذی ۱/ ۲۳۱)۔

علامہ محشی فرماتے ہیں:"بیع من یزید ای نیلام"(ترمذی ۱/ ۲۳۱)۔

"بخاری شریف" میں ہے:

"أن رجلا اعتق غلاما له عن دبر فاحتاج فأخذه النبی ﷺ فقال من يشتريه منى فاشتراه نعيم بن عبد الله بكذا أو كذا فدفعه إليه" (بخاری ۱/ ۲۸۷، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری ۴/ ۲۸۲، نزہۃ القاری ۵/ ۲۱۹، نووی مع المسلم ۲/ ۳، بہار شریعت ۱۴/ ۱۴۶، رد المحتار ۵/ ۴۳)۔

## شکار کئے بغیر مچھلیوں کی بیع وشراء فقہاء کرام کی نظر میں:

کسی شئی کو فروخت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو چیز بیچی جارہی ہے وہ بائع کی مملوک ہو اور مقدور التسلیم، یعنی اس کی حوالگی اور سپردگی ممکن ہو۔

اب جو مچھلیاں پانی سے شکار کئے بغیر فروخت کی جارہی ہیں اگر وہ مملوک اور مقدور التسلیم ہیں تو بلا ریب اس کی بیع پانی میں بھی جائز و درست ہے اور ان دونوں امر میں سے کوئی ایک مفقود ہو، یا دونوں مفقود ہوں تو بیع جائز نہ ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: ہدایہ ۳/ ۵۰)۔

## بیع کے عدم جواز کی صورت میں مچھلیوں کا حکم:

کسی شئی کی بیع کا فساد و عدم جواز اگر اس مبیع کے مجہول، یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ہو تو اس بیع کے ناجائز ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے، مگر فساد و بطلان میں اختلاف ہے، امام شیخ الاسلام و مشائخ بلخ اور اساتذہ شمس الائمہ سرخسی سے ایک جماعت کے مذہب پر ایسی بیع باطل ہے۔

اس مذہب پر مشتری کے قبضہ کے باوجود مبیع اس کے لئے جائز و حلال نہ ہوگی۔

اور امام اعظم و امام محمد رضی اللہ عنہما سے ایک روایت پر ایسی بیع صرف فاسد ہوتی ہے نہ

کہ باطل۔

اس مذہب پر اگر چہ عقد نا جائز وممنوع ہے اور عاقدین پر فسخ واجب ہے، لیکن اگر انہوں نے فسخ نہ کیا اور مبیع پر قبضہ مشتری ہوگیا تو اب وہ بیع کہ فاسد تھی صحیح ہوگئی کیونکہ سبب فساد کہ تعذر و تسلیم تھا، نہ رہا کہ ان سے جو مقصود تھا، یعنی مشتری کا قبضہ وہ حاصل ہوگیا (تفصیل کے لئے دیکھئے: ردالمحتار ۴/ ۱۴۲، فتاوی ہندیہ ۳/ ۱۷۶، الفتاوی الرضویہ ۴/ ۱۳۸ ملخصاً)۔

بالجملہ یہ دو قول ہیں، قول اول پر، یعنی بیع کے باطل ہونے کی صورت میں وہ روپیہ کہ بنام ثمن مشتری لے گا، اس کے لئے حرام مچھلیاں کہ مشتریوں نے لیں ان کے لئے حرام کھائیں، تو حرام کھلائیں، تو حرام بیچیں تو حرام بیچ کر جو ثمن حاصل کریں وہ حرام، یہ عالمگیر دقتیں ہیں، بخلاف قول ثانی، یعنی فساد ابتدائی وصحت انتہائی، کہ اس میں یہ ساری خرابیاں مرتفع ہیں، تو مسلمانوں کی آسانی کے لئے اسی قول پر فتوی دینا انسب والیق ہے۔

اس تقدیر پر خلاصہ حکم یہ ہوگا کہ بائع ومشتری اس بیع سے گناہ گار ہوں گے، مگر مچھلیاں شکار کر لی جائیں گی تو مچھلیوں اور قیمتوں کا وہی حکم ہوگا جو بیع صحیح میں تھا کہ سب کے لئے حلال۔

غرض اس مذہب پر مشتریوں اور ان سے خریدنے والوں کے لئے مچھلیاں بہر صورت حقیقتاً وحکما حلال رہتی ہیں۔

## خلاصہ ابواب ومباحث:

اب تک کی تمام تفصیلات ومندرجات سے چند امور واضح طور پر سامنے آئے ہم انہیں نمبر وار درج کرتے ہیں

۱- جنگلوں اور تالابوں وغیرہا کا ٹھیکہ اصل مذہب اور قیاس کے اعتبار سے نا جائز ہے، اور علت عدم جواز استھلاک عین ہے۔

۲- مبیع وغیرہ کی جہالت اسی وقت مفسد عقد ہوتی ہے، جبکہ ان کی جہالت مفضی الی

المنازعہ ہو، اور اگر جہالت عرف وتعامل سے ختم ہو جائے، یعنی ''مفضی الی النزاع'' نہ ہو تو وہ مانع صحت عقد نہیں رہ جاتی۔

۳-صحت بیع کے لئے مبیع کا حقیقۃً مقدور التسلیم فی الحال ہونا کسی کے نزدیک ضروری نہیں، بلکہ حکماً مقدور التسلیم ہونا کافی ہے۔

۴-جس شئی کے سپرد کر دینے کا ظن ہو وہ حکماً مقدور التسلیم ہوتی ہے۔

۵-بیع فاسد میں علت فساد کے ارتفاع سے بیع صحیح ہو جاتی ہے۔

۶-فقہاء کرام نے بہت سے مسائل میں اصل مذہب اور قیاس کے خلاف پر بناء عرف وتعامل وغیرہ فتوی دیا ہے۔

۷-جو اجارہ استہلاک عین پر ہو وہ بمطابق اصل مذہب ناجائز ہے۔

۸-فقہاء کرام نے عموم بلوی اور تعامل کی وجہ سے استہلاک عین پر اجارہ کو بھی جائز فرمایا۔

۹-تالاب وغیرہ کا ٹھیکہ بعض علماء کرام کے نزدیک بوجہ عرف وتعامل جائز ہے۔

اور مقاصد شرع کا ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے، نہ کہ معاذ اللہ تضیق وتشدید ''**یرید الله بکم الیسر ولا یرد العسر**'' (سورہ)۔

اسی طرح رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''**یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا**'' (مشکاۃ ۳۲۴)۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ایسی دقتیں پیش آئیں علماء کرام انہیں روایات کی طرف جھکے جن کی بناء پر مسلمان تنگی سے بچیں، ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

جوابات:

۱-مچھلیوں کے شکار کے لئے سرکاری تالاب وغیرہ کا ٹھیکہ گو کہ بمطابق اصل مذہب

وقیاس نا جائز ہے، مگر اب عرف وتعامل اور عموم بلوی کے پیش نظر فقیر ان تمام کا ٹھیکہ جائز سمجھتا ہے (جیسا کہ دلائل اوپر مذکور ہوئے) اور اگر ٹھیکہ لینے کے بجائے خاص کر مچھلیوں کی بیع وشراء کا مسئلہ دریافت طلب ہے تو یہ بھی بمطابق اصل وقیاس فاسد و نا جائز ہے (کمامر فی بیع السمک)۔ اب اگر عدم جواز کی علت مبیع کا مجہول ہونا قرار دیں تو جیسا کہ باب دوم میں گزرا کہ جو جہالت مفضی الی النزاع نہ ہو وہ مفسد عقد نہیں رہ جاتی، اس لئے پانی میں مچھلیوں کی بیع وشراء میں گو کہ جہالت ہے، مگر تعامل کے سبب وہ جہالت باعث نزاع نہیں رہ گئی، اس لئے پانی سے نکالے بغیر بھی مچھلیوں کی بیع جائز ہونی چاہئے۔

اور اگر عدم جواز کی علت مچھلیوں کا غیر مقدور التسلیم ہونا قرار دیں تو اس میں یہ تفصیل ہونی چاہئے:

مچھلیاں اگر تالاب کی ہیں اور تالاب ایسا ہے کہ مچھلیاں اس میں سے آجا نہیں سکتی ہیں اور ان کا سپرد کرنا مظنون ہو، گو کہ جال وغیرہ ہی سے سہی، تو ایسی مچھلیوں کی بیع وشراء پانی سے نکالے بغیر بھی صحیح ہونی چاہئے، کیونکہ مبیع حکما مقدور التسلیم ہے "**وهو كاف لصحة العقد كمامر**"۔

اور اگر تالاب ایسا ہے کہ مچھلیاں اس میں سے ادھر ادھر آجا سکتی ہیں، جیسا کہ ندی نالوں میں ہوتا ہے تو چونکہ ایسی صورت میں مبیع کا سپرد کرنا مظنون نہیں ہے، لہذا وہ حقیقۃ مقدور التسلیم ہیں نہ حکما، اس لئے ایسی مچھلیوں کی بیع وشراء تالاب کے اندر ہی رکھتے ہوئے نا جائز ہوگی، اور یہی حال ندی نالوں کا بھی ہوگا۔

۲-اگر ٹھیکہ لیکر مچھلیاں حاصل کرتا ہے تو جواب اول سے ہی اس کا حکم واضح ہے کہ ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔

اور اگر خود ان مچھلیوں کو مذکورہ طریقہ پر خریدا ہے جن صورتوں میں یہ بیع جائز ہے اس کا حکم ظاہر ہے۔

اور جن صورتوں میں یہ بیع نا جائز ہے تو چونکہ یہ بیع باطل نہیں، بلکہ فاسد ہے، " کما مر التحقیق" لہذا جب ان مچھلیوں کو شکار کر کے باذن بائع ان پر قابض ہو گیا تو اب ان مچھلیوں کو ٹھیکہ دار سے کوئی دوسرا خریدے، خواہ مسلم ہو، یا غیر مسلم اس کا خریدنا درست رہے گا ( کما ھو مذکور من قبل )۔

۳- چونکہ مذکورہ صورت میں وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہے، جیسا کہ باب دوم میں اس کی تفصیل گزر چکی، لہذا اگر ان مچھلیوں کا سپرد کرنا مظنون ہو تو تالاب وحوض میں بھی انکا بیچنا درست ہے، ( کما ھوالتحقیق ) اور اگر ٹھیکہ پر دیتا ہے تو اس کا حکم اول سے واضح ہو چکا۔

۴- مچھلیوں کے مالک بننے کی جو صورتیں ماقبل میں مذکور ہوئیں اگر ان میں سے کسی کے ذریعہ مالک بن گیا تو اگر ان کا سپرد کرنا مظنون ہو تو ان کی بیع درست ہوگی، ورنہ نہیں۔

اور اگر نجی تالاب، یا حوض کو ٹھیکہ پر دیتا ہے تو اس کا حکم ظاہر ہو چکا ہے اور اگر عوامی تالاب ہے تو کسی فرد واحد کا کسی فرد واحد کو اس کا ٹھیکہ دینا اسی وقت درست ہوگا، جبکہ عوام اس ایک کو وکیل بنا دیں، ورنہ وہ تالاب اور اس کی مچھلیاں اپنی اباحت اصلیہ پر باقی رہیں گی اور کسی ایک خاص فرد کا ہی اس سے انتفاع نا جائز ہوگا۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلیوں کی بیع

مولانا اسماعیل قاسمی ☆

## اصول شرع اور عرف کے تناظر میں:

جہاں تک تالاب میں مچھلیوں کی فروختگی کے جواز اور عدم جواز اور دور حاضر میں اس قسم کی بیع وشراء کے عمومی رواج کی بابت غور وفکر کا سوال ہے تو سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہوگا کہ یہ مسئلہ ہمیشہ موضوع بحث رہا ہے، حضور علیہ السلام نے اس پر نکیر فرمائی، پھر صحابہ کرام نے، پھر تابعین نے پھر تبع تابعین نے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "قال رسول الله ﷺ لا تشتروا السمک فی الماء فإنه غرر" (اخرجه الطبرانی والبیہقی والدارقطنی واحمد الفتح الربانی ۱۵/۳۵ لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی)۔

نیز اسی قسم کا فتوی عمر بن الخطابؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی جانب بھی منسوب ہے ملاحظہ ہو:

عن عمر ابن الخطابؓ و عبد الله بن مسعودؓ قالا: "لا تبیعوا السمک فی الماء، فإنه غرر" (وبه أخذ أبو حنیفة و یعقوب و محمد رحمهم الله تعالیٰ)، (مبسوط محمد ۵/ ۹۳)۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ہم زیر بحث مسئلہ میں اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ تالاب سے

---

☆ دار العلوم حیدر آباد۔

مچھلیاں نکالے بغیر فروخت کرنا درست نہیں جس کے اسباب کی وضاحت یوں ہیں۔

۱- جہالت مبیع: "وكل جهالة هذه صفتها أى تفضى المنازعة تمنع الجواز وهذا هو الأصل الكلى"۔

(یعنی ہر وہ جہالت جو مفضی الی المنازعۃ (ممکن ہو) جواز کے لئے نافع بنے گی اور معاملات کے باب میں یہ بہت ہی اہم کلیہ ہے)(ہدایہ ۳/۲۱)۔

۲- "(ومن الوجوه الفاسدة) وكذا إذا وقع الخلل فيه (فى المبيع) من جهة كونه غير مقدور التسليم" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳/۲۲۴) یعنی مبیع ملکیت میں ہو، مگر قدرت علی التسلیم نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی۔

۳- عرف کا نصوص شرعیہ کے من کل وجہ مخالف ہونے کی وجہ سے: "قال عليه السلام: لا تشتروا السمک فى الماء، فإنه غرر" (اخرجہ الطبرانی والبیہقی والدارقطنی واحمد (الفتح الربانی ۱۵/۳۵)۔

وعن أبى هريرةؓ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البيع الغرر والحصاة، وقال الشافعیؒ ومن بيع الغرر بيع السمک فى الماء" (ترمذی ۱/۲۳۲۔ وتکملہ فتح الملہم ۱/۳۲۰)۔

اور پھر ضرورت شدیدہ بھی اس کی متقاضی نہیں، باوجودیکہ ضرورت اس وقت مؤثر ہوتی ہے، جبکہ نص صریح اس کے خلاف موجود نہ ہو۔ "المشقة والحرج إنما يعتبران فى موضع لا نص فيه" (الاشباہ لابن نجیم ۱/۲۷۱)۔

اس لئے مذکورہ بالا وجوہات کے پس منظر میں جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور اسی کی تصویب ماضی قریب کے علماء راسخین کی تصانیف سے بھی ہوتی ہے، فقیہ العصر ابو الحسنات، حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ لکھتے ہیں: "شکار کرنے سے پہلے مچھلی کو فروخت کرنا جائز نہیں، نیز مجدد الملۃ، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: دوسرا حکم مملوک مچھلیوں کا بیع کرنا سوا اس

کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ مملوک مچھلی مقدور التسلیم ہو تو بیع جائز ہے، ورنہ نہیں، ملاحظہ ہو: (فتاوی عبد الحیٔ مبوّب ص ۲۹۶، امداد الفتاوی ۳/ ۵۰)۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ تالاب سے مچھلیاں نکالے بغیر فروخت کر دینا جائز نہیں عرف اور تعامل ناس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، چونکہ نص شارع موجود ہے۔

۳- کسی حوض یا تالاب کو اجارہ پر دینا تو جائز ہے، جیسا کہ ہم چوتھے سوال کے ذیل میں نقل کریں گے، مگر تالاب سے مچھلیاں نکالے بغیر فروخت کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں، الا یہ کہ مقدور التسلیم ہوں، مگر یہ صورت بالکل ہی چھوٹے گڑھے میں ممکن ہو سکتا ہے (اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ نظر رہنا ضروری ہے کہ قدرت علی التسلیم کے معنی یہ ہیں کہ کسی حیلہ کے احتیاج کے بغیر ہی قبضہ ممکن ہو جائے، کسی طرح کا بھی حیلہ قدرت کے منافی ہے)۔

قدرت علی التسلیم نہ ہوتے ہوئے مچھلیاں فروخت کرنا شریعت کی نگاہ میں اصولی حیثیت سے فساد کا حکم رکھتا ہے، چونکہ یہ "بیع مالم یقبض" ہے جس کی بیع فاسد ہے، اس لئے اس پر سپردگی عند العقد ممکن نہ ہونا رکن عقد میں نقص ہے: "عن حکیم بن حزام قال نهی رسول الله ﷺ عن بیع ما لیس عند الانسان (حال العقد)" (رواہ الترمذی ۱/ ۲۳۳) یعنی حضور علیہ السلام نے اس چیز کی خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس معاملہ کے وقت) نہ ہو۔

اور یہی کچھ صورت حال تالاب میں مچھلیاں فروخت کرنے میں ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر صراحۃً نہیں وارد ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل الشیبانیؒ روایت نقل کرتے ہیں:

"عن ابن مسعودؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر" (اخرجہ الطبرانی والبیہقی والدارقطنی واحمد الفتح الربانی لترغیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ۱۵/ ۳۵)۔

اور اسی کے ساتھ ظاہر الروایۃ بھی ہے، دیکھئے: (السمک لمحمد ۵/ ۹۳، المبسوط للسرخسی ۱۳/ ۱۲-۱۲، جامع الصغیر ۲۶۹)۔

حاصل جواب یہ ہے کہ تالاب یا حوض کسی کی نجی ملکیت میں ہو اس میں چاہے مچھلیاں پالی ہوں یا اور کسی طرح ملک میں داخل ہوگئی ہوں، الغرض ان کا مالک صاحب تالاب ہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تالاب کی مچھلیاں بغیر شکار کئے فروخت کرے، ہاں ایک صورت ہے جسے اختیار کیا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ تالاب کو زمین اور پانی سمیت اجرت پر دیدیا جائے، تو یہ صورت درست ہوگی (تفصیل جواب نمبر ۴ میں آرہی ہے)۔

۴- اجارہ کہتے ہیں اجرت معلومہ کے عوض منافع معلوم کے مالک بنانے کو "(الإجارة) هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم" (کنز الدقائق) "الإجارة عقد يفيد تمليك منفعة معلومة مقصودة من العين المستاجرة بعوض" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳/ ۹۴)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اجارہ میں منفعت کا مالک ہوا جاتا ہے، لہذا جن صورتوں میں استہلاک عین لازم آئے گا اجارہ فاسد ہو جائے گا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد درپیش مسئلہ میں غور خوض کرنا ہے کہ کن صورتوں میں تالاب کو اجارہ پر دینا صحیح ہے اور کن میں نہیں، چونکہ فقہی عبارات کا مطالعہ بتلاتا ہے کہ تالاب کو اجرت پر دینے کی مختلف صورتیں ہیں اور حکم بھی ہر ایک کا جداگانہ ہے۔

۱- ایک صورت یہ ہے کہ تالاب کسی کی ذاتی ملک ہے یا حکومت وقت کو اس پر استیلا حاصل ہے، اگر زمین اور پانی سمیت تالاب کو اجارہ پر دینا چاہے تو یہ اجارہ درست ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: (درمختار ۵/ ۴۳، فتاوی انقرویہ ۲/ ۲۹۹، فتاوی عالمگیری ۴/ ۲۴۱، کتاب الفقہ ۳/ ۲۹)۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ تالاب کو مچھلیاں شکار کرنے کے لئے اجرت پر دیا جائے، اسی کا ذکر سوالنامہ میں ہے تو چونکہ اس صورت میں استہلاک عین لازم آتا ہے جو کہ بیع کی صفت

ہے، اس لئے اجارہ فاسد ہو جائے گا اور مالاً چونکہ بیع ہے، اس لئے حضور علیہ السلام کی ایسی بیع پر نہی صریح وارد ہونے کی وجہ سے عرف اور تعامل کا بھی اعتبار کر سکتے اور نہ ہی مشقت وحرج موثر ہو سکتی ہے، اس لئے کہ نص کے ہوتے ہوئے عرف اور مشقت وحرج کا اعتبار فقہاء نے نہیں کیا ہے، مگر جبکہ عرف عام سے نص کی محض تخصیص لازم آئے، ملاحظہ ہو: (نشر العرف ۱۱۶، رسم المفتی ۳۸، الاشباہ لابن نجیم ۲/۱۷۲)، ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک (درمختار ۳/۴۶)۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ تالاب کا پانی یا مچھلیاں ہی اجارہ پر دے دیا جائے، یہ صورت بھی جائز نہیں ہے

"ولم يصح إجارة الشرب بوقوع الإجارة على استهلاک العين" (رد المحتار ۵/۴۶ مکتبہ ماجدیہ، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۶/۱۸۹، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۳/۱۲۹)۔

## جائز صورت:

اس سلسلہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی ایک اجازت بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔

"ونقل عن أبي يوسف في كتاب الخراج عن أبي الزناد قال: كتبت إلى عمر بن الخطاب في بحيرة يجتمع فيها السمک بأرض العراق أنوجرها؟ فكتب إلي أن افعلوا"

(امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ابوالزناد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے سرزمین عراق میں ایک تالاب کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا جس میں مچھلیاں جمع ہوا کرتی تھیں کہ کیا ہم اس کو اجرت پر دے سکتے ہیں؟ تو حضرت عمر فاروقؓ نے ہمیں اثبات میں جواب دیا)۔

یعنی تالاب کو اجارہ پر شکار کے لئے دے اور معین کر لے تو یہ صورت جائز ہونی چاہئے۔

جیسا کہ علامہ شامی کی رائے سے معلوم ہوتا ہے اور پھر اس سلسلہ میں عرف و عادت کو بھی پس پشت نہیں ڈال سکتے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تالاب میں مچھلیاں فروخت کرنے کی اجازت دی جائے، چونکہ وہ اور شئی ہے جس میں بہت سی خرابیوں کے ساتھ نصوص قطعیہ کی مخالفت بھی ہے۔

خلاصہ جواب یہ کہ کوئی حوض یا تالاب کسی کی نجی ملکیت میں آچکی ہو تو جگہ اور مدت کی تعین کیساتھ شکار کے لئے اجارہ پر دے سکتے ہیں، جیسا کہ شامی کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، اور اگر عوامی ملکیت کا تالاب کسی کمیٹی کے تحت ہے تو بھی مذکورہ بالا شرط کے مطابق اجارہ پر دینا درست ہوگا اور دونوں صورتوں میں ٹھیکہ دار کو ہی مکمل نفع حاصل کرنے کا حق ہوگا اور دوسروں کو منع بھی کرسکتا ہے اگر ٹھیکہ دار نے اجارہ پر لیا ہے۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع

مولانا اقبال قاسمی ☆

اکیڈمی کے ارسال کردہ سوالوں کے جواب سے پہلے ہم تین چیزوں کی تحقیق کریں گے اس کے بعد اصل جواب کی طرف ہم اپنی توجہ مرکوز کریں گے۔(۱) تالاب یا نہر کو ٹھیکہ پر دینا، (۲) مچھلی کا مملوک اور غیر مملوک ہونا،(۳) مچھلی کے خرید وفروخت کا جائز اور ناجائز ہونا۔

## ۱- تالاب یا نہر کو ٹھیکہ پر دینا:

حوض، تالاب، ندی، نالے اور نہروں کو ٹھیکہ پر دینا احناف کے "ظاہر الروایہ" کے مطابق جائز نہیں، کیونکہ ٹھیکہ اور اجارہ منافع پر ہوتا ہے اور وہ چیز بعینہ باقی رہتی ہے، یعنی ٹھیکہ پر دینے والا ٹھیکیدار کو معاوضہ لیکر ایک خاص مدت کے لئے ایک چیز سے نفع حاصل کرنے کا مالک بناتا ہے اور مدت ختم ہونے کے بعد اس چیز کو اصلی حالت کے مطابق مالک کو واپس کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

"الإجارہ عقد یردُ علی المنافع بعوض" (ہدایہ ۳/۲۷۷)۔

اور یہ تعریف حوض یا تالاب کو مچھلی وغیرہ کے لئے اجارہ پر دینے پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اس تالاب سے نفع مچھلی کو بیچ کر یا استعمال کرکے حاصل کیا جاتا ہے اور اس صورت میں استہلاک عین لازم آئے گا، لہذا اس پر شرعی اجارہ کے تحقق نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ٹھیکہ

---

☆ مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ، دربھنگہ۔

درست نہ ہوگا، جس طرح فقہائے احناف نے چراگاہ کو گھاس کے لئے یا جھاڑی کو شکار کرنے کے لئے ٹھیکہ پر دینا استہلاک عین کی وجہ سے ناجائز لکھا ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے، ''الفتاوی الہندیہ'' میں ہے:

''نہر نالے یا کنویں کو اجارہ پر لینا درست نہیں اور اگر پانی کے ساتھ نہر نالے کو اجارہ پر لیا تب بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں اصلاً استہلاک عین ہے.........اور جھاڑی یا نہروں کو مچھلی وغیرہ کے لئے یا چراگاہ کو اجارہ پر لینا جائز نہیں مانا (فتاوی ہندیہ ۴/۴۴۱)۔

''درمختار'' میں ہے:

"ولم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمك" (درمختار ۴/۱۱۹)۔

(مچھلی کے لئے تالاب کا اجارۃ نہیں)

لیکن اس زمانہ میں، جبکہ تالاب وغیرہ کو عموماً ٹھیکہ پر لیا جاتا ہے اور اس کو آمدنی اور تجارت کا بہت بڑا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے اور اس کے عدم جواز کی کوئی دلیل شرعی نصوص صریحہ میں موجود نہیں ہے اور متقدمین سے ظاہر الروایہ کے خلاف روایات مروی ہیں اور انہوں نے اس کے جواز کے فتوی کو ابتلام عام اور عرف کی وجہ سے درست لکھا ہے'' مبسوط سرخسی میں ہے''

''ہشام نے امام محمد سے روایت کیا ہے کہ اگر اس کام کے لئے کسی متعین کو اجارہ پر لیا جائے تو جائز ہے، اس لئے کہ جگہ کی تعین سے جہالت ختم ہو جاتی ہے اور وہ منفعت مقصود ہے بنا بریں اس مقصد کے لئے اجارہ درست ہے'' (مبسوط ۱۶/ ۳۳)۔

"وجاز إجارة القناة والنهر مع الماء، به يفتى لعموم البلوى" (درمختار ۵/ ۲۴۳)۔

## ۲- مچھلی کا مملوک اور غیر مملوک ہونا:

اس کی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے:

۱-مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑے، اس صورت میں مچھلی اور اس کی نسل سب اس چھوڑنے والے کی مملوک ہیں دوسرے کو بلا اذن پکڑنا درست نہیں۔

۲-خود پکڑ کر یا خرید کر انہیں چھوڑی، لیکن مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر یا آجانے کے بعد ان کے روک لینے کا کوئی خاص انتظام کیا ہے، اس صورت میں اس اعداد اور سامان انسداد سے بھی اس شخص کی ملکیت ہوجاتی ہے۔

۳-مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی نہیں، بلکہ قدرتی طور پر مچھلیاں پیدا ہوگئیں یا بارش میں کہیں سے آگئیں، نہ ان کے جمع کرنے کا کوئی خاص اہتمام کیا اور نہ روکنے کا انتظام کیا، اس صورت میں پکڑنے سے پہلے کسی شخص کی ملکیت نہ ہوگی۔

## ۳-مچھلی کی خرید وفروخت کا جائز اور ناجائز ہونا:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جن صورتوں میں مچھلی داخل ملک ہی نہیں ہوئی، ان میں تو بدون پکڑے ہوئے بیع کرنا غیر ملک ہونے کی وجہ سے مطلقاً جائز نہیں اور جن صورتوں میں داخل ملک ہوگئی اس میں یہ غور کرنا چاہئے کہ اگر پکڑنے کے لئے کچھ حیلہ اور تدبیر کی ضرورت ہو تو بیع غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں اور اگر بلا کسی تدبیر کے پکڑنا آسان ہو، مثلاً کسی چھوٹے گڑھے یا برتن میں ہو کہ ہاتھ ڈال کر پکڑ سکیں تو بیع جائز ہے اور جن کتب میں مطلقاً ناجائز لکھا ہے تو اس سے عدم جواز کی خاص صورتیں مراد ہیں۔

اور صاحب ''فتح القدیر'' نے آخر کی دونوں صورتوں پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ علامہ شامی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

'' حاصل یہ ہے کہ (جیسا کہ فتح القدیر میں ہے) جب مچھلیاں کسی تالاب میں داخل ہوئیں، تو یا تو اس تالاب کو اسی مقصد سے بنایا ہے یا نہیں، پہلی صورت میں صاحب تالاب مچھلی کا مالک ہوجائے گا اور کسی کے لئے اس کا بغیر اجازت پکڑنا جائز نہیں ہوگا، پھر اگر وہ مچھلیاں بغیر کسی

حیلہ اور تدبیر کے پکڑی جاسکتی ہیں تو اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ مملوک بھی ہے اور مقدور التسلیم بھی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو سپردگی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے" (ردالمحتار ۴ر۱۱۹)۔

## سوالوں کے جوابات:

مذکورہ بالا تفصیلات کو سامنے رکھ کر جواب پیش خدمت ہے اور یہ جواب مرسلہ سوالوں کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔

۱- حوض یا تالاب، نہر ندی یا نالے ذاتی ہوں یا سرکاری ایک خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا شرعاً جائز ہے، اور یہ ٹھیکہ اصلاً تالاب اور نہر کا ہے اور مچھلیاں منافع معلومہ ہیں یا تبعاً اس کا بھی ٹھیکہ ہے، اور تابع تابع ہی رہتا ہے مستقل بالحکم نہیں ہوتا، یہ فقہ کا ایک اصول ہے، "التابع تابع لا یفرد بالحکم" اور" درمختار" کے حوالہ سے گذر چکا ہے:

"وجاز إجارة القناة والنهر مع الماء، به يفتى لعموم البلوى" (درمختار ۵ر۴۳)۔

لہذا ابتلائے عام اور موجودہ عرف کو دیکھتے ہوئے عدم جواز کا فتوی دینا بغیر کسی شرعی نصوص اور ضرورت کے عوام کو تنگی اور حرج میں ڈالنا ہے جو مقاصد شریعت کے متصادم ہے، حالانکہ اصول فقہ کی رو سے اور متقدمین اور بعض متاخرین کے فتوی سے اس کے جواز کی تصریح گذر چکی ہے، ہاں صرف مچھلی کا ٹھیکہ درست نہیں ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ تالاب وغیرہ کو صرف ٹھیکہ پر لے لینے سے نہ مچھلیوں کا مالک ہوگا، نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، اس کے مملوک اور بیع کی تفصیل جواب (۳) کے تحت آرہی ہے۔

۲- تالاب کو ٹھیکہ پر دینا چونکہ جائز ہے، اس لئے اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا اس کو خریدنا جائز ہے۔

۳- اگر حوض یا تالاب میں مالک نے از خود مچھلیاں خرید کر یا پال کر چھوڑی ہوں، یا مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر کی ہو، یا خود سے آنے کے بعد اس کے روک لینے کا انتظام کیا ہو تو ان سب صورتوں میں مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے لئے شکار کرنا جائز نہ ہوگا، لیکن خود مالک یا ٹھیکہ دار کے لئے شکار کرنے سے پہلے تالاب کی مچھلیوں کو بیچنا غیر مقدور التسلیم ہونے کی بنا پر درست نہ ہوگا اگر چہ اس کی مملوک ہے، ہاں اگر وہ بالکل چھوٹے گڑھے یا برتن میں ہو کہ بآسانی ہاتھ ڈال کر پکڑ سکیں تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ مملوک ہونے کے ساتھ وہ قابل تسلیم بھی ہے اور اگر قدرتی طور پر از خود مچھلیاں پیدا ہو گئیں یا انکے جمع کرنے کا کوئی خاص اہتمام کیا اور نہ روکنے کا، اور تالاب بھی اس مقصد کے لئے نہیں بنایا تھا تو محض تالاب کے مالک ہونے سے مچھلیوں کا مالک نہیں ہوگا اور ٹھیکہ پر تالاب لینے سے اس کی ملکیت شکار کرنے سے پہلے ثابت نہ ہوگی، لہذا اس صورت میں مچھلیوں کے شکار کرنے سے قبل خرید و فروخت مطلقاً نا جائز ہوگی، چاہے تالاب سے بآسانی پکڑ سکیں یا حیلہ اور تدبیر کی ضرورت پڑے۔

۴- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے، اور وہ اس میں با قاعدہ مچھلی پالنے کے بعد شکار کرنے سے پہلے اگر کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ تمام مچھلیوں کو بیچنا چاہے تا کہ وہ دوسرا آدمی ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے اور تالاب مالک کے حوالہ کر دے تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ مچھلیاں غیر مقدور التسلیم ہیں، اگر چہ وہ مالک ہے، لہذا ایسے شخص کو چاہئے کہ تالاب کو ٹھیکہ پر دے دے تا کہ وہ متعین مدت میں تالاب سے مچھلیاں نکال کر تالاب کر مالک کے حوالہ کر دے صرف مچھلی کو نہ بیچے۔

☆☆☆

# مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد عزیر اختر قاسمی ☆

زیر بحث مسئلہ مچھلی کی خرید وفروخت ہے جو ندی نالوں اور تالابوں میں ہوتے ہوئے فروخت کی جارہی ہے اور پورا معاشرہ اس قسم کی مچھلیاں بازاروں سے پوری فراخی کے ساتھ خرید کر استعمال کررہا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس قسم کی بیع شریعت کی نگاہ میں درست ہے کہ نہیں اس کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اولاً شرائط صحت بیع کی فقہاء کرام نے جو تفصیل ذکر فرمائی ہیں انہیں سامنے رکھا جائے اور حقیقت بیع بھی مد نظر ہو۔

شرائط کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شامی نے مختلف قسم کی شرطوں کی وضاحت فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اس کیلئے چار قسم کی شرطوں کا محقق ہونا ضروری ہے شرائط انعقاد، شرط نفاذ، شرط صحت اور شرط لزوم، پھر شرط انعقاد کی چار قسموں میں سے مملوک اور مقدور التسلیم ہونا بھی ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے تو بیع کا انعقاد نہ ہوگا۔

مسئلہ زیر بحث میں مچھلی کے مالک ہونے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ مچھلیوں کی نشو ونما کے لئے اس کو بطور خاص کسی نے تالاب میں رکھا ہو تو اب اس مچھلی کا اور اس کے انڈے بچے کا وہی شخص مالک ہوگا جس نے تالاب وغیرہ میں باقاعدہ ڈال کر پرورش کیا ہے، دوسری مملوک ہونے کی یہ ہے کہ مچھلی تو اس نے ڈالی نہیں، بلکہ از خود مچھلیاں تالاب وغیرہ میں

☆ مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم۔

آ گئیں، لیکن مچھلیوں کے تالاب میں آنے یا لانے والی مچھلیوں کے واپس نہ جانے کے لئے اس نے کوئی حیلہ وتدبیر کیا ہو وہ کسی طرح واپس نہ جا سکیں تو اب اس تالاب میں آنے والی مچھلیوں کا وہی شخص مالک قرار دیا جائے گا جس نے یہ تدبیر کیا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مچھلی کا شکار کر کے اپنے خاص برتن میں محفوظ کر لے۔

اور اگر کوئی تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت کا ہو اور وہ شخص اس میں مچھلی باقاعدہ پرورش نہ کر رہا ہو، بلکہ مچھلیاں از خود آ گئی ہوں، لیکن اس شخص نے واپس جانے واپس جانے کے راستہ کو مسدود نہ کیا ہو، یا وہ تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت کا نہ ہو، اور نہ اس کو اجارہ صحیحہ کی شرطوں کے ساتھ اجارہ پر لیا ہو، تو ان تمام صورتوں میں وہ شخص جو اس کی بیع کرنا چاہتا ہے مالک ہی نہیں ہوگا، خواہ وہ تالاب اس کی ذاتی ملک ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تالاب وغیرہ میں از خود آنے والی مچھلیوں کی مثال مال مباح کی سی ہے جس نے اولاً اس پر قبضہ کر لیا وہی اس کا مالک قرار دیا جائے گا جیسا کہ ''ہدایہ'' میں یہ عبارت درج ہے: ''إذا فرخ طير في أرض رجل فهو لمن أخذه'' (ہدایہ ج ۳)۔

تو مچھلی کے مالک ہونے کی یہ مذکورہ صورتیں ہوئیں، مقدور التسلیم ہونا بھی ضروری ہے، اکابر امت نے مچھلی کے مقدور التسلیم ہونے کی دو صورتوں کا ذکر کیا ہے، ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مچھلی کا شکار کر کے اس کو کسی برتن وغیرہ میں محفوظ کر لیا ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ ماہی گیر وغیرہ مچھلی کا شکار کر کے اس کو کسی برتن وغیرہ میں محفوظ کر لیتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مچھلی کا شکار کر کے کسی برتن میں تو نہ رکھا، لیکن کسی چھوٹے سے حوض میں رکھا ہو کہ اس حوض سے بآسانی مچھلی کا بغیر کسی حیلہ وتدبیر کے پکڑنا بالکل آسان وسہل ہو گیا تو ایسی مچھلیوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ مچھلی مقدور التسلیم ہے اور اس کا فروخت کرنا جائز ہوگا (حلال وحرام ۳۶۰، نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح القدیر ۴/۱۰۶)۔

اگر بجائے مچھلی کی خرید وفروخت کے تالاب وغیرہ ہی کو کوئی شخص بندوبست کرا لے یا

ٹھیکہ پر لے لے جو اجارہ کی ایک صورت بنتی ہے تو اس کے متعلق فقہاء کرام کی عمومی رائے یہی ہے کہ یہ صورت بھی نا جائز ہوگی، کیونکہ تالاب وغیرہ کا کرایہ پر دینا لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ''درمختار'' کی عبارت سے سمجھ میں آرہا ہے، عبارت اس طرح ہے: ''**اعلم أن فی مصر برکة کبرکة الفهادة تجتمع فیها الأسماک، هل تجوز إجارتها لصید السمک منها، نقل فی البحر عن الإیضاح عدم جوازها**'' (رد المحتار ۴/ ۱۴۷)۔

لیکن وہیں حضرت امام ابو یوسفؒ کی یہ رائے درج ہے کہ اس کا اجارہ پر دینا لینا درست ہے، چنانچہ فقہ وفتاویٰ کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابوزنادؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں یہ استفتاء بھیجا کہ سرزمین عراق میں کچھ تالاب ایسے ہیں کہ ان میں مچھلیاں ہوتی ہیں تو کیا اس کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے، تو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اجازت دیدی کہ اجارہ پر دے سکتے ہو (رد المحتار ۴/ ۱۴۷، بحر الرائق ۶/ ۷۳، فتح القدیر ۶/ ۴۹)۔

اس زمانہ میں عام فقہاء کی رائے کے مقابلہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے جس کی چند وجہیں میری سمجھ میں آرہی ہیں ایک تو اسی وجہ سے جو اوپر عمر فاروقؓ کا اثر نقل کیا گیا کہ بہر حال وہ قیاس کے مقابلہ ترجیح ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ شکل اجارہ کی حد میں داخل بھی ہے، پھر اس اجارہ کو غلط قرار دینے کی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آرہی ہے، بلکہ اس کے اجارہ صحیحہ ہونے کی جہت واضح ہے کیونکہ عقد اجارہ باعتبار شریعت اسی کا نام ہے کہ کسی شخص کو کسی شئی کی منفعت کا کسی عوض کے مقابلہ میں مالک بنا دیا جائے اور منفعت یہی نہیں ہے کہ غیر مستقل بالذات شئی کو نفع قرار دیا جائے، بلکہ منفعت ہر شئی کی وہی شئی کہلائے گی جو اس سے مقصود ہو (بحر الرائق ۷/ ۲۹۸)، نیز اس وجہ سے بھی اس قسم کے بندوبستی کو جائز قرار دینا چاہئے کہ اس طرح تالاب وغیرہ کو بندوبست کرنا عرف میں عام ہے اور عرف سے ثابت شدہ شئی نص سے ثابت شدہ شئی کی طرح ہوتی ہے ''**الثابت بالعرف کالثابت بالنص**'' (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۱۳)۔ اسی وجہ سے زندگی کے روزمرہ کے افعال اور باہمی معاملات ومعاہدات کے فیصلے میں

عرف کو اہم مقام حاصل ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم نے فرمایا کہ "**جعلوا ذلک أصلاً**" (الاشباہ ۱۵۰)۔

لہذا جب مچھلی کے ساتھ بھی لوگوں کا یہی تعامل ہو گیا ہے تو مچھلی کی بیع، یا اجارہ تالاب وغیرہ کو استحسانا جائز قرار دینا راجح ہے، نیز مارکیٹ میں جو مچھلیاں آتی ہیں وہ عموماً اسی طریقہ سے آتی ہے، اگر اس قسم کے معاملہ کو ناجائز قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مچھلی کا استعمال کرنا ہی حرام ہو جائے گا، تو گویا کہ امت مشقت وحرج میں مبتلا ہو جائے گی، اور گویا اس قسم کے معاملہ نے شرعی ضرورت نہیں تو کم از کم حاجت شرعی کا درجہ تو اختیار کر ہی لیا ہے، اس لئے جہاں شریعت نے حاجت کی بناء پر دوسرے معاملہ میں تخفیف کی ہے، وہیں مچھلی کی بیع اور اجارہ تالاب کے معاملہ میں بھی تخفیف کرنا لازم وضروری معلوم ہوتا ہے، اس لئے تالاب میں موجود مچھلیوں کی فروختگی گرچہ درست نہ ہو، لیکن اس کا اجارہ (ٹھیکہ) پر لینا درست ہوگا۔

## ۳- ذاتی تالاب کی مچھلیوں کا شرعی حکم:

وہ تالاب جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت کا ہو اور اس نے اس میں با قاعدہ مچھلی ڈال کر پرورش کیا ہے اور اب وہ شخص ان مچھلیوں کو شکار کرنے سے قبل فروخت کرتا ہے تو اس قسم کی مچھلیوں کا حکم قدرے تفصیل طلب ہے وہ یہ کہ وہ تالاب جو کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے اور اس نے مچھلیوں کو پکڑ کر باضابطہ پرورش کیا ہے تو ایسے شخص کی ملکیت تو ثابت ہو گئی، اب اگر اس کو بغیر کسی حیلہ کے آسانی کے ساتھ پکڑنا اور قبضہ میں لینا ممکن ہو، ایسی مچھلیوں کو بغیر شکار کئے ہوئے فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہوگا، اور اگر آسانی سے بغیر کسی حیلہ کے پکڑنا ممکن نہ ہو تو ایسی بیع درست نہ ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: درمختار ۴/ ۱۴۸، فتح القدیر ۵/ ۴۹، حلال وحرام/ ۳۶۰، البحر الرائق ۶/ ۷۳)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں صاحب تالاب مچھلیوں کا مالک تو ضرور ہوگا،

لیکن انہیں فروخت کرنا انہیں صورتوں میں جائز ہوگا جو دو صورتیں مقدور التسلیم ہونے کی ذکر کی گئی ہیں، اگر مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی ایسی صورت ہو جس میں آسانی کے ساتھ اسے مشتری کے حوالہ کرنا ممکن نہ ہو تو بیع درست نہ ہوگی۔

ایسی مچھلیوں کی بیع کی درستگی کے لئے اجارہ تالاب کی صورت اور اس کا حیلہ اختیار کیا جانا اچھا ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کرام نے کنویں وغیرہ کو کرایہ پر لے کر جانوروں کو پانی پلانے کی اجازت دی ہے (دیکھئے: المبسوط ۱۶/ ۶۳ - اجارہ فاسد)۔

## ۴- بارش وسیلاب کے ذریعہ آئی ہوئی مچھلیوں کا حکم:

متقدمین اکابر نے اپنی اپنی تالیفات وتصنیفات میں یہ جزئیہ درج ذیل ذکر فرمایا ہے، جس چیز کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اس مقصد سے تالاب کھدوایا کہ اس میں باقاعدہ مچھلی کی پرورش کرے گا، اور اس میں بارش یا سیلاب وغیرہ کے ذریعہ بہت سی مچھلیاں آگئیں تو یہ مچھلی ایسے شخص کی مملوک شمار کی جائے گی، جیسے کسی شخص نے پرندوں کو پھنسانے کے لئے ایک جال کسی جگہ لگا دیا تو جو پرندہ اس میں پھنسے گا وہ اسی شخص کی ملک ہوگا، اور اگر یہ تالاب اس مقصد کے لئے نہیں بنوایا گیا، بلکہ دوسرے کسی مقصد سے تالاب بنوایا اور مچھلیاں از خود اس میں آگئیں تو یہ مچھلیاں اس شخص کی ملکیت نہ ہوگی، بلکہ جو شخص بھی اس کو پکڑ لے گا وہی اس کا مالک ہوگا۔ اور بلا اجازت صاحب تالاب اس کا شکار کرنا بھی جائز ہوگا، محض تالاب کا کسی کی ملکیت میں ہونا مچھلیوں کے مالک بننے کے لئے کافی نہیں ہے، جیسے کوئی پرندہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں انڈا، بچہ دیدے تو صرف مالک زمین ہونے کی وجہ سے اس پرندہ کا انڈا بچہ اس شخص کا مملوک نہیں ہوگا، بلکہ جو شخص اس کو اٹھائے گا وہی اس کا مالک ہوگا، "إذا أفرخ في أرض رجل فهو لمن أخذه، وكذا اذا باض فيها الخ" (البحر الرائق ۶/ ۸۳، ہدایہ ج ۳)۔

اس لئے ضروری ہوگا کہ تالاب وغیرہ میں از خود آئی ہوئی مچھلیوں کے واپس نہ جانے

کی کوئی تدبیر بھی کی گئی ہو، تو ایسی صورت میں صاحب تالاب ان مچھلیوں کا مالک ہوگا۔

اب ان مچھلیوں کو فروخت کرنا ایسی صورت میں جائز و درست ہوگا، جبکہ اس کو مشتری کے حوالہ کرنا بلا کسی حیلہ کے آسان و سہل ہو اگر بلا کسی حیلہ کے حوالہ کرنا آسان نہ ہو تو ایسی صورت میں فروختگی درست نہ ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۱۴۸/۴)۔

☆☆☆

تیسرا باب

# مختصر جوابات

# بیع سمک کے چند مسائل

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ☆

۱-عرف وعام ہوجانے کے بعد اس قسم کی بیع کی بعض شکلوں میں جواز کی گنجائش ہے، پھلوں کی فصل کی بیع پر قیاس کرتے ہوئے، حالانکہ اکثر صورتیں فصل کی بیع کی اصولاً ناجائز ہیں، مگر عرف عام کی بنیاد پر حضرت تھانویؒ نے ''شامی'' کے حوالہ سے بشروط بعض شکلوں کے جواز کا فتوی دیا ہے، اس میں ایک اہم شرط ''مؤدی الی المنازلہ'' نہ ہونا ہے۔

۲- بیع ثانی کی تو مسلمان کے لئے گنجائش معلوم ہوتی ہے، یعنی مچھلیاں پکڑنے والے سے پہلے تو کسی غیر مسلم نے مچھلیاں خریدیں پھر اس سے کسی مسلمان نے خرید لیں تو ''درمختار'' میں مذکور ایک جزئیہ سے اس کا جواز نکلتا ہے (**وھو ھذا: بخلاف البیع الفاسد، فإنه لا یطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده**) (درمختار برحاشیہ ردالمحتار ۴/۱۳۰ طبع دیوبند)۔

پھل آنے سے قبل کی بیع کا حکم ''امداد الفتاوی'' میں یہ لکھا ہے: پہلا عقد غیر مسلموں نے کیا تو بیع ثانی کے بعد مسلمان کے لئے استعمال جائز ہے (۳/۶۵)، لیکن اگر پہلی بیع (پھل آنے سے قبل کی بیع) کے متبایعین مسلمان ہوں تو پھر ان سے کسی مسلمان کا خریدنا جائز نہیں (ایضاً ملخصاً)۔

۳-شخصی ملکیت والا حوض اگر ایسا ہے کہ اس سے بغیر شکار کے مچھلیاں پکڑنا دشوار نہیں

---

☆ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

اور مچھلیاں حوض والے کی مملوکہ ہوں تو ان کا فروخت کرنا اور خریدنا (اہل کا اہل کے ہاتھ) بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ ''ہدایہ'' کی عبارت ذیل سے مفہوم ہوتا ہے:

''ولا يجوز بيع السمک قبل أن يصطاد، لأنه باع ما لا يملكه ولا في حظيرة إذا كان لا يؤخذ إلا إذا اجتمعت فيها بأنفسها ولم يسد عليها المدخل لعدم الملک'' (۳/۴۴)۔

۴- یہ شکل جائز نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس میں ''بیع مالم یکن'' کا احتمال ہے، غیر مقدور التسلیم شی کی بیع ہے، خود آنے والی مچھلیاں غیر مملوک ہیں (تو یہ ''بیع مالم یملک'' ہوئی) عوامی ملکیت والے حوض کا ٹھیکہ دینے کی صورت میں مزید ایک 'محظور' لازم آتا ہے۔

☆☆☆

# بغیر شکار کئے مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد عبید اللہ اسعدی ☆

ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی خرید وفروخت نا جائز ہے اس میں مختلف قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ یہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں، پانی کے اندر سے نکالنے سے پہلے یہ کسی کی ملک ومملوک نہیں ہوتیں، اور تمام فقہاء اس قسم کی خرید وفروخت کی حرمت پر متفق ہیں (بدائع ۵/ ۱۳۸، ۱۴۶، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۳۵۸، ۳۸۸)۔

۲- جو لوگ حکومت و پنچائیتوں وغیرہ سے ندی و نالوں کی مچھلیوں کا معاملہ کرتے ہیں خرید وفروخت یا ٹھیکیداری کے عنوان سے، اور اس کے بعد وہ مچھلیاں نکال کر اور شکار کے بعد ان کو فروخت کرتے ہیں تو ان کی یہ فروخت اور ان سے خریدنا اور کھانا جائز ہے، اس لئے کہ ٹھیکہ دار اور حکومت کے درمیان معاملہ تو درست نہیں، اس لئے کہ مچھلیاں ملک سرکار نہیں تو اس ٹھیکیداری اور معاملہ کی وجہ سے مچھلیاں ٹھیکیدار کی ملک نہیں بنیں۔

بلکہ مچھلیاں اس معاملہ سے باوجود حسب اصل وحسب سابق مباح الاصل رہیں جو شخص بھی ان کا شکار کر کے ان کو قبضہ میں کرے وہ مالک ہے، لہذا اس کا کھانا، بیچنا اور اس سے خریدنا سب درست ہے، امام ابو یوسفؒ نے ''کتاب الخراج'' میں یہی فرمایا ہے، اسی کو فقہاء نے بھی ذکر کیا ہے (تقریر الرافعی مع الشامی ۵/ ۱۳۹ وامداد الفتاوی ۳/ ۵۰) اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں: ''لا يجوز بيع السمک فی الماء لأنه غرر وهو الذی يصيده'' (الخراج ص/ ۸۷)۔

---

☆ شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ وسکریٹری برائے سمینار و برنامج اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

۳- حوض و تالاب میں پائی جانے والی مچھلیاں جو کہ باقاعدہ پالی گئی ہیں۔ ان کی خرید و فروخت ان کو نکالے بغیر منع ہے، اس صورت میں مچھلیاں اگر چہ مالک حوض و تالاب کی ملک و مملوک ہوتی ہیں، مگر کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں، مثلاً مبیع کی جہالت کہ کچھ پتہ نہیں کہ کتنی مچھلیاں پانی کے اندر ہیں اور سود انفع کا ہو رہا ہے یا نقصان کا، اور اسی طرح ایک خرابی یہ ہے کہ یہ مچھلیاں مقدور التسلیم نہیں ہیں، بیچنے والے کی ملک تو ہیں، مگر اس حال میں نہیں کہ وہ بے تکلف خریدنے والے کو دے سکے، یا خریدنے والا اس کو حاصل کر سکے، بلکہ خریدنے والے کو خریدنے کے بعد اچھی خاصی زحمت و محنت برداشت کرنی پڑتی ہے، ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے معاملہ پر بطلان و فساد کا حکم لگتا ہے، اور ظاہر ہے کہ بیع باطل و فاسد دونوں ہی منع ہیں اگر چہ دونوں کے درمیان فرق کیا جاتا ہے (البدائع ۵/ ۱۴۷ و ۱۴۸، ۱۵۷ شامی ۵/ ۶۰، امداد الفتاوی ۳/ ۴۷، واحسن الفتاوی ۶/ ۴۸۰)۔

یہ حکم نجی و عوامی تالاب دونوں کا ہے۔

۴- بارش کے پانی کی وجہ سے جو مچھلیاں حوض و تالاب میں آجاتی ہیں۔ خواہ تالاب نجی و ذاتی ملکیت کا ہو یا عوامی و سرکاری، ان مچھلیوں کا فروخت کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ اگر تالاب کے اندر مچھلیوں کو لانے اور روکنے کی کوئی صحت و تدبیر اختیار نہیں کی گئی تو مچھلیاں مملوک نہیں بلکہ مباح الاصل ہیں اور اس صورت میں حکم و تفصیل وہ ہے جو کہ جواب اول کے تحت مسطور ہے، یعنی تالاب کی فروخت اور اس کا ٹھیکہ درست نہیں، مگر اس سے مچھلیاں نکال کر بیچنا اور خریدنا و کھانا سب درست ہے۔

اور اگر تالاب کے اندر مچھلیوں کو لانے اور آنے کے بعد روکنے کا نظم بنایا جائے تو مچھلیاں مملوک تو ہو جائیں گی، مگر سوال و جواب (۳) کی خرابیاں پائی جائیں گی اور وہی حکم ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں مچھلیاں مجہول المقدار اور غیر مقدور التسلیم ہیں۔

بارش سے تالاب کے اندر آنے والی مچھلیوں کے مملوک ہونے نہ ہونے کی صورت

وتفصیل عموماً فقہاء نے ذکر کی ہے، ''کتاب الخراج'' میں بھی کچھ تذکرہ ہے (شامی ۵/۶۰-۶۱، فتح القدیر ۶/۴۹، کتاب الخراج ص/۸۷، مبسوط السرخسی ۱۳/۱۱-۱۲)۔

خلاصہ یہ کہ جو مچھلیاں مملوک نہیں، یعنی ندی و نالے کی مچھلیاں اور تالاب میں آنے والی، جبکہ ان کو روکا نہ جائے، تو سرکار یا مالکان تالاب کی طرف سے ان کی فروخت اور ان سے خرید، بصورت ٹھیکہ درست نہیں ہے، اور ان مچھلیوں کو پکڑ کر اور شکار کر کے بیچا جائے، خواہ مالکان بیچیں یا خریدنے وٹھیکہ لینے والے تو درست ہیں، اس لئے کہ یہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں جو شکار کرے وہ ان کا مالک ہے، اس لئے یہ صورت تو حکماً ہوں گے۔

اہم معاملہ تالاب وحوض کی مملوک مچھلیوں کا ہے کہ مملوک ہونے کے باوجود ان کی خرید وفروخت منع ہے، اور یہ ممانعت اسی لئے ہے کہ پہلے معاملہ، یعنی براہ راست خریدار پر موقوف نہیں، بلکہ اس سے آگے بھی اس کا اثر ہوگا، ''بدائع'' کی تصریح تو بطلان کو بتاتی ہے، اس لئے کہ اس میں عدم انعقاد اور عدم صحت وفساد کا تذکرہ کیا گیا ہے (البدائع ۵/۱۴۷، ۲۱۴، ۱۴۸، ۱۵۶)۔

اور امام ابو یوسف وامام محمد وغیرہ بغیر تفصیل کے ''لا یجوز'' کا لفظ فرماتے ہیں، جیسے کہ ''ہدایہ'' وغیرہ میں بھی آتا ہے (ہدایہ مع الفتح ۶/۴۹، کتاب الخراج ص/۸۷، الجامع الصغیر ص/۳۲۸)۔

بلکہ ''مبسوط'' میں آیا ہے: **''واذا باع سمکا محظوراً فی اجمۃ فان البیع باطل لا یجوز''** (کتاب المبسوط ۵/۹۳)، ظاہر ہے کہ بیع کے باطل ہونے کی صورت میں مبیع (فروخت کو وہ مال) تملک کا اور پھر ٹھیکہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا، مالک وتالاب سے خریدنے والا خود مالک نہیں بنا اور نہ بن سکتا ہے تو دوسرے کی طرف کسی طرح ملکیت منتقل نہیں ہوگی، بیع باطل ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی (شامی ۵/۴۹)۔

شامی وغیرہ کے یہاں فساد کی تعبیر وتصریح آئی ہے اور بیوع فاسدہ کے ساتھ ہی اس کا ذکر ملتا ہے (شامی ۵/۶۰، الفقہ الاسلامی ۴/۱۷۸-۱۷۹)۔

''احسن الفتاوی'' میں بھی اس کو اختیار کیا گیا ہے، اور صاحب ''فتح القدیر'' نے فساد کو

ہی ترجیح دی ہے، اس لئے کہ مالیت اور ملکیت دونوں پائی جارہی ہے تو بطلان کے حکم کا کوئی محل نہیں ہے، یہ بحث انہوں نے عبدآبق (بھاگے ہوئے غلام) کی خرید وفروخت کے تحت کی ہے، اگرچہ ظاہر الراویۃ اور اکثر علماء مذہب کا رجحان و بطلان کا ہے مگر ایک جماعت فساد کی قائل ہے (فتح القدیر ۶/ ۵۹، ۶۰) بیع باطل و فاسد کی تعریف بھی صاحب ''فتح القدیر'' کی تائید کرتی ہے (شامی ۵/ ۴۹)۔

بہرحال فاسد مانا جائے تو بھی مسئلہ اہم ہے، اس لئے کہ بیع فاسد اگرچہ قبضہ کے بعد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے، مگر خریدنے والے کو کسی طرح کا تصرف منع ہے، اگر بیچ ڈالے تو گناہ کا کام کیا، توبہ کرے، اور اس سے جس نے خریدا اس سے وہ طے شدہ قیمت کے بجائے صرف بازار کی قیمت لینے کا حق رکھتا ہے، اور مزید کچھ خرابیاں وپابندیاں بھی لازم آتی ہیں (شامی ۵/ ۸۸-۹۸)۔

مفتی نظام الدین صاحب نے جو گنجائش لکھی ہے وہ خرابی سے خالی نہیں ہے اور حضرت تھانوی فرماتے ہیں بیع فاسد بتصریح فقہاء ربوا یعنی معاملہ سود میں داخل ہے (امداد الفتاویٰ ۳/ ۹۳)۔

اور یہ فساد شرط کی وجہ سے نہیں ہے کہ تعارف کی بنا پر اس میں گنجائش ہو۔ جب کہ فقہاء نے متعارف شروط فاسدہ کے حق میں ذکر کیا ہے (شامی ۵/ ۸۵) بلکہ صلب عقد اور نفس معاملہ کی نوعیت میں فساد ہے، اور اس صورت میں یہ گنجائش نہیں ہوسکتی، بیع کا فساد صرف شرط لگانے پر موقوف نہیں، بلکہ دوسری وجوہ کی بناء پر بھی ہوتا ہے (شامی ۵/ ۴۹، ۵۰، ۶۰ ومابعد، فتح القدیر ۶/ ۴۱، ۴۲ وغیرہ)۔

البتہ قابل غور پہلو یہ ہے کہ غرر یا جہالت، اس میں کچھ وسعت بھی ہے جس کا مبنی یہ ہے کہ باعث نزاع نہ بنے، لوگ اس کو گوارا کر رہے ہوں اور اس سے صرف نظر کر رہے ہوں، جب کسی چیز کا تعارف وتعامل ہوجاتا ہے تو یہ بات پیدا ہوجاتی ہے، یہاں یہی صورت ہے کہ

رواج عام ہو چکا ہے، پھر جہالت اور غیر مقدور التسلیم ہونے کا معاملہ بھی یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنے والے بالکل اندھیرے میں نہیں ہوتے، معاملہ کے متعلق خود ان کو بصیرت ہوتی ہے، یا اصحاب بصیرت سے مدد لے کر وہ مچھلی کی مقدار کا ایک اندازہ قائم کرتے ہیں جو بڑی حد تک صحیح ہوتا ہے، جیسے کہ باغ کے پھل کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس میں بھی قطعی تعیین نہیں ہوتی اور نہ ہوسکتی ہے۔

اور غیر مقدور التسلیم ہونے کا معاملہ یہ ہے کہ تالاب کی مچھلیاں بہر حال ایک محدود دائرے کے اندر ہوتی ہیں ان کا معاملہ بھاگے ہوئے غلام، اور فضاء مملوک پرندے کا نہیں ہوتا۔ کہ ان کو ہاتھ و فیصلہ میں لانا اتنا آسان نہیں جتنا کہ تالاب کی مچھلیوں پر قبضہ حاصل کرلینا اوران کو حاصل کرنا۔

مزید یہ کہ بعض حضرات کے یہاں اس خرید وفروخت کی گنجائش رہی ہے جن میں عمر بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلیٰ کا نام آتا ہے، ابن حزم کا مذہب بھی یہی ہے، اگر چہ ان کے دلائل فراہم نہیں ہیں، یعنی محقق طور پر ان کا علم دشوار ہے، ابن حزم نے جو کچھ دلیل دی ہے وہ کچھ قوی نہیں ہے، ''اعلاء السنن'' میں اس کا جواب دیا گیا ہے (الخراج ص ر ۸۷، مبسوط السرخسی ۱۳ر ۱۱ و ۱۳، المغنی ۴ر ۲۷۳، المحلی ۸ر ۳۸۸-۳۹۲، اعلاء السنن ۴ر ۴۶۱، ۴۶۲)۔

ان حضرات کے مذاہب کی بنیاد پر تو نہیں، ہاں تعامل اور مذکورہ بالا تفصیل کی بنا پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اوران مذاہب کو مؤید بنایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

# بیع کے چند مسائل کے جوابات

مولانا عبدالرحمٰن پالنپوری

۱- سرکاری تالاب، ندی نالے اور نہریں جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں، ان میں مچھلیاں چھوڑی نہ گئی ہوں، بلکہ سیلاب کی آمد و رفت کے ساتھ مچھلیاں آتی اور جاتی ہوں تو ان مچھلیوں کی خرید و فروخت بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ شرعاً یہ مچھلیاں مملوک ہی نہیں ہیں (ردالمحتار ۵/۶۰-۶۱)۔

عرف عام کی وجہ سے جواز کا فتوی دینا مناسب سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ اس طرح کے معاملات عرف میں عام اسی زمانہ میں نہیں ہوئے، بلکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے ایسا عرف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ''ردالمحتار'' میں ہے: "فالمسألة كثير الوقوع ويكثر السوال عنها''، لیکن آج تک کسی نے بھی عرف کی وجہ سے جواز کا فتوی نہیں دیا۔

۲- مذکورہ بالا صورت میں مچھلیاں مملوک ہی نہیں ہیں، لہذا ان کی خرید و فروخت شرعاً باطل ہے، لیکن اس صورت میں مچھلیاں مباح الاصل ہیں جو شکار کرلے گا وہ شرعاً مالک ہوجائے گا، لہذا مچھلیاں شکار کرلینے کے بعد دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور دوسروں کے لئے خریدنا شرعاً جائز ہوگا، جیسا کہ خودرو گھاس کا حکم ہے کہ جو کاٹ لے گا وہ شرعاً مالک ہوجائے گا۔

۳-حوض یا تالاب اگر ابتداء ہی سے مچھلیاں پکڑنے کے لئے تیار کیا گیا ہو، یا اس میں مچھلیاں خود مالک نے چھوڑی ہوں یا نہر وغیرہ سے مچھلیاں تالاب میں آئیں اور تالاب کے مالک نے پانی کا راستہ بند کرکے مچھلیاں تالاب میں محبوس کرلیں تو یہ مچھلیاں اس کی مملوک ہیں، مگر

غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع فاسد ہے، البتہ اگر تالاب اس قدر چھوٹا ہو کہ بدون تکلیف وحیلہ اس سے مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہوں اور مچھلیوں کی مقدار بھی معلوم ہو تو بیع درست ہے (احسن الفتاوی ۶/ ۴۸۰)۔

۴-حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، عوامی ملکیت کا، اگر یہ حوض وتالاب شروع ہی سے مچھلی کے لئے تیار کئے گئے ہیں تو یہ مچھلیاں شرعاً مملوک نہیں ہیں اور غیر مملوک کی بیع باطل ہے، اور حوض یا تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے، "**لأن الإجارة واقعة علی استهلاک العین**" (رد المحتار مصری ۵/ ۶۱)۔

☆☆☆

# ٹھیکہ پر لئے گئے تالاب کی مچھلیاں خریدنا

مفتی محبوب علی وجیہی ☆

حضرات فقہاء نے خصوصاً فقہاء احناف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو اصول اور قواعد احکام مقرر کئے اور ان پر مسائل آمدہ کا استخراج کیا، ان میں بیع کے مسائل میں چند چیزیں خاص طور سے ان کے پیش نظر ہیں۔

۱- بیع اس طرح کی نہ ہو جس سے آئندہ باہم تنازعات پیدا ہوں، جہاں تک ممکن ہو سکے ایسے راستوں کو بند کر دیا جائے۔

۲- بیع میں غرر اور دھوکہ کسی طرح کا نہ ہو جس کی وجہ سے مشتری کو نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔

۳- ربا اور سٹہ جیسی مہلک چیزیں مسلمان کی بیع میں داخل ہونے نہ پائیں، لیکن بعض ایسے ناگزیر حالات بعض وقت پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے ان اصول وقواعد میں سہولت پیدا کرنا پڑتی ہے، کیونکہ انسان وہاں بے بس نظر آتا ہے، یہ چیز خواہ عام عرف وعادت کی وجہ سے ہو یا حکومت کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے ہو، یا حکومت تو مسلمانوں کی ہو، لیکن نظام حکومت فاسقوں اور ایسے کارندوں کے قبضہ میں ہو جو اسلام پر عمل پیرا نہ ہوں، اس وقت بلوی کے عام ہونے کی وجہ سے کوئی راستہ اس سے مفر کا نظر نہ آتا ہو تو بحالتِ مجبوری ان اصول کے مقابلہ میں دوسرے اصول سے کام لے کر آسانیاں پیدا کی جاتی ہیں، اس کی صدہا مثالیں فقہ کی کتابوں میں

☆ رام پور، یوپی۔

موجود ہیں: "الضروات تبیح المحظورات" "المشقة تجلب التیسیر" "الضرر العام یزال وغیرھا" پس تالاب کی مچھلیوں وغیرہ میں عام اصول فقہ تو ممانعت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے عام طور پر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ بعض صورتوں میں ملکیت نہیں اور بعض صورتوں میں مبیع مجہول ہے اور بعض صورتوں میں مقدور التسلیم نہیں، اور یہ سب صورتیں وہ ہیں جو دلائل اور اصولِ شریعت کے مطابق عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں: "کما بین فی کتب الفقه" لیکن حالات وزمانہ اور تغیرات نظام عالم مجبور کررہے ہیں کہ ان دلائل واصول کے مقابلہ میں دوسرے ان دلائل کی روشنی میں غور کیا جائے جو اس بگڑے ہوئے نظام خصوصاً کافرانہ نظام میں مسلمانوں کو ارتکاب حرام اور مکروہات سے بچالیں، اگرچہ ان دلائل میں کچھ ضعف بھی ہو مگر وہ مستند اور معتبر شریعت میں تسلیم کئے گئے ہوں، جیسے "الضرورات تبیح المحظورات" یا "المشقة تجلب التیسیر" وغیرہ۔

نیز ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں بہت سے مقامات پر ان سے کام لیا گیا ہے، جیسے امام اعظمؒ درس دینی اور امامت وغیرہ پر اجرت کو حرام قرار دیتے ہیں، مگر بعد کے آنے والے علماء کبار نے دیکھا کہ اگر اس پر عمل قائم رکھا گیا تو دین کی بقاء اور اشاعت کا کام فیل ہو جائے گا، لہذا انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ مسئلہ کو اور دلائل کو قوی ہونے کے باوجود چھوڑ کر دوسرے دلائل کی روشنی میں اس کے جواز کا فتوی دیا اور تمام عالم اسلامی میں اسی پر عمل ہوا اور آج تک ہورہا ہے، ایسے ہی "استصناع" ہے کہ مبیع مجہول اور معدوم ہے، مگر ضرورت اور عرف کی وجہ سے اس کے جواز کا فتوی دیا گیا۔

اب ہم آج کل کے عرف وعادت اور زمانہ کے بدلے ہوئے حالات میں دیکھتے ہیں کہ تالابوں، نہروں، ندیوں کی مچھلی کے ٹھیکے جو دیئے جاتے ہیں گو وہ چند وجوہ سے جائز نہیں ہیں، مگر دنیا میں یہی طریقہ اپنالیا گیا ہے، لینے والا خوشی سے لیتا ہے اور دینے والا خوشی سے دیتا ہے اس میں عام عرف یہی ہے، اب اگر ہم عدم جواز کا فتوی دیتے ہیں جیسے ہماری کتب فقہ میں عام

طور سے یہی درج ہے اور ہمارے سلف صالحین کے عام طور سے فتاوی بھی یہی بتاتے ہیں تو ٹھیکہ دینے والا بھی گنہگار اور ٹھیکہ لینے والا بھی اور دونوں ایسے عمل کے مرتکب ہورہے ہیں جو بیع کے بعض جگہ باطل ہونے اور بعض جگہ فاسد ہونے یا مکروہ ہونے پر منتج ہے اور یہ ابتلاء عام ہے، اس کے خلاف میں مشقت ہے، لہذا اگر ہم مندرجہ ذیل دلائل کی بناء پر جواز کا فتوی دیں تو شریعت سے انحراف لازم نہیں آئے گا، بلکہ شریعت کے حدود میں ہی شریعت کے دلائل سے ہی جواز ثابت ہوگا پس جواز کا فتوی دینا چاہئے۔

بہرحال اگر ٹھیکہ ناجائز بھی مانا جائے تب بھی بیچنے والے سے خریدنا تو جائز ہے، کیونکہ وہ مال مباح الاصل کو بیچ رہا ہے، اگر خرابی ہوگی تو ٹھیکہ لینے میں ہوگی بیچنے اور خریدنے میں نہ ہوگی۔

وہ تالاب جو کاشتکار اپنی زمین میں بناتا ہے (خواہ وہ کرایہ کی ہو یا ذاتی) اور اس میں مچھلی پالن کرتا ہے وہ مچھلیاں اس کی ملک میں داخل ہیں، یہ تالاب چاروں طرف سے بند ہوتے ہیں ان میں دوسری مچھلیوں کے آنے کا راستہ نہیں ہوتا۔ نہ ان مچھلیوں کے جانے کا راستہ ہوتا ہے، یہ مچھلیاں جو چھوٹی ڈالی جاتی ہیں اس میں بڑھ جاتی ہیں ان کی بیع درست ہے، میرے نزدیک یہ مقدور التسلیم بھی ہیں، لیکن جو لوگ عادی ہوتے ہیں وہ مچھلی ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں، میں خود بنگال اور آسام کے ان طلبہ کو جو میرے ساتھ پڑھتے تھے دیکھا کہ وہ تالاب یا نہر سے جس وقت پانی ذرا کم ہوتا تھا ہاتھ سے مچھلیاں پکڑ لیتے تھے باہر ایک طالب علم کھڑا رہتا اور وہ طالب علم جو پانی میں ہوتے اس کی طرف پھینک دیتے وہ اٹھالیتا تھا۔

بارش وغیرہ کسی طریقہ سے جو مچھلیاں کسی کے ذاتی تالاب میں آگئیں تو اگر وہ تالاب اسی کام کے لئے اس نے بنایا ہے تو اس کی ملک میں داخل ہوجائیں گی اور اگر اس کام کے لئے نہیں بنایا ہے۔ اگر گڑھے وغیرہ ہیں اس میں آگئیں تو یہ اس کی ملک میں داخل نہیں ہوں گی، یہ مباح الاصل ہیں، البتہ اگر اس کا راستہ بند کردیا کہ اب اس میں اور نہ آسکتی ہیں اور نہ یہ جاسکتی ہیں تب

بھی اس کی ملک میں داخل ہوجائیں گی، اس کا مسئلہ پہلے تفصیل سے گذر چکا کہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق ان کی بیع مقدورالتسلیم نہ ہونے کی وجہ سے درست نہ ہوگی، مگر عموم بلوی اورضرورت زمانہ کو دیکھتے ہوئے ان تمام صورتوں میں جو نمبر (۴) میں درج ہیں بیع کے جواز کا فتوی ان ہی دلائل کی روشنی میں دیا جانا چاہئے جو پہلے مذکور ہو چکے۔

رہا بازار، ہاٹ، سڑکوں اور جنگلات کے درختوں کا مسئلہ تو اس کا ٹھیکہ درست ہے، اس لئے کہ سرکار تو اس زمین کی اجرت لیتی ہے جس پر بازار لگتی ہے اور وہ زمین چونکہ سرکاری ہے اس لئے اس کو ٹھیکہ پر دینا جائز اور اس سے منفعت حاصل کرنا درست ہے، اسی طرح جو جنگل میں یا سڑکوں کے کنارے درخت اگتے ہیں وہ اپنے اتصال کی وجہ سے اسی کی ملک ہیں جس کی زمین ملک ہے، جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اسی کی ملک ہیں تو اس کی جلاون کا یا کاٹنے کا ٹھیکہ دینا جائز ہے۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی بیع کے چند مسائل

مولانا شمس پیرزادہؒ

## ۱- ندی، نالوں کی مچھلیوں کی خرید وفروخت:

سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کے سلسلہ میں حکومت معاوضہ حاصل کر کے جو معاملہ کرتی ہے وہ درحقیقت بیع وشراء کا معاملہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ عوامی ملکیت سے استفادہ کا جو حق کسی شخص یا سوسائٹی کو دیتی ہے اس کے بالمقابل اس سے معاوضہ (Compensation) وصول کرتی ہے تاکہ انتظامی امور وغیرہ کے مصارف بھی پورے ہوں اور استفادہ کرنے والوں کی طرف سے مفادِ عامہ کے لئے کچھ عطیہ (Contribution) بھی ہو، یہ موجودہ عرف کے مطابق ہے اور حالات بھی اسی کے متقاضی ہیں اس لئے یہ معاملہ کرنا بالکل درست ہوگا۔

سڑکوں کے کنارے سرکار کی طرف سے لگائے گئے درخت یا سرکاری زمین میں پیدا ہونے والے خودرو درختوں کے نیلام وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

## ۲- ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کردہ مچھلیوں کو بیچنا اور کسی مسلمان کا اسے خریدنا:

جب ٹھیکہ جائز ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا تو مچھلیوں کی بیع وشراء کے ناجائز ہونے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے، اور اگر بالفرض بیع ناجائز ہے تو خریدنے والے پر ایسے امور کی تحقیق کی کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے جب کہ موجودہ دور میں کاروبار اور تجارت ایک پیچیدہ اور اجتماعی

عمل ہے، ہمیں کریدنے اور فقہی موشگافیاں کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ "یسّروا ولا تعسروا" (آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو)۔

## ۳-شکار سے پہلے مچھلیاں فروخت کرنا:

ذاتی ملکیت کے حوض یا تالاب کی مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے فروخت کی جاتی ہیں وہ معدوم چیز کی بیع نہیں ہے، بلکہ تالاب میں موجودہ مچھلیوں کی بیع ہے، جن کی تعداد یا مقدار کا اندازہ لگایا جاتا ہے، تخمینہ کی بیع کی بعض صورتیں جوضرورت کے اعتبار سے ہیں جائز ہیں، مثلاً درختوں پر پھلوں کی بیع جن کی تعداد ٹھیک سے معلوم نہیں ہوتی، اسی طرح "بیع جزاف" (اندازہ سے مال کی بیع) جس کے بارے میں صاحب "فتح الباری" نے حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت:

"لقد رأیت الناس فی عهد رسول اللهﷺ یبتاعون جزافا یعنی الطعام"

(میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ غذائی اشیاء تخمینہ سے خریدتے تھے) کی تشریح میں لکھا ہے کہ:۔

"وفی هذا الحدیث جواز بیع الصبرة جزافا سواء علم البائع قدرها أم لم یعلم" (فتح الباری ۴/۲۷۹)۔

(اس حدیث میں جواز ہے تخمینہ کی بنیاد پر مال کے ڈھیر کی بیع کا، خواہ بائع کو اس کی مقدار معلوم ہو یا نہ ہو)۔

اور "فقہ السنہ" میں ہے:

"الجزاف: هو الذی لا یعلم قدره علی التفصیل۔ وهذا النوع من البیع کان متعارفا علیه۔ بین الصحابة علی عهد رسول اللهﷺ فقد کان المتبایعان یعقدان العقد علی سلعة مشاهدة لا یعلم مقدارها الا بالحزر والتخمین من

الخبراء، وأهل المعرفة الذين يعهد فيهم صحة التقدير، فقلما يخطئون فيه، ولو قدر أن ثمة غررا فإنه يكون يسيرا يتسامح فيه عادة لقلته" (فقہ السنہ لسید السابق ۳/۱۵۶)۔

(جزاف وہ چیز ہے جس کی مقدار تفصیلی طور پر معلوم نہ ہو، اور اس نوعیت کی بیع عہد رسالت میں صحابہ کے درمیان متعارف بھی تھی، چنانچہ بائع اور مشتری ایسے مال کا سودا کرتے تھے جو دیکھا تو جا سکتا تھا، لیکن اس کی مقدار معلوم نہیں ہوتی تھی بجز اس کے کہ تجربہ کار اور ایسے جاننے والے لوگوں کے ذریعہ جو صحیح اندازہ لگانے میں ماہر تھے اندازہ اور تخمینہ لگایا جاتا تھا، اس میں غلطی بہت کم ہوتی تھی، اور اگر اس میں غرر ہوتا بھی تھا تو تھوڑا جس کو معمولاً نظر انداز کیا جاتا ہے)۔

"قال ابن عمرؓ: كانوا يتبايعون الطعام جزافا بأعلى السوق، فنهاهم الرسول ﷺ أن يبيعوه حتى ينقلوه"

(ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ غذائی اجناس کا بھرے بازار میں اندازہ سے لین دین کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کیا کہ جب تک اسے دوسری جگہ منتقل نہ کردیں فروخت نہ کریں)۔

"فالرسول أقرهم على بيع الجزاف، ونهى عن البيع قبل النقل فقط"

(تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں تخمینہ کی بیع پر قائم رکھا اور صرف اس بات سے منع فرمایا کہ مال کی منتقلی سے پہلے اس کو (پھر) نہ بیچیں)۔

"قال ابن قدامة: يجوز بيع الصبرة جزافا لا نعلم فيه خلافا، إذا جهل البائع والمشتري قدرها"

(ابن قدامہ کہتے ہیں: ڈھیر لگے ہوئے مال کی بیع تخمینہ لگا کر جائز ہے، اس میں کسی اختلاف کا ہمیں علم نہیں، جبکہ بائع اور مشتری کو اس کی مقدار معلوم نہ ہو)۔

کہا جا سکتا ہے کہ مال کا ڈھیر ایک مشاہدہ میں آنے والی چیز ہے جبکہ تالاب کی مچھلیاں

مشاہدہ میں نہیں آتیں، لیکن اس فرق کے باوجود دونوں کی بنیاد تخمینہ ہی ہے اور تالاب کی مچھلیوں کے سلسلہ میں ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ تخمینہ کی بنیاد پر ان کی بیع کا معاملہ کسی کے ساتھ کیا جائے اور موجودہ زمانہ کا عرف بھی یہی ہے، اگر اس کو جائز نہیں قرار دیا گیا تو تالاب کی مچھلیوں کی فروخت کی کوئی عملی شکل غالباً نکالی نہیں جا سکے گی، اس لئے رفعِ حرج کے لئے اسے جائز قرار دینا ہوگا۔

۴-بارش کی وجہ سے تالابوں میں آنے والی مچھلیاں:

عوامی ملکیت کے تالاب وغیرہ میں بارش وغیرہ کی وجہ سے جو مچھلیاں آگئی ہوں ان کو ٹھیکہ پر دینا جائز ہوگا، جیسا کہ سوال نمبر ا کے جواب میں بیان فرمایا گیا، یہ درحقیقت بیع نہیں، بلکہ عوامی ملکیت کے لئے Contribution یا استفادہ کا معاوضہ Compensation ہے۔

رہا نجی ملکیت میں بارش وغیرہ کی وجہ آئی ہوئی مچھلیوں کو فروخت کرنا یا ٹھیکہ پر دینا تو یہ بھی جائز ہوگا، کیونکہ مچھلیاں نجی ملکیت کے تالاب میں آجانے کے بعد اس شخص کی ملک قرار پائیں جو تالاب کا مالک ہے۔

☆☆☆

# تالاب وحوض کی مچھلیوں کی فروختگی کا حکم

مفتی عبداللہ مظاہری ☆

حوض، نہر، تالاب وغیرہ کے سلسلہ میں اصولی بات یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں۔

مچھلی پر ثبوت ملکیت اور اس کے بعد بیع کا جواز وعدم جواز، اب مچھلی پر ملکیت کا ثبوت متعدد طریقہ سے ہوتا ہے، مثلا از خود مچھلی پکڑ کر اس میں ڈال دیا، باضابطہ اس کے بچوں کو چھوڑا تو ان صورتوں میں مچھلی پر ثبوت ملکیت ہو جاتی ہے، یا از خود مچھلی تو نہیں چھوڑی، لیکن سیلاب وغیرہ کے پانی وبارش کی وجہ سے آ گئی تو اسکی دو صورتیں ہیں: اگر تالاب پہلے سے مچھلی کے لئے تیار کیا گیا ہے تو مچھلی بھی صاحب تالاب کی ہوگی اور اگر پہلے سے مہیا نہیں کیا ہے تو مچھلی صاحب تالاب کی مملوک نہیں ہوگی، بلکہ جو اس کو پکڑ لے اس کی وہ مچھلی مملوک ہوگی جیسا کہ علامہ ابن الہمامؒ نے لکھا ہے، (دیکھئے: فتح القدیر ۶/ ۴۹)۔

اسی طرح تالاب کا کوئی سرا کسی نہر وغیرہ سے ملا ہوا ہو جس سے ہو کر مچھلی آیا جایا کرتی ہو، تو اس صورت میں مچھلی پر ثبوت ملکیت کے لئے تالاب کے منہ کو بند کرنا ضروری ہوگا اور اگر تالاب کے منہ کو بند کر دیا ہے، تو مچھلی اس کی ملکیت شمار ہوگی، لیکن اس میں احتمال یہ ہے کہ اگر یہ بند مالک تالاب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص لگا دے تو بند لگانے والا مالک ہوگا، یا مالک تالاب اس کا مالک ہوگا، اس سلسلے میں حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ’’اگر پہلے سے وہ تالاب مچھلی

☆ دار العلوم ہانسوٹ گجرات۔

کے لئے تیار کی گئی تھی تو مالک تالاب ہی مالک ہوگا، بند لگانے والا نہیں ہوگا، لیکن اگر پہلے سے اس مقصد کے لئے نہیں تھی تو مقتضاء قواعد کی رو سے بند لگانے والا مالک ہوگا اور مالک تالاب پر جمع کرنا نہیں ہوگا، تاہم بند لگانے والے پر فوراً مچھلی خالی کرنا ضروری ہوگا، تا کہ اس کی ملکیت مشغول نہ ہو، لیکن اگر ایسی صورت میں دونوں کا اختلاف ہو جائے اور صاحب تالاب کہے کہ میں نے مچھلی کے لئے ہی تیار کیا ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کر کے اسی کی مچھلی تسلیم کی جائے گی (امداد الفتاوی ۳/ ۴۶۰)۔

مچھلی پر ملکیت کے ثبوت اور عدم ثبوت کی تفصیل کے بعد دیکھنا ہے کہ کن صورتوں میں مچھلیوں پر ملکیت کا ثبوت ہوتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو بغیر کسی حیلہ مثلاً جال کانٹا وغیرہ ڈالے ہوئے مچھلی نکال لی تو اس کو فروخت کرنا جائز و درست ہے، اس لئے کہ یہ مملوک بھی ہے اور مقدور التسلیم بھی ہے، لہذا بیع کے عدم جواز کا کوئی سوال نہیں، لیکن مشتری کو خیار رؤیت حاصل ہوگا، پانی کے اوپر سے دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا۔

اور اگر تالاب اور حوض اتنا بڑا ہے کہ بغیر کسی حیلہ کے مچھلی نہیں نکال سکتے تو ایسی صورت میں بغیر نکالے ہوئے مچھلی کا فروخت کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ اگر چہ مملوک ہے مقدور التسلیم نہیں، چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے: "**قال لا تبایعوا السمک فی الماء فإنه غرر**" یعنی مچھلی کو پانی میں رہتے ہوئے فروخت مت کرو اس لئے کہ یہ غرر اور دھوکہ کا باعث ہے، اس کا مطلب یہی ہے، جبکہ بڑے حوض یا تالاب میں مچھلی ہو جو بغیر حیلہ کے نہیں نکل سکتی ہو۔

چنانچہ اس تفصیل سے جمیع سوالات کے جوابات ہو گئے کہ اگر بڑے تالاب میں مچھلی ہو جو بغیر حیلہ کے مچھلیوں کا نکالنا غیر مقدور التسلیم ہو اگر چہ اس کی بیع وشراء عام ہو جائے، جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عقد بیع کے لئے فی الحال بیع کا مقدور التسلیم ہونا شرط ہے، اگر معجوز التسلیم ہو تو عقد منعقد نہیں ہوگا (دیکھئے: بدائع ۵/ ۱۴۷)۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر عرف و عادت میں اس قسم کے عقود کا جواز ہوتا رہے تو پھر

کوئی بھی غیر مقدور التسلیم چیزوں کا عدم جواز باقی نہیں رہے گا، اس لئے عرف ہوتے ہوئے عدم جواز ہی کی بات کہی جائے گی، اب ٹھیکے دار کا اس قسم کی مچھلیوں کو بیچنا اور مسلمانوں کو جانتے ہوئے خریدنا کیا حکم رکھتا ہے، یہ ایک سوال ہے جس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ تمام صورتیں جس میں مچھلیاں مملوک تو ہوں، البتہ غیر مقدور التسلیم ہوں ان کی بیع کرنا بیع فاسد ہے، چنانچہ ٹھیکیدار کا اس طریقہ سے کسی تالاب والے سے مچھلی خریدنا فاسد بیع کرنا ہے، اس پر ضروری ہے کہ بیع کو ترک کردے، لیکن اگر اس نے بیع کو رد نہیں کیا، بلکہ محض نکال کر بازاروں میں فروخت کردیا تو ایسی صورت میں بغیر علم کے اس کو خریدنا بلا کراہیت جائز ہے، اس لئے کہ فساد بیع کا حکم ٹھیکیدار تک ہی محصور تھا، جب اس نے غیروں کے ہاتھ فروخت کردیا تو وہ حکم زائل ہوگیا اور غیر کی ملکیت ثابت ہوگئی اور اس کے لئے اس کا استعمال کرنا جائز اور حلال ہوگیا، تاہم ٹھیکیدار کے لئے وہ کمائی حلال و پاکیزہ نہیں ہوگی، اور اگر فساد بیع کا علم ہوتے ہوئے خریدتا ہے تو ایسی صورت میں اس کے لئے خریدنا مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، البتہ حضرت علامہ شامی نے مطلقاً بیع کو مکروہ قرار دیا ہے اور دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ چونکہ ٹھیکیدار تو یہ چیز ناجائز طریقہ سے حاصل ہوئی ہے، اب اگر کوئی خریدتا ہے، تو گویا جس چیز کا فسخ واجب وضروری تھا اس سے اعراض کرنا لازم آئے گا، لہذا اشراء فی نفسہ مکروہ ہوگی (شامی ۴/۱۴۵)۔

لیکن حضرت علامہ کی بات اتنی متحقق ضرور ہے، لیکن انسانوں کے ابتلاء کا بھی خطرہ ہے، کیونکہ فاسد عقود بہت لوگ کرتے ہیں اور خریدنے والے خریدتے رہتے ہیں جس میں عالم و جاہل سب برابر ہے، تو ایسی صورت میں سبھی کے لئے مکروہ بیع کا کرنے والا لازم آئے گا، لیکن اگر اس کو وجود علم پر محمول کرلیں گے تو بہت سے لوگ اس سے نکل جائیں گے، بندہ کی یہی رائے ہے۔

نوٹ: جاننا چاہئے کہ علامہ شامی کے کراہت کا مطلب صرف شراء مکروہ ہے، نہ کہ وہ اشیاء، بلکہ اشیاء علی حالہ حلال و جائز ہوں گی، قال الشامی إن نفس الشراء مکروہ۔

اور وہ تمام صورتیں جس میں مچھلیاں دوسروں کے ہاتھ بیچنا ہے تو دوسروں کے لئے خریدنا نہیں، اس لئے کہ جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو، پھر اس نے فروخت کردی تو مشتری کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی، بلکہ وہ چیز بطور امانت ہوگی اور یہ بیع از روئے شرع باطل کہلائے گی (۴/۱۱۹)۔

☆☆☆

# پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت

مفتی عبدالرحمٰن صاحب ☆

ا و ۲- یہ صحیح ہے کہ ندی، نالے اور نہریں کسی شخص کی ملک نہیں ہیں، بلکہ سرکار کی ملک ہیں، لیکن ان میں موجود مچھلیاں سرکار کی ملک نہیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی ندی، یا نالے یا نہر میں سے مچھلی پکڑ لے تو وہ ان کا مالک ہو جائے گا۔ اگر چہ اس کا یہ فعل خلاف قانون ہو، تاہم شرعاً وہ ان کا مالک ہو جائے گا، جن لوگوں نے ٹھیکہ لیا ہے انہوں نے رقم دے کر قانونی اجازت مچھلی کے شکار کرنے کی حاصل کی ہے جس کی وجہ سے قانوناً ایک خاص رقبہ سے ایک خاص مدت کے لئے شکار کرنا ان کے لئے جائز ہوگیا ہے، لہذا جو مچھلی وہ پکڑیں گے ان کے وہ مالک ہوں گے اور شکار کرنے کے بعد ان کو ان مچھلیوں کا فروخت کرنا درست ہوگا، وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ندی، نالے نہر کی مچھلیاں کسی کی ملک نہیں ہیں تو ان کی بیع کا بھی کسی کو حق نہیں ہے بلکہ وہ مباح الاصل ہے، جو بھی پکڑے گا وہ ہی ان کا مالک ہوگا اور مالک ہونے کے بعد ان کا فروخت کر دینا یا استعمال میں لانا درست ہوگا۔

۳- جو تالاب یا حوض کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور اس نے مچھلی پالنے کے لئے ہی اس کو تیار کیا ہے تو جو مچھلیاں اس میں پالی گئیں ہیں وہ بھی اس کی ملکیت ہیں اور جو پانی کی فو کے ساتھ اس میں آگئیں، وہ بھی اسی کی ملکیت ہیں جس کا وہ حوض یا تالاب ہے، اگر وہ حوض یا تالاب چھوٹا ہے کہ بغیر حیلہ کے مچھلیاں اس سے پکڑی جاسکتی ہیں تو ایسے حوض یا تالاب کی مچھلیوں کا بغیر

---

☆ مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی۔

شکار کئے فروخت کردینا درست ہے۔ اور اگر تالاب بڑا ہے کہ بغیر حیلہ کے مچھلیوں کا شکار نہیں ہو سکتا تو شکار کئے بغیر ان کا فروخت کرنا ممنوع ہے۔

۴- اگر کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہے لیکن اس کو مچھلی پالنے کے لئے تیار بھی نہیں کیا ہے اور بارش کی رو کے ساتھ جو مچھلیاں اس میں آئیں ہیں ان کے روکنے کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا ہے تو اس صورت میں وہ مچھلیاں صاحب حوض کی ملک نہ ہوں گی اور ان کو فروخت کرنا اور ٹھیکہ پر دینا بھی درست نہ ہوگا۔ جو شخص بھی ان کو پکڑ لے گا وہی ان کا مالک ہوگا۔

اسی طرح جو تالاب عوام کی ملک ہے شخصی اور نجی نہیں ہے، اس میں بھی سب کا حق ہے، ہر شخص اس میں سے شکار کرسکتا ہے۔

"ولا يجوز بيع السمک فی الماء. بيع السمک فی البحر أو النهر لا يجوز، فإن كانت له حظيرة فدخلها السمک، فإما أن يكون أعدها لذلک أولا، فإن كان أعدها فما دخلها ملكه وليس لأحد أن يأخذه ثم إن كان يؤخذ بغير حيلة اصطياد جاز؛ لأنه مملوک مقدور التسليم مثل السمكة فی جب وإن لم يكن يؤخذ إلا بحيلة لا يجوز بيعه لعدم القدرة على التسليم عقب البيع......" (فتح القدیر ۵/۱۹۱)۔

☆☆☆

# پانی میں ہوتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت

مفتی احمد حسن جے پور

مچھلی کی خرید وفروخت، سڑکوں کے کنارے لگائے ہوئے درختوں کی اور خودرو پودوں کی سرکاری فروختگی، نیلامی، یا بازار کی نیلامی۔ بیع سمک کے سلسلہ میں شرعی احکام و ہدایات اور فقہاء کرام کی صراحتیں۔

رسول اللہ علیہ کے رہنما ارشادات اور فقہاء کرام کی روایات سے چند امور مستفاد ہوتے ہیں:

الف- غرر خفا اور دھوکہ کی بیع ممنوع ہے۔

ب- نا معلوم و مجہول شی کی بیع بھی منع ہے۔

ج- جب بیع کی تسلیم وحوالگی کی قدرت نہ ہو تو ایسی بیع بھی صحیح نہیں ہے۔

د- جہاں بائع کی ملکیت شیٔ مبیع پر تام وکامل نہ ہو ایسی بیع کی بھی اجازت نہیں۔

ھ- صحت و تکمیل بیع کے لئے قبضہ واحراز شرط ہے۔

ندیوں، بندوں، نہروں اور پوکھروں میں پائی جانے والی، پیدا کی جانے والی اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر آتی جاتی رہنے والی مچھلیاں گورنمنٹ کی ملکیت میں داخل ہیں، وہ مچھلیوں کی افزائش نسل، ان کی بقاء وحفاظت اور پیدائش کا نظم چلاتی ہے، مخصوص وقت تک شکار کرنے پر مچھلی پکڑنے پر پابندی لگا کر بڑی ندی یا نہر سے مچھلیاں بندوی تالاب میں لا کر جمع کر کے چھوٹی مچھلیاں پکڑ کر کسی گڈھے یا بندہ میں پالی جاتی ہیں، مچھلیوں کے واسطے ایک مستقل

ڈپارٹمنٹ بنایا ہوا ہوتا ہے جس میں بڑی تعداد میں اسٹاف ہوتا ہے، یہ تمام تدابیر ونظم اور تحفظ مالکانہ طور پر ہی کیا جاتا ہے، اندریں حالات گورنمنٹ کی مالکانہ حیثیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ندیوں، بندوں، تالابوں وغیرہ اور ان میں پائی جانے والی مچھلیوں کی مالک ہوتی ہے، اسے ان کی فروختگی نیلامی اور ٹھیکہ دینے کا حق بھی حاصل ہے جسے عملا اپنایا بھی جاتا ہے، سرکاری ذمہ دار ٹھیکہ پر دی جانے والی ندی، نالوں، تالابوں، بندوں کو دیکھ کر مچھلیوں کے ہونے کا اور ان کی مقدار کا اندازہ کرتے ہیں۔ تاکہ قیمت یا ٹھیکہ کی رقم طے کی جاسکے۔

اسی طرح، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی مچھلیوں کا خریدار یا ٹھیکہ لینے والا ان علاقوں کا سروے کرتا ہے، مچھلیوں کی نقل وحرکت سے کبھی ان مقامات پر کھانے کی اشیاء ڈال کر مچھلیوں کے جمع ہو جانے سے اور پھر اپنی مخصوص بصیرت سے مچھلیوں کی قسمیں جاننا اور ان کی مقدار کا یقین حاصل کرتا اور پھر خریداری یا ٹھیکہ لینے کیطرف قدم بڑھاتا ہے، ان حالات میں مبیع کے نامعلوم یا مجہول ہونے کی صورت باقی نہیں رہا کرتی ہے مبیع کے ایک ایک جز کا جاننا بیع کیلئے ضروری بھی نہیں ہے، شی مبیع کی اسی قدر معلومات کافی بھی ہوتی ہے، اس کے بعد ہی وہ قیمت یا رقم بتا کر ٹھیکہ اپنے نام کرالیتا ہے، اس کے بعد مقام ٹھیکہ کی حفاظت کرتا ہے، جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں مچھلیوں کے چلے جانے کی راہیں بند کر کے قبض واحراز کی شکل پیدا کرتا ہے، بعد ازاں مدت ٹھیکہ میں مچھلیاں پکڑی اور فروخت کی جاتی ہیں، نظر بریں حالات فروختگی وٹھیکہ کی یہ صورت پھر مچھلیوں کو شمار کر کے فروخت کرنا اور مسلمانوں کا انہیں خریدنا جائز وصحیح ہے۔

"لو سد مقام الدخول حتى صار بحيث( لا يقدر على الخروج فقد صار أخذا له بمنزلة مالو وقع فى شبكة فيجوز بيعه" (عینی)۔

بڑی ندی، یا نہر سے کسی بندہ وتالاب کا تعلق ہو وہاں سے آنے والی مچھلیاں بندہ وتالاب میں آکر جمع ہوتی رہیں تو اس بندہ وتالاب کو ایک حظیرۂ کبیرہ کی حیثیت دی جائے گی اور اس کی مچھلیاں قبضہ واحراز ہی کی شکل میں مانی جائیں گی، بندوں تالابوں کا بنایا جانا پانی جمع

کرنے کے لئے تو ہوتا ہی ہے، ایک مقصد ارادی یا عملی پر بھی ہوتا ہے کہ یہاں مچھلیاں آکر جمع ہوں تو انہیں فروخت و نیلام کیا جائے، اسی قسم کے بندوں تالابوں کی مچھلیوں کا فروخت کرنا ٹھیکہ دینا، ٹھیکیدار کا شکار کر کے بیچنا اور مسلمانوں کا خریدنا جائز و صحیح ہوگا۔

''جاز بیعه، لأنه مملوک مقدور التسلیم مثل السمکة فی جب'' (فتح القدیر ملتقطاً)

اگر بندوں، تالابوں کا مقصد و غرض مچھلیوں کا جمع کرنا نہ ارادی ہو اور نہ عملی ہو تو اس صورت میں قبض و احراز بھی نہ ہوگا اور ایسی مچھلیوں کا فروخت کرنا، ٹھیکہ دینا، ٹھیکہ لینا، خریدنا جائز و درست نہ ہوگا

''وإن لم یکن أعد لذلک لا یملک ما یدخل فیها فلا یجوز بیعه لعدم الملک'' (فتح القدیر)

وہ بندہ اور وہ تالاب و گڈھے جو خاص شخص یا خاص برادری یا خاص پنچایت کی ملک ہوں ان میں پائے جانے والی مچھلیوں کا شکار کرنا پھر فروخت کرنا بھی (مالک سے شرعی معاملہ کئے بغیر) جائز و صحیح نہیں، اور ایسی فروخت ہونے والی مچھلی کا مسلمان کے لئے خریدنا بھی جائز نہیں۔

بندوں، تالابوں میں جمع ہو جانے والی وہ مچھلیاں جن کے ندی و نہر سے آنے والے راستوں کو روک کر مچھلیوں کے واپس چلے جانے والے راستوں کو مسدود نہ کیا گیا ہو، ایسے بندوں تالابوں کی مچھلیاں بھی قبض و احراز میں شامل و داخل نہ سمجھی جائیں گی اور ان کی فروخت اور مسلمانوں کا انہیں خریدنا بھی جائز نہ ہوگا۔ سڑکوں کے کنارے سرکاری لگائے ہوئے درخت یا سرکاری زمین و پہاڑوں پر پائے جانے والے سرکار کے لگائے ہوئے یا خودرو درختوں اور ان سے حاصل ہونیوالے اجزا کی فروختگی و نیلامی پر بھی وہی فقہی فتاوی فیصلہ کن ہوں گے جنہیں مچھلی کے سلسلہ میں اوپر بتایا گیا ہے، ان درختوں کا معاملہ تو مچھلیوں سے بھی زیادہ واضح ہے، ان پر

سرکار کی ملکیت تو یقینی ہے ہی اور خریدار وٹھیکہ دار انہیں چشم خود دیکھ کر معلومات و یقین بھی حاصل کر لیتا ہے، یہ درخت اور ان سے حاصل ہونے والے اجزاء موجود ہوں اور مقدور التسلیم بھی ہوں تو ان کی بیع وٹھیکہ اور فروختگی وخریداری کے جواز میں بھی شک نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ: بازار کے سرکاری نیلامی کا معاملہ بھی بیع سمک کے ذیل میں درج شدہ روایات کی روشنی میں طے کر کے لایا جاسکے گا۔

☆☆☆

# سرکاری تالاب کی مچھلیاں بغیر شکار کے خرید وفروخت کرنا

مولانا محمد زید مظاہری ندوی ☆

جواب نمبر ۱- سرکاری تالاب، ندیوں اور نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع عرف ورواج کے مطابق قطعی ناجائز ہے، لیکن مچھلیوں کے مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے نہیں (جیسا کہ سائل نے سوال میں ذکر کیا ہے)، بلکہ عدم جواز کی اصلی علت مچھلیوں کا غیر مملوک ہونا ہے، بالفرض اگر مبیع کی جہالت مرتفع بھی ہوجائے اور وہ مقدور التسلیم بھی ہوتب بھی غیر مملوک ہونے کی وجہ سے اس کی بیع درست نہ ہوگی، دیکھئے: (بدائع الصنائع ۱۴۶/۵)۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ بیع کی صحت کے واسطے بیع کا مملوک ہونا ضروری ہے، لہذا ایسی اشیاء جو مباح الاصل ہونے کی وجہ سے کسی خاص شخص کی ملک نہ ہوں ان کی بیع اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک کہ وہ بائع کی ملکیت میں نہ آجائیں، اور مباح الاصل اشیاء کا مالک ہونا یہ موقوف ہے قبضہ واحراز پر، لہذا جب تک مچھلیوں کا احراز وقبضہ نہ ہوجائے اس وقت تک ان کی بیع درست نہ ہوگی اور پکڑنے کے بعد جو بھی اس پر قابض ومالک ہوگا اس کا بیچنا درست ہوگا۔

صورت مسئولہ میں احراز وقبضہ اور ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس کی بیع باطل ہے جس کا وجود وعدم برابر ہے۔

محقق تھانویؒ ایسی مچھلیوں کی بیع کی بابت فرماتے ہیں کہ ”یہ دراصل بالکل حرام ہے، ایسی بیع بالکل درست نہیں محض باطل ہے“، دیکھئے: (صفائی معاملات ۶/)۔

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

جنگل میں پائی جانے والی لکڑیاں، خودرو گھاس وغیرہ سب کا یہی حکم ہے، البتہ سرکار نے جو درخت خود لگائے ہیں، سرکار کی اجازت کے بغیر ان کو کاٹنا درست نہیں، کیونکہ وہ سرکار کی ملک ہیں، جیسے کہ مچھلیوں کو خود پالنے سے وہ اس کی ملک ہوتی ہیں۔

## سرکاری تالاب ونہروں سے پکڑی ہوئی مچھلیوں کو خریدنا:

جواب نمبر ۲- چونکہ یہ بیع باطل ہے جس کا وجود وعدم برابر ہے، ملک نہ ہونے کی وجہ سے بیع کا انعقاد ہی نہیں ہوتا، اس لئے بیع کے بعد بھی نہ ٹھیکیدار اس کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی ٹھیکیدار کو اس حالت میں مچھلیوں کا فروخت کرنا درست ہے، جو بھی ان مچھلیوں کو پکڑے گا وہی اس کا مالک ہوگا، اس کے لئے اس کا بیچنا، کھانا، پینا درست ہوگا۔ ٹھیکیدار بھی پکڑ کر فروخت کرے گا تو اس کے لئے بھی جائز ہوگا، اور دوسروں کے لئے اس سے خریدنا بھی درست ہوگا، لیکن یہ جواز بیع کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ پکڑنے کے بعد اب وہ اس کا مالک بن گیا۔

البتہ وہ ٹھیکیدار اس میں سے پکڑ کر جو فروخت کرے گا، چونکہ پکڑنے سے اس کی ملک میں داخل ہوگئی یہ بیع درست ہوگی، لیکن اگر کسی غیر نے مچھلیاں پکڑ لیں اور ٹھیکیدار نے اس سے چھین کر فروخت کیں تو نہ ان کا بیچنا درست ہے اور نہ اس کا خریدنا درست ہے جس کو حال معلوم ہو (ایضا)۔

## ذاتی اور شخصی تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت:

فقہاء کی تصریح کے مطابق انعقاد بیع کے واسطے جس طرح مبیع کا مملوک ہونا شرط ہے اسی طرح بیع کی صحت کے واسطے مبیع کا معلوم ومقبوض اور مقدور التسلیم ہونا بھی شرط ہے، مبیع کے غیر مملوک ہونے سے جس طرح بیع باطل ہوتی ہے اسی طرح مبیع کے مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے سے صحیح قول کے مطابق بیع فاسد ہوتی ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۵؍ ۱۴۷، فتح القدیر ۴؍ ۱۱۳)۔ اس سلسلہ میں بعض صریح نصوص (احادیث مرفوعہ) بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں

موجود مچھلی کی بیع جائز نہیں، چنانچہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع حدیث میں آیا ہے: "لا تشتروا السمک فی الماء فإنه غرر" (فتح الباری ۴؍۴۱۸) (پانی میں موجود مچھلی کومت خریدو کیونکہ اس میں غرر (دھوکہ) ہے)، نیز حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی ایک روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے (عمدۃ القاری ۹؍۳۵۷)۔

چونکہ پانی میں مچھلی کی بیع کا عدم جواز منصوص ہے، اس لئے نص صریح کے ہوتے ہوئے نہ تو اس میں قیاس کی گنجائش ہوسکتی ہے اور نہ ہی عموم بلوی وعرف عام کا سہارا لے کر نص میں تخصیص کی جاسکتی ہے، کیونکہ وہ نص کی تخصیص نہیں، بلکہ اس سے نص کا ترک لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، علامہ شامیؒ نے "رسم المفتی" میں اس کی تصریح فرمائی ہے، دیکھئے: (رسم المفتی؍۹۹)۔

اور یہ ایک ایسا اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اب اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، دیکھئے: (موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی ۱؍۱۷۷)۔

البتہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابن ابی لیلی سے مروی ہے کہ ان دونوں حضرات نے بڑے تالاب کے پانی میں بھی مچھلی کی بیع کو جائز قرار دیا ہے (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ؍۱۳۰)، طبری کی تصریح کے مطابق ابن سیرینؒ کے نزدیک بھی بیع غرر جائز ہے (دیکھئے: فتح الباری ۴؍۴۱۸)، لیکن ان حضرات کے قول کی نہ تو کہیں تفصیلات ملتی ہیں، نہ اس کے حدود وشرائط اور نہ ہی مأخذ ومستدلات، نیز یہ قول نصوص صریحہ اور اصول فقہیہ کے بھی خلاف ہے، اس لئے یہ قول مردود ناقابل اعتبار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ متقدمین ومتأخرین میں سے کسی نے اس قول کو نہیں اختیار کیا، بلکہ لایعبأ بہ سمجھ کر اکثر فقہاء نے اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

علامہ عینی نے امام رافعی ونووی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر پانی تھوڑا صاف شفاف ہو جس سے مچھلیاں نظر آتی ہوں اور ان کا پکڑنا آسان ہو تو قدرت علی التسلیم کی وجہ سے اس کی بیع جائز ہے، لیکن اگر پانی زیادہ یا ایسا ہو کہ مچھلیاں باہر سے نظر نہ آتی ہوں تو پھر اس کا عدم جواز

متفق علیہ ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، دیکھئے: (عمدۃ القاری ۹/ ۳۵۷)۔

خلاصۂ بحث:

حاصل کلام یہ کہ زیر بحث مسئلہ میں پانی کے اندر پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع (گووہ بائع ملک ہی کیوں نہ ہو) بیع فاسد اور ناجائز ہے، کیونکہ یہ مبیع مجہول ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مرئی، غیر مقبوض، غیر مقدر رالتسلیم ہے اور ان امور سے ایک علت بھی بیع کو فاسد کردیتی ہے، چہ جائیکہ کئی علتیں مجتمع ہوجائیں، جو معاملہ کو فاسد کرنے والی ہوں، اس لئے یہ بیع درست نہیں۔ ذاتی تالاب وحوض کی مچھلیوں کو بھی شکار سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں، لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے ایسی بیع کی ہے تو وہ بیع باطل نہیں، بلکہ فاسد ہوگی، اور اس میں بیع فاسد کے احکام جاری ہوں گے، جس کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

۱- بیع فاسد میں مشتری قبضہ کے بعد مبیع کا مالک ہوجاتا ہے، لیکن یہ ملک خبیث ہوتی ہے۔

۲- اس بیع کو ختم کرکے دوبارہ صحیح طریقہ سے بیع کرنا ضروری ہے۔

۳- مشتری کے لئے قبل القبض اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔

۴- اور بعد القبض دیگر تصرفات مثل ہدیہ اور بیع تو جائز ہے، لیکن خود اس کو کھانا جائز نہیں۔

۵- البتہ دوسروں کے لئے اس سے خرید کر کھانا جائز ہے، نیز اس کا ہدیہ بھی جائز ہے۔

۶- لیکن چونکہ ملک ذریعہ بیع ہوئی ہے، اس لئے عام لوگوں کو بھی جانتے ہوئے اس کا خریدنا کراہت سے خالی نہیں، بیع فاسد کے یہ احکام کتب فقہ: ''شامی و بحر الرائق'' وغیرہ میں مذکور ہیں، دیکھئے: (درمختار و شامی ۴/ ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۰)۔

محقق تھانویؒ فرماتے ہیں:

''بیع فاسد سے شئی مبیعہ میں جو حرمت و خباثت آتی ہے وہ صرف مشتری اول کے لئے ہے، اس کو واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کرے، اور جو شخص اس مشتری سے آئندہ خرید لے یا مشتری اس کو بطور ہدیہ دے اس کو حلال ہے، اور بیع باطل سے جو حرمت آتی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی''، دیکھئے: (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۶/ ۷۶، شامی ۴/ ۱۳۰)۔

## ذاتی تالاب میں ازخود آجانے والی مچھلی کا حکم:

مچھلی کا مالک ہونا اور اس کی بیع کا جائز ہونا دونوں مسئلے علحدہ علحدہ ہیں، دونوں میں کوئی تلازم نہیں، ملک کا مدار تو مچھلی کے اخذ و احراز پر ہے، خواہ وہ احراز حقیقتاً ہو یا حکماً اور بیع کی صحت کا مدار مقدور التسلیم ہونے پر ہے، دیکھئے: (امداد الفتاوی ۳/ ۵۰، فتح القدیر)۔

لہذا اگر کسی شخص نے مچھلیاں پکڑ کر اپنے تالاب میں ڈالی ہیں تو پکڑنے کی وجہ سے وہ اس کی مملوک ہیں، باہر نکالنے کے بعد ان کا فروخت کرنا دوست ہے۔

اور اگر بارش وغیرہ کی وجہ سے ازخود مچھلیاں ذاتی تالاب میں آگئیں تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس نے اسی مقصد کے لئے، یعنی مچھلی پالنے ہی کے لئے اس تالاب کو تیار کیا ہے، تب بھی وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہو جائے گا، اور اگر اس مقصد کے لئے تالاب تو نہیں بنایا، لیکن مچھلیاں آجانے کے بعد ان کے روکنے اور مچھلیوں کے باہر جاسکنے کی کوئی تدابیر اختیار کی، مثلاً بند لگادیا تب بھی وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہوگا، اور اخیر کی یہ دو صورتیں احراز حکمی کی ہیں، دیکھئے: (تبیین الحقائق ۴/ ۵۴، مبسوط سرخسی ۱۳/ ۱۲)۔

لیکن اگر اس شخص نے تالاب کو نہ تو مچھلی پالنے کے لئے تیار کیا ہے اور مچھلیوں کے آجانے کے بعد نہ ہی اس نے ایسی کوئی تدابیر اختیار کی جس سے کہ وہ محفوظ ہو جائیں، باہر نہ جا سکیں، یعنی بند وغیرہ نہیں لگایا تو ایسی صورت میں وہ شخص ان مچھلیوں کا مالک نہ ہوگا گو تالاب اسی کا ہے، کیونکہ اسباب ملک احراز حقیقتاً یا حکماً نہیں پایا گیا، یہ ساری تفصیلات فقہاء نے کتب فقہ میں

تحریر فرمائی ہے، دیکھئے: (شامی ۴/ ۱۰۷، فتح المعین ۲/ ۵۶۹)۔

پھر جن صورتوں میں تالاب کا مالک مچھلیوں کا مالک ہوگا، مچھلیوں کو باہر نکالنے کے بعد ان کی بیع بھی کرسکتا ہے، پانی کے اندر مچھلیوں کی بیع نہیں کرسکتا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی، اور جن صورتوں میں تالاب کا مالک مچھلیوں کا مالک نہیں ہوتا ان صورتوں میں مالک کا ان مچھلیوں کو کسی طرح بھی فروخت کرنا درست نہیں، البتہ نکالنے کے بعد جب وہ مالک بن گیا تو اب درست ہوگا، لیکن اس سے مچھلی پکڑنے کا سب کو اختیار ہے، اور جو بھی اس سے مچھلی پکڑے گا وہی اس کا مالک ہوگا۔

اور تالاب کو ٹھیکہ پر دینا تاکہ مچھلیوں کو پکڑ کر فروخت کرتا رہے یہ شکل بھی ناجائز ہے، کیوں کہ مچھلیوں کا اجارہ تو ہوتا نہیں۔ اجارہ میں تو وہ عین واپس ہوتا ہے اور یہاں مچھلیاں واپس نہ ہوں گی، اس لئے اجارہ کہنا ہی درست نہیں، علامہ شامی نے بھی اسی بناء پر اس کو ناجائز قرار دیا ہے (فتح المعین ۲/ ۵۶۹)۔ اور اگر یہ مچھلیوں کی بیع ہے تو پانی کے اندر مچھلیوں کی بیع کا عدم جواز متفق علیہ ہے کما مر۔ اور تالاب کا اجارہ بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مقصود تو مچھلیوں کی خرید وفروخت ہے جس کو عرف کی اصطلاح میں ٹھیکہ کہتے ہیں اور حقیقت اس کی بیع ہے، الغرض کسی طرح ٹھیکہ والی مروج صورت کا جواز سمجھ میں نہیں آتا، البتہ اگر واقعی کوئی شخص صرف تالاب کو اجارہ پر اپنی مچھلیاں پالنے کی غرض سے لے تو یہ جائز ہوگا، لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔

☆☆☆

# مچھلی کی خرید وفروخت

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱-سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان کے نکالے ہوئے ممنوع ہے، اس لئے کہ سرکاری تالاب یا ندی نالے کی مچھلیاں بارش اور سیلاب کے ساتھ آتی اور جاتی رہتی ہیں، لہذا شکار سے پہلے وہ کسی کی ملک نہیں، اس لئے ان کی بیع ایک غیر مملوک کی بیع ہے اور غیر مملوک کی بیع شرعی اصول کے لحاظ سے بیع باطل ہے۔

عرف کی وجہ سے اس مسئلہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اس لئے کہ اولاً تو اس عرف کے صحیح ہونے میں شبہ ہے، بلکہ زیادہ رجحان اس بات کا ہے کہ یہ عرف عرف فاسد ہے۔

دوسرے یہ کہ عرف مذکور متعدد نصوص کے متعارض ہے، مثلاً:

۱-"لاتبع مالیس عندک" (مغنی مع الشرح الکبیر ۴/ ۲۷۲)۔

۲- عن ابن عمر وابن مسعود قالا: "لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر"۔

۳- عن أبی هريرة : نهی رسول الله ﷺ عن بيع الغرر وبيع الحصاة" (ترمذی ۱/ ۱۴۷، وقال الشافعی من بیع الغرر بیع السمک (ایضا))، لہذا اس فاسد اور نصوص کے متعارض عرف کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۲- مذکورہ بالا صورت معاملہ کے شرعاً ناجائز ہونے کے باوجود ٹھیکیدار کا اس طرح

---

☆ دار العلوم مئو، مئو۔

حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلیاں خریدنا جائز ہے۔

اس لئے کہ ندی نالے اور غیر شخصی تالاب کی مچھلیاں شکار سے پہلے کسی شخص یا سرکار کی ملک نہیں ہیں، بلکہ مباح الاصل ہیں، لہذا سرکار کی بیع ٹھیکیدار کے ہاتھ تو کالعدم ہے، لیکن شکار کے بعد وہ ان مچھلیوں کا مالک ہوگا اور اسے بیچنے کا اختیار حاصل ہوگا، اور جب اسی کا بیچنا درست ہے تو مسلمان کا باوجود صورت حال جاننے کے خریدنا بھی ہے (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۷، ۸/ ۲۴، امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۸-۴۹، وفی الشامی (۴/ ۱۴۷): "فإنه لو صاد بعد ملكه")۔

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے ایسے حوض یا تالاب کی پالی ہوئی مچھلیوں کو شکار سے پہلے بیچنے کا حکم کیا ہوگا؟ اس میں تفصیل یہ ہے:

اگر نجی حوض یا تالاب جس میں مچھلیاں پالی گئیں اتنا چھوٹا ہے کہ مچھلیاں بغیر حیلہ کے پکڑ لی جاسکتی ہیں تو شکار سے قبل ان کی بیع درست ہے، جیسا کہ فتح القدیر (۶/ ۴۹) پر اس کی تفصیل موجود ہے (مغنی مع الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۷۲)۔

اور اگر نجی حوض یا تالاب اتنا بڑا ہے کہ بغیر حیلہ کے مچھلیوں کا شکار ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں مذکورہ حوض یا تالاب کے مچھلیوں کی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ مچھلیوں کی مقدار مجہول بھی ہے اور مچھلیاں غیر مقدور التسلیم بھی ہیں (فتح القدیر ۶/ ۴۹)۔

۴- عوامی ملکیت کے حوض یا تالاب کی جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آگئی ہیں وہ کسی کی ملک نہیں ہیں، بلکہ مباح الاصل ہیں، لہذا ان کی بیع قبل الاصطیاد باطل ہے۔

نجی زمرہ کے حوض یا تالاب میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آجائیں ان کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ مچھلیوں کے آنے کے بعد حوض اور تالاب کا مالک ان کو روکنے کے لئے کوئی بندوبست کرے، اس صورت میں ان کا مالک ہوجائے گا، اب حوض چھوٹا

ہے تو قبل الاصطیاد بیع درست ہو جائے گی اور اگر حوض بڑا ہے کہ بغیر حیلہ کے شکار نہیں ہو سکتا تو قبل الاصطیاد بیع فاسد ہے، اور اگر مالک حوض یا مالک تالاب نے ان کے روکنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا تو وہ اس کی ملک نہیں ہوں گی، لہذا ان کی بیع بھی شکار سے قبل باطل ہوگی (فتح القدیر ۶/۴۹، امداد الفتاویٰ ۳/۸۴، شامی ۴/۱۴۷)۔

☆☆☆

# پانی میں مچھلی کی بیع

مولانا منظور احمد قاسمی ☆

آج کے اس دور میں خرید و فروخت کی جہاں بہت سی نت نئی صورتیں او جدید طریقۂ کار وجود میں آئے ہیں، وہیں تالاب میں مچھلیوں کی خرید و فروخت کا معاملہ بھی بکثرت رواج پا گیا ہے، اس میں بعض صورتیں اگر شرعاً درست ہیں تو زیادہ تر صورتیں غیر شرعی ہیں، اس لئے خرید و فروخت کے سلسلہ میں دو باتیں ضروری طور پر سمجھ لینی چاہئے، اول یہ کہ جو بھی کوئی چیز فروخت کرے تو وہ چیز فروخت کرنے والے کی ملکیت میں ہو، دوسری یہ کہ وہ چیز مقدور التسلیم ہو، یعنی اس کی حوالگی و سپردگی باسانی ممکن ہو، چنانچہ وہ چیز اگر ملکیت میں نہ ہو یا ملکیت میں تو ہو لیکن غیر مقدور التسلیم ہو، تو اس کی بیع درست نہیں ہے، مچھلیوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں بھی یہی تفصیل ہے۔

سوالوں کے جوابات ترتیب وار ذیل میں ہیں:

۱- سوال میں مذکورہ صورت کہ ایسی ندیوں، نہروں اور نالوں کے خاص حصے جسے سرکار کسی کو ایک معین مدت کے لئے معاوضہ کے طور پر دے دیتی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس خاص حصے سے حاصل ہونے والی مچھلیوں کی اسی خاص حصے میں پرورش بھی ہوئی ہو، بلکہ سیلاب کی آمد و رفت کے ساتھ آتی و جاتی رہتی ہیں، تو یہ ظاہر بات ہے کہ معاوضہ کے طور پر اس خاص حصے کو لینے والے کی ملکیت میں یہ مچھلیاں نہیں ہیں، کیونکہ ملک کے لئے قبضہ یا احراز شرط ہے،

☆ مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڑھ۔

جبکہ دونوں یہاں مفقود ہیں، اس لئے ایسی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کو نکالے ہوئے باطل ہے۔ "(والسمک قبل الصید) أی لم یجز بیعہ لکونہ باع ما لا یملکہ فیکون باطلا" (البحر الرائق ۶/ ۷۳) اور یہ حقیقت ہے کہ ملکیت میں ہونا فروخت کی بنیادی شئی ہے، غیر مملوک شئی کو بیچنا گویا بیچنا ہی نہیں ہوا، اس لئے غیر مملوک کی بیع باطل ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے، جب عدم ملک کی وجہ سے یہ صورت اصلاً بیع کی ہوئی ہی نہیں تو گو کہ یہ صورت موجودہ عرف میں عام ہوگئی ہے، اس صورت کے جواز کا فتوی دینا درست نہیں ہے، نیز ایسی صورت کا عرف بھی صحیح نہیں ہوگا، بلکہ فاسد ہوگا، اور عرف فاسد پر کسی مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جائے گی۔

۲- اور چونکہ مذکورہ بالا صورت معاملہ شرعاً باطل ہے، اس لئے اس طرح سے حاصل کی ہوئی مچھلیاں بیچنا یا کسی مسلمان کو پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلیوں کو خریدنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع باطل ہے اور "الباطل لا یفید ملک التصرف" (ہدایہ ۳/ ۳۳)۔

البتہ اگر ٹھیکہ اور ان مچھلیوں کے سلسلہ میں قبضہ یا احراز کی کوئی صورت اختیار کر لیتا ہے اور پھر ان مچھلیوں کو نکال کر بیع کرتا ہے تو درست ہے، کیونکہ اب وہ مچھلیاں اس کی ملک ہیں اور مقدور التسلیم بھی۔

۳- جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت میں ہے اور وہ اس میں باقاعدہ مچھلی پکڑ کر یا خرید کر پرورش کرتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ مچھلیاں اس شخص کی ملکیت میں ہیں، لیکن اگر حوض و تالاب بڑا ہو کہ بغیر کسی تدبیر وحیلہ کے مچھلیاں شکار نہ کی جاسکتی ہوں تو ایسے حوض و تالاب کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے فروخت کرنا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے اور اگر حوض و تالاب اتنا چھوٹا ہو (مثلاً گڑھا وغیرہ) کہ اس میں سے جب چاہیں بلا تکلف اور بغیر کسی حیلہ وتدبیر کے مچھلیاں پکڑ لیں تو ان مچھلیوں کی بیع پانی میں بھی درست ہے، کیونکہ ایسی صورت میں یہ مچھلیاں غیر مقدور التسلیم نہیں ہیں۔

"إذا کان فی حظیرۃ إذا کان لا یوخذ إلا بصید لکونہ غیر مقدور

التسلیم، فیکون فاسدا و معناه إذا أخذه ثم ألقاه فیها ولو کان یؤخذ بغیر حیلة جاز" (البحر الرائق)۔

۴-اگر کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا اس میں اگر مچھلیاں پالے بغیر بارش کی وجہ سے ازخود پیدا ہوگئی ہوں یا کسی ندی یا سمندر سے ازخود آگئی ہوں، تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ مذکورہ تالاب جس سے کوئی ندی متصل ہوگئی ہے، تالاب میں مچھلی آجانے کے بعد مدخل بند کر کے تالاب سے مچھلی نہ جانے کا انتظام کر دیا گیا ہے یا یہ کہ مدخل تو بند نہیں کیا گیا ہے یا کہ مدخل تو بند نہیں کیا گیا، لیکن وہ تالاب اسی غرض سے بنایا گیا ہے اور وہ اسی مقصد کے لئے مہیا ہے تو ان دونوں صورتوں میں تالاب میں رک جانے والی مچھلیاں مالک حوض کی ملک میں ہوں گی، اگر حوض میں بارش کی وجہ سے مچھلیاں پیدا ہوگئی ہیں تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: اگر یہ حوض اسی غرض ومقصد کے لئے مہیا نہیں ہے، تو یہ مچھلیاں صاحب حوض کی ملکیت میں نہیں ہوں گی، خواہ وہ حوض ایسا ہی کیوں نہ ہو کہ اس کی مچھلیاں بلا تکلیف اور بغیر کسی حیلہ کے ہاتھ سے پکڑی جا سکیں۔

"فإن کانت له حظیرة فدخل السمک، فإما أن یکون أعدها لذلک أولا، فإن کان أعد ها لذلک لا یملک ما یدخل فیها الخ، فإن اجتمع بغیر صنعة لم یملکه سواء أمکنه أخذه من غیر حیلة أولا" (فتح القدیر ۴۹/۶)۔

لہذا جن صورتوں میں کوئی مچھلیوں کا مالک نہیں ہوتا ہے اور پھر مچھلیوں کی بیع کرتا ہے تو یہ بیع باطل ہے، اور جن صورتوں میں مچھلیوں کا مالک ہوجاتا ہے تو اس میں وہی تفصیل مدنظر رہے گی کہ اگر وہ مچھلیوں کو بغیر اصطیاد کے ہاتھ سے پکڑنے پر قادر ہے تو ان کی بیع پانی میں درست ہے، ورنہ نہیں۔

☆☆☆

# غیر مقدور التسلیم مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

ہندوستان میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کی بعض شکلیں تو وہ ہیں جن میں مچھلی کسی کی مملوک نہیں ہوتی اور بعض صورتیں وہ ہیں جن میں مچھلی مملوک تو ہوتی ہے، لیکن مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہوتی ہے، وہ صورتیں جن میں مچھلی کسی اور شخص کی ملک ہو، دوسرے کو اس کا بیچنا درست نہیں ہے، اسی طرح وہ ندی، نالے تالاب جو کسی کی ملکیت نہیں ہیں، بلکہ وہ سرکاری ہیں اور سرکار نے اسے کسی کو ٹھیکہ پر نہیں دیا ہے، یا ملکیت تو کسی کی ہے، مگر وہ مچھلیاں پالنے کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں، بلکہ مچھلیاں اس میں از خود آ گئی ہوں، اور مالک نے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ نہیں کیا ہو، ان تمام صورتوں میں مچھلی کی بیع شکار کے پہلے غیر مملوک ہونے کی وجہ سے باطل ہے، ''ہدایہ'' میں ہے:

''ولا یجوز بیع السمک قبل الاصطیاد، لأنه باع ما لا یملکه'' (باب بیع الفاسد)۔

''شامی'' میں ہے:

''إنه إذا دخل السمک فی حظیرة، فإما أن یعدها لذلک أولا، وفی الثانی لا یملکه، فلا یجوز بیعه لعدم الملک'' (شامی ۴/۱۰۶)۔

اسی طرح وہ ندی اور نالے، اور نہریں اور تالاب جو سرکاری ہیں اور سرکار نے اس میں

☆ نائب ناظم، امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

مچھلی پالن کے لئے کوئی اہتمام نہ کیا ہو، بلکہ سیلاب کی آمد و رفت کے ساتھ یہ مچھلیاں آتی جاتی رہی ہوں، ایسے ندی نالے وغیرہ مباح الاصل ہیں اور ان سے مچھلیاں نکال کر جو تجار بازار میں لاتے ہیں اس کی خرید و فروخت درست ہے، اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ یہ مچھلیاں شکار کے پہلے کسی کی ملکیت نہیں ہیں، اس لئے ایسے ندی نالوں کی مچھلیوں کی بیع بغیر شکار کئے ہوئے غیر مملوک ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

وہ ندی نالے، جو سرکاری ہیں اور سرکار نے اسے کسی کو ٹھیکہ پر دے دیا ہے، اور ٹھیکہ لینے والے اس میں مچھلیوں کے زیرے ڈالے ہوں، یا کم از کم اس کی گھیرا بندی کی ہو کہ مچھلیاں اس حصہ کی آراضی سے باہر نہ جاسکیں، اس صورت میں یہ بیع باطل نہیں ہوگی، کیونکہ اس حصہ اور تالاب میں موجود مچھلیاں ٹھیکہ پر لینے والے کی مملوک ہیں۔ ''شامی'' میں ہے:

"وإن لم يعدها لذلک لکنه أخذه و أرسله فيها ملکه" (شامی ۴/۱۰۶)۔

## غیر مقدور التسلیم مچھلی کی بیع:

جن صورتوں میں مچھلیوں کی ملکیت ثابت ہے، اس صورت میں بھی بغیر شکار کئے ہوئے مچھلیوں کی بیع مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہوا کرتی ہے، اس لئے شرائط کے ملحوظ نہ ہونے کی وجہ سے ایسی بیع قضاء فاسد ہے، البتہ دیانۃً درست ہے، کیونکہ مبیع مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے جو فساد آتا ہے وہ شریعت کے کسی حق کی بنا پر نہیں، بلکہ اختلاف اور مفضی إلی النزاع ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، چونکہ عرفاً و عادۃً مچھلیوں کی بیع بغیر شکار کئے ہوئے اختلاف اور نزاع کا سبب نہیں بنتا، اس لئے علت فساد کے رفع کی وجہ سے، یہ بیع دیانۃً درست ہوگی، (دیکھئے: فیض الباری)۔

لہذا اگر کسی نے اپنی ذاتی ملکیت یا ٹھیکہ پر لئے ہوئے ندی نالے یا تالاب میں مچھلیاں پالیں تو وہ اس کی ملک ہیں، اب اگر اس نے اس تالاب وغیرہ کی مچھلیوں کو بغیر شکار

کئے کسی کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ بیع مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے کے باوجود دیانۃ درست ہے، کیونکہ یہ ''مفضی إلی النزاع'' نہیں ہے، پھر مچھلی خریدنے والے نے جب اسے شکار کر کے یا قبضہ میں لاکر فروخت کیا تو فروختگی کا یہ عمل ہر اعتبار سے درست ہے اور مسلمانوں کا خریدنا جائز اور اس کا استعمال کرنا حلال ہے۔

ایسے حوض یا تالاب جو نجی ملکیت کے ہوں، یا عوامی ملکیت کے، اس کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا، بایں طور کہ اس مدت میں ٹھیکہ لینے والے ہی کو اختیار ہو کہ وہ اس تالاب کی مچھلیوں کا شکار کر کے فائدہ اٹھائے، اجارہ کی ایک شکل ہے، گویا زمین کے حصہ کو مالک نے ایک مقررہ مدت کیلئے اجارہ پر دے دیا ہے، کہ وہ اس میں مچھلیاں مارے اور فروخت کرے، اب اگر ٹھیکہ پر لینے والے نے اس حوض یا تالاب سے مچھلیاں شکار کر کے فروخت کیں تو یہ فروختگی درست ہوگی۔

☆☆☆

# تالاب کی مچھلیوں سے متعلق بیع وشراء کے چند اہم مسائل

مولانا اخلاق الرحمٰن قاسمی ☆

۱- متذکرہ صورت یقیناً شریعت میں ممنوع ہے، جیسا کہ حضرات فقہاء کی صراحت آئندہ آرہی ہے، لیکن مذکورہ صورت ''مبیع کے مجہول یا غیر مقدور التسلیم '' کی وجہ سے اس وقت ممنوع ہے جبکہ یہ صورت مفضی الی النزاع ہو، لہذا جو مبیع جہالت، اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے مفضی الی النزاع نہ ہو اس کے جواز سے مانع کوئی چیز نہیں بن سکتی، چنانچہ ایک مدت دراز سے ہندو پاک، نیپال اور بنگلہ دیش اور دوسرے ملکوں میں اس طرح کے عقود بکثرت عمل میں آرہے ہیں، لیکن کبھی کوئی نزاعی صورت سننے میں نہیں آئی، اور مزید باآں یہ کہ یہ معاملہ روز افزوں اور روبہ ترقی ہے، اس لئے اس وقت کے حالات کے مطابق باوجودیکہ صورت ''بیع فاسد'' کی ہے جائز اور درست ہے۔

اور فقہی اصولوں سے بھی اس مسئلہ کا جواز فراہم ہوتا ہے، چنانچہ اصول یہاں پر یہ ہے کہ جو اشیاء میں التجار کسی خاص چلن کے ساتھ فروغ پاتے ہوں وہ شروط کا درجہ اور مقام حاصل کرلیتی ہیں ''قواعد الفقہ ''میں ہے:

''المعروف بين التجار كالمشروط بينهم''۔

(یعنی جو چیزیں تاجوروں کے لین دین میں معروف ہوجائیں وہ مشروط سمجھی جائیں گی)، لیکن اس کا اعتبار بھی اس وقت ہوگا جبکہ یہ نص سے متصادم نہ ہوں، ورنہ مردود قرار

☆ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، دھولیہ مہاراشٹر۔

دیا جائے گا۔

غرض کہ ہم اس بارے میں صاف طور پر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں گرچہ بیع فاسد کے وجوہ پائے جارہے ہیں، لیکن چونکہ وجوہ فساد جس علت پر مبنی ہیں وہ علت چونکہ پائی نہیں جارہی ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں حضرات اہل علم اور اہل فتاوی کو جائز ہونے کا حکم جاری کرنا چاہئے۔

۲-مذکورہ بالا صورت جائز ہے، لیکن انہی شرطوں کے ساتھ جس کا ذکر ہم تفصیلاً کر چکے ہیں، لہذا اگلی صورت بھی جائز ہوگی، اور مشتری کے لئے اس کی خرید بالکل درست اور جائز ہے، اور اگر ہم مذکورہ صورت کو ناجائز کی فہرست ہیں درج کریں تو بھی بعد کے مشتری کے لئے خریدنے میں کوئی عدم جواز کا پہلو نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں شریعت نے حکم فساد اس لئے جاری کیا ہے کہ متعاقدین میں سے کسی کا یا دونوں کا نقصان نہ ہو، اب اگر جہالت یا غیر مقدور التسلیم کی صورت میں فساد آیا بھی ہے تو نفس مبیع میں نہیں، بلکہ وصف میں آیا ہے اور وہ تعین مقدار جہالت ہے، پھر یہ کہ قبضہ کے بعد جو صورت نزاع کی تھی وہ نہیں رہی، تو اب بعد والے مشتری کے لئے ایسی اشیاء کی خرید میں عند الشرع کوامر مانع نہیں۔

۳، ۴-سوال نمبر ۳ اور سوال نمبر ۴ میں خاصا فرق نہیں ہے، اس لئے دونوں سوالوں کا حل مشترکہ طور پر یہ ہے کہ جہاں تک باہر سے پانی کی رو میں آنے والی مچھلیاں ہیں وہ جب تالاب میں آپڑیں تو وہ صاحب تالاب کی ملکیت میں شمار ہوں گی (دیکھئے: امداد الفتاوی ۳/ ۴۹، یہ صورت جب ہے کہ باہر سے آنے کا طریقہ اپنایا ہو، لیکن اگر مچھلی خود پیدا ہوگئی تو وہ اس کی مملوک نہیں، الا یہ کہ شکار کرے، چہ جائیکہ اس سے قبل بیع کر سکتے ہیں، حوالہ بالا)۔

باقی شقوں کا جواب وہی ہے جو نمبر ۱/ نمبر ۲/ کے تحت ہم بیان کر چکے ہیں، یعنی چونکہ ابتلاء عام ہو چکا ہے اور چونکہ نزاع کی صورت بھی جو جہالت یا غیر مقدور التسلیم کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی تھی وہ بھی نہیں، لہذا ایسے تالاب یا حوض کی مچھلیاں نکال کر ایک خاص مدت میں فروخت

کرے، جبکہ مچھلیاں شکار کرنے سے قبل ہی خرید لی گئیں ہیں، اسی طرح ٹھیکہ لینے ہی والے کو یہ اختیار ہو کہ متعینہ مدت میں ٹھیکہ دار ہی حوض و تالاب کی مچھلیوں کا شکار کر کے فائدہ اٹھائے، متذکرہ ہر سہ صورت جائز ہے، جو اخیر کے دو سوالوں میں مذکور ہیں۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع: سے چند مسائل

مولانا عبدالرحیم صاحب

۱- سرکاری تالابوں، یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کو پنچائیتوں، یا کوآپریٹو سوسائٹی، یا ملاحوں کو ٹھیکہ پر دینا جائز نہیں۔

۲- مذکورہ بالا صورت معاملہ تو شرعاً ناجائز ہے، لیکن ان مچھلیوں کو شکار کرنے کے بعد ٹھیکہ دار خود مالک ہوگئے، اب وہ دوسروں کو بیچیں تو مسلمان کے لئے صورت حال کو جانتے ہوئے بھی ان مچھلیوں کو خریدنا جائز ہے۔

۳: الف- جو حوض یا تالاب اتنا بڑا ہو کہ اس میں سے بغیر حیلہ کے مچھلیاں نہ پکڑی جا سکتی ہوں تو ذاتی اور شخصی ہونے سے باوجود اس میں بغیر شکار کئے مچھلیوں کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

ب- البتہ حوض، یا تالاب اگر اس قدر چھوٹا ہے کہ بغیر حیلہ کے اس میں سے مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہیں تو اس میں مچھلیاں پال کر شکار کرنے سے پہلے اس حوض و تالاب کی تمام مچھلیاں دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

۴: الف- حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اس میں بغیر پالے بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آئی ہوئی مچھلیوں کا راستہ بند کر دیا گیا ہو، لیکن بغیر حیلہ کے اس میں نہ پکڑی جاسکتی ہوں تو بغیر شکار کئے مجموعی طور پر ان کو فروخت کرنا، یا اس حوض یا تالاب کو خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا شرعاً درست نہیں

ب- یہ حوض، یا تالاب اگر اتنا چھوٹا ہو کہ راستہ بند کرنے کے بعد مچھلیاں نہ نکل سکیں اور بغیر حیلہ کے پکڑی جا سکیں تو بارش کی وجہ سے اس میں آئی مچھلیوں کو مجموعی طور پر فروخت کرنا اور تالاب ٹھیکہ پر دینا درست ہے (خلاصہ شامی ۴/۱۰۶، فتاوی عالمگیری ۳/۱۱۳)۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع سے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا عبداللطیف پالنپوری

۱-آج کل عام طور پر سرکاری نہروں اور ندی نالوں کو ٹھیکے پر دینے کا جو رواج ہے کہ ٹھیکے پر لینے والا سرکار کو معاوضہ دیکر نہر اور ندی نالوں کے مخصوص حصہ سے مچھلیاں نکال کر بیچتا ہے یا خود استعمال کرتا ہے یہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

"لم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمک" (درمختار)، "لأن الإجارة واقعة على استهلاک العين، وسيأتی التصريح، بأنه لا يصح إجارة المراعی، وهذا كذلک، ولذا جزم المقدسی بعدم الصحة" (رد المحتار علی الدر المختار ۴/ ۱۰۶، ۴/ ۱۰۷)۔

۳-ذاتی ملکیت کے حوض یا تالاب میں کوئی شخص مچھلیاں پالے اور وہ حوض یا تالاب بڑا ہو اور شکار کرنے سے پہلے حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کردے تو یہ مچھلیاں اگرچہ اس کی مملوک ہیں، مگر غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ان کی بیع فاسد ہے، البتہ اگر حوض و تالاب اس قدر چھوٹا ہو کہ بدون تکلیف وحیلہ اس سے مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہوں اور مچھلیوں کی مقدار بھی معلوم ہو تو بیع درست ہے۔

"وفسد بيع سمک لم يصد ......أو صيد ثم ألقی فی مكان لا يؤخذ منه إلا بحيلة للعجز عن التسليم، وإن أخذ بدونها صح" (درمختار علی الشامی ۴/ ۱۰۶، احسن الفتاوی ۶/ ۴۸۰)۔

مذکورہ بالا صورت معاملہ (جو جواب نمبر (ا) میں ہے) شرعاً نا جائز ہونے کے باوجود اگر ٹھیکے دار اس نہر اور ندی میں سے مچھلیاں شکار کر کے دوسرے کے ہاتھ بیچے گا یا کوئی مسلمان ایسی مچھلی کو خریدے گا تو یہ بیچنا اور خریدنا جائز ہوگا، کیونکہ یہ مچھلیاں مباح الاصل ہیں اور ٹھیکے دار شکار کرنے کی وجہ سے ان کا مالک ہو گیا اور اپنی مملوک چیز کا بیچنا، جبکہ مقدور التسلیم ہو جائز ہے۔

۴- جو حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا، اگر وہ بارش کے پانی سے بھر جائے اور مچھلیاں ان میں خود بخود پیدا ہو جائیں، یا ادھر ادھر سے جمع ہو جائیں تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس تالاب اور حوض کو پہلے سے اس کام کے لئے تیار کر رکھا تھا یا نہیں؟ اگر اسی کام کے لئے تیار کر رکھا تھا تو یہ مچھلیاں مالک کی ملکیت میں داخل ہو جائیں گی، لیکن ان کی بیع کے صحیح ہونے کے لئے مقدور التسلیم ہونا شرط رہے گا۔

اور اگر اس تالاب اور حوض کو اسی کام کے لئے تیار نہیں کیا تھا تو یہ مچھلیاں مالک کی مملوک نہیں ہونگی اور غیر مملوک کی بیع باطل ہے، تفصی کے لئے دیکھئے: (شامی ۱۰۶/۴)۔

البتہ ٹھیکہ پر دینا بہر صورت جائز ہوگا، جیسا کہ پہلے جواب گذر چکا۔

☆☆☆

# بیع کے چند مسائل

مولانا ابراہیم بڑودوی ☆

۱- سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں پائی جانے والی مچھلیوں کی بیع وشراء بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے موجودہ عرف کو دیکھتے ہوئے آج کے حالات میں عرف کا اعتبار غیر منصوص علیہ مسائل میں ہوتا ہے، جیسا کہ مشہور اصول ''الاشباہ'' کے اندر ہے: ''**العرف غیر معتبر فی المنصوص علیه**'' اور یہ بھی عام قاعدہ ہے کہ انسان کو اپنی شخصی ملکیت کی چیز، یعنی اپنی ملک کے تالاب یا ندی کی مچھلیاں بیچ سکتا ہے، مذکورہ سوال میں جبکہ سرکار نے اس کو تالاب یا ندی کا مالک نہ بنایا ہو اور پھر بیچے تو اس میں گنجائش معلوم نہیں ہوتی، دوسری بات یہ کہ حدیث میں غیر مقبوضہ کو بیع سے روکا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''**ما روی أن النبی ﷺ نهی عن بیع مالم یقبض**'' اور نہی منہی عنہ کے فساد کو ثابت کرتی ہے۔

احراز سے پہلے گھاس پر قیاس کرتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت کو جائز قرار دینے میں دو محظور وممنوع لازم آتے ہیں اور وہ باقی رہتے ہیں، ایک بیع کا مجہول ہونا، دوسرا غیر مقدور التسلیم ہونا۔

مذکورہ مسئلہ میں حرج متصور کر کے اگر جواز کی صورت نکالی جائے تو بھی اس بات سے خلاف ہوگا، جو کہ وارد ہے، مشہور قاعدہ: ''**إنما المروج یعتبر فی موضع لا نصّ فیه**'' **ذکره الزیلعی فی جنایات الإحرام**'' (مجموعۃ رسائل ابن عابدین ۲/ ۱۱۳)۔

☆ جامعہ علوم القرآن جمبوسر، بھروچ۔

جب مذکورہ صورت میں جواز کی گنجائش کی نفی معلوم ہوئی تو ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بیچنا یا کسی مسلمان شخص کا پوری صورت حال جانتے ہوئے اس مچھلی کو خریدنا جائز نہیں ہے۔

۳- اگر مچھلی کا شکار کئے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی اور اگر مچھلیوں کا شکار کئے بغیر نکالنا ممکن ہو تو مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، جیسا کہ "أحکام المعاملات المالیه فی المذهب الحنفی" میں ہے: "یشترط لانعقاد البیع أن یکون المعقود علیه مقدور التسلیم عند العقد، فإن کان معجوز التسلیم عنه لا ینعقد، وإن کان مملوکاً له" عقد کے وقت معجوز التسلیم ہونے کی صورت میں اپنی ملکیت میں ہونے کے باوجود جائز نہیں، چنانچہ مذکورہ اصول پر ایک تفریع بیان کی:

"وعلی هذا فلا ینعقد بیع السمک التی أخذها ثم ألقاها فی حظیرة سواء استطاع الخروج عنها أولا بعد إن کان لا یمکنه أخذها بدون الاصطیاد، وإن کان یمکنه أخذها من غیر اصطیاد یجوز بلا خلاف، لأنه مقدور التسلیم عند البیع" (ص۹۰)۔

۴- جو حوض یا تالاب ذاتی ملکیت کا یا عوامی ملکیت کا کہ جس میں مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آگئیں، انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا ٹھیکہ پر دینا یہ معاملہ مبیع پر ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے جو بیع وشراء کی بنیادی شرط ہے "أن یکون مملوکا فی نفسه" درست نہیں ہے۔

"لا ینعقد البیع فی الحطب والحشیش والصیود التی فی البواری والطیر فی الهواء والسمک الذی فی الماء (ای قبل صیدها) شکار کرنے سے پہلے یہ صورت معاملہ ناجائز ہے (احکام المعاملات المالیہ/۸۷)۔

دیگر یہ کہ بیع کے نفاذ کی شرط ملکیت یا ولایت کا ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔

مبیع میں بائع کے علاوہ کا حق بھی نہیں ہونا چاہئے، مذکورہ صورت معاملہ میں عوامی ملکیت ہے "یشترط لانعقاد البیع شرطان، الملک والولایة والثانی أن لا یکون فی المبیع حق لغیر البائع" (ص۱۸۵)۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلیوں کی بیع کا مسئلہ

مولانا ابراہیم بارڈولی ☆

اس مسئلہ میں ''بیع قبل القبض'' کی صورت پیش آتی ہے، کہ کسی چیز کو ہمارے قبضہ میں آنے سے پہلے ہی اس کو فروخت کردیا جاتا ہے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کا صاف فرمان ہے، جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے:

"وأما الذی نھی عنه النبی ﷺ فھو الطعام أن یباع حتی یقبض، قال ابن عباس: ولا أحسب کل شئی إلامثله" (متفق علیہ، مشکواۃ شریف)۔

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جس چیز کو منع فرمایا ہے وہ غلہ ہے کہ اس کو قبضہ میں لانے سے قبل فروخت کرنا منع ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ اس بارہ میں ہر چیز غلہ کے مانند ہے)۔

صاحب ''مظاہر حق'' فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح غلہ کو قبل قبضہ بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ قبضہ میں نہ آجائے، اسی طرح کسی بھی چیز کو قبل القبض بیچنا جائز نہیں (مظاہر حق ۳/۴۹۶)۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی شخص اشیاء منقولہ میں سے کوئی چیز خریدے پھر اسے کسی دوسرے کو فروخت کرنا چاہے تو اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ پہلے اس چیز کو اپنے قبضہ میں لے اس کے بعد اسے فروخت کرے، کیونکہ اشیاء منقولہ میں ''بیع قبل القبض'' جائز نہیں؟

---

☆ مدرسہ اسلامیہ سورت۔

لہذا فقہاء کرام نے تالاب میں مچھلیوں کی بیع کے سلسلے میں خوب وضاحت سے کام لیا ہے، کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا، اگر گہرائی سے دیکھا جائے اس مسئلہ مندرجہ ذیل امور پیش نظر رہیں:

۱- اگر یہ تالاب شروع سے مچھلی کے لئے تیار نہیں کیا گیا، یا مالک نے خود اس میں مچھلیاں نہیں چھوڑیں تو یہ مچھلیاں تالاب کے مالک کی نہیں، اور غیر مملوک کی بیع باطل؟

۲- اور اگر ابتدا ہی سے تالاب مچھلیوں کے لئے تیار کیا گیا ہو، یا اس میں مچھلیاں خود مالک نے چھوڑی ہوں، یا نہر وغیرہ سے مچھلی تالاب میں آئیں اور تالاب کے مالک نے پانی کا راستہ بند کر کے مچھلی تالاب میں محبوس کرلیں تو یہ مچھلیاں اس کی مملوک رہیں، مگر غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے قبل القبض ان کی بیع فاسد ہے۔

۳- اور اگر تالاب اس قدر چھوٹا ہو کہ بدون تکلیف وحیلہ اس سے مچھلیاں پکڑی جا سکتی ہوں اور مچھلیوں کی مقدار بھی معلوم ہو تو بیع درست ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

''نظام الفتاوی'' میں اس طرح کا ایک سوال مذکور ہے جس کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے:

سوال، آجکل لوگ تالاب کا ٹھیکہ مچھلی پالنے کے لئے لیتے ہیں، پھر ان مچھلیوں کو اندازہ کر کے جال وغیرہ سے تالاب کے اندر ہی پکڑنے سے قبل فروخت کرتے ہیں، کیا اس طرح مچھلیوں کی بیع جائز ہے؟

جواب:

''اگر تالاب اس قسم کا ہے کہ اس میں مچھلیاں محفوظ ہیں، از خود باہر نہیں نکلتیں تو مچھلی پالنے والے کے لئے اس کو ٹھیکہ پر دینا درست ہے، اور جو مچھلیاں اس میں پالی جائیں گی وہ مملوک ہو جائیں گی، البتہ بغیر پکڑے ہوئے مقبوض نہ ہوں گی، اس لئے خود پکڑ کر یا اپنے اجیر یا ملازم سے پکڑوا کر فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، البتہ بغیر پکڑے اور قبضہ میں لائے فروخت کرنا

"بیع مالم یقبض" ہوکر بیع فاسد ہوگی اور مملوک رہنے کی وجہ سے بیع باطل نہیں ہوگی، اور بیع فاسد ہونے کا ثمرہ یہ ہوگا کہ مالک کے قبضہ میں آئے بغیر فروخت ہو جائے اور مشتری پھر اس کو فروخت کر دے اور مالک کو اعتراض نہیں تھا بلکہ اجازت تھی تو یہ دوسری بیع جو ہوگی صحیح اور "سمک مبیع لھذا البیع" کا استعمال کرنا درست رہے گا۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس نالہ کو کسی شخص نے سرکار وغیرہ سے ٹھیکہ پر لیا اور یہ نہر، نالہ وغیرہ شروع ہی سے مچھلی وغیرہ کے لئے تیار نہیں کیا گیا، یا مالک نے یا سرکار نے اس میں مچھلیاں نہیں چھوڑیں تو یہ مچھلیاں مالک یا سرکار کی ملک نہیں اور غیر مملوک کی بیع باطل ہے۔

لہذا خاص کر ایسی صورت سے شکار کردہ مچھلیوں کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا، یا کسی مسلمان کو پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلی کو خریدنا جائز نہیں (ھذا استفاد من الشامی واحسن الفتاوی)۔

اور جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملک ہو اگر وہ شخص اس میں باقاعدہ مچھلی پالکر اس حوض یا تالاب کی تمام مچھلیاں شکار کرنے سے پہلے کسی دوسرے آدمی کو فروخت کر دے، تاکہ وہ دوسرا شخص ایک خاص مدت میں اس حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو شرعاً یہ صورت معاملہ "بیع مالم یقبض" بیع فاسد ہوگی اور مملوک رہنے کی وجہ سے بیع باطل نہیں رہے گی اور بیع فاسد ہونے کا ثمرہ یہ رہے گا کہ مالک کے قبضہ میں آئے بغیر فروخت ہو جائے اور مشتری پھر اس کو فروخت کرے اور مالک کو اعتراض نہ ہو، بلکہ مالک کی طرف سے اجازت ہو تو یہ دوسری بیع جو ہوئی اور اس مچھلی کا استعمال درست ہوگا (کما یستفاد من نظام الفتاوی)۔

اور اگر کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے از خود آ گئی ہیں انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کرنا، یا اس حوض و تالاب کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا اس طور پر کہ اس مدت میں ٹھیکہ پر لینے والے کو اختیار رہے کہ وہ اس تالاب کی مچھلیاں شکار کر کے استعمال کرے، فائدہ اٹھائے تو اس صورت حال کا شرعی

حکم یہ ہے کہ اس تالاب کے مالک نے، یا ٹھیکہ پر لینے والے نے پانی کا راستہ بند کر کے مچھلیاں تالاب میں محبوس کر لیں تو یہ مچھلیاں اس کی مملوک ہیں، مگر غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع فاسد ہے۔

اور اگر تالاب اس قدر چھوٹا ہو کہ بدون تکلیف وحیلہ اس سے مچھلیاں پکڑی جا سکتی ہوں اور مچھلی کی مقدار بھی معلوم ہو تو اس کی بیع درست ہے (ہذا مستفاد من الشامی واحسن الفتاوی)۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا خلیل احمد قاسمی ☆

مچھلیوں کی بیع کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ ملکیت اور مقدوار التسلیم ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے ہی واضح ہوسکتا ہے، بازاروں میں بکنے والی مچھلیاں عرف وعادت کے اعتبار سے بحیثیت مقدور التسلیم وملکیت کئی طرح کی ہیں (۱) کسی شخص نے مچھلیوں کو پکڑ کر تالاب، ندی، نالے میں بغرض افزائش ڈال دیا ہوتو وہ شخص شرعاً ان مچھلیوں کا مالک ہوگا، اب اگر ان ندیوں، نالوں، تالاب سے مچھلیوں کو پکڑ کر کسی چھوٹے برتن میں یا ایسے گڑھے میں ڈالدیتا ہو جن سے پکڑ کر مشتری کو دینے میں کوئی دقت نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ان کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے چونکہ ملکیت اور مقدور التسلیم کا ہونا پایا گیا، دوسروں کے لئے خریدنا بھی بلا کراہت درست ہے، صاحب ''ہدایہ'' نے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مچھلیوں کی بیع قبل الاصطیاد پر بنائے عدم ملکیت جائز نہیں ہے:

"ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد لأنه باع ما لا یملکه"

مسئلہ اگر چہ عدم جواز کا ہے مگر علت سے یہ حکم مترشح ہوتا ہے کہ اگر ملکیت اور مقدور التسلیم ہو تو بلاشبہ درست ہے، اسی طرح دوسرا مسئلہ یہ ذکر کیا کہ اگر مچھلیوں کو پکڑنے کے بعد ایسی جگہ چھوڑ دی کہ اس سے دوبارہ پکڑنے کے لئے اصطیاد کی ضرورت ہو تو یہ صورت بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ملکیت تو ہے، لیکن مقدور التسلیم ہے اور یہ بھی علت عدم جواز ہے۔

---

☆ مدرسہ اسلامیہ لطیفیہ سردارشہر، راجستھان۔

۳۔ قدرتی طور پر مچھلیاں آ گئی ہوں اور اس نے کسی طرح کی کوئی تدبیر نہیں کی، یعنی نہ ان کی اور نہ روکنے کی تدبیر کی ہے تو ایسی صورت میں جب تک ان کو پکڑ نہ لے مالک نہیں بنے گا، اور ان کی بیع بھی جائز نہیں ہے، اور اس تیسری صورت کو قیاس کیا گیا دوسرے مسئلہ پر، وہ یہ ہے کہ اگر کسی کی زمین میں پرندہ بچہ دیدے تو زمین والے ان بچوں کا محض اس کی زمین ہونے کی وجہ سے مالک نہ ہوگا جب تک اس کو پکڑ نہ لے، اسی طریقے سے یہ مسئلہ ہے، یعنی محض اس کی زمین میں قدرتی طور ر مچھلیوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ملکیت میں نہیں آئے گی (دیکھئے: ہدایہ ۳/۸۸)۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ سوالنامہ میں مچھلی کی بیع کی جس نوعیت کو ذکر کیا گیا ہے اس میں جواز اور عدم جواز کے حکم کا مدار دو چیزوں پر ہے (۱) ملکیت (۲) مقدور التسلیم، لہذا سوال نمبر (۱) کا جواب یہ ہے کہ ذکر کردہ ملکیتوں میں سے کوئی بھی ملکیت پائی جائے اور مقدور التسلیم ہو تو جائز ہے، ورنہ نہیں، البتہ موجودہ حالات وعرف میں نوعیت فتوی کے عنوان میں آرہی ہے۔

۲-صورت بالا ابتداء اگرچہ جائز نہیں ہے، لیکن مآلاً درست ہے، اس لئے کہ شکار کرنے کے بعد مذکورہ ملکیت کی تینوں صورتوں کی روشنی میں جو فساد تھا وہ ختم ہوگیا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اصل مالکان جن سے ندیوں، نالوں اور تالاب کو ٹھیکہ داروں نے لیا ہے وہ مالکان شرعاً مالک نہ ہوں تو اس صورت میں ٹھیکہ دار شکار کرنے کی وجہ سے خود مالک ہو جائیں گے، اگرچہ یہ مسئلہ الگ ہے کہ ایسی صورت میں چونکہ وہ مچھلیوں کے مالک نہیں ہیں تو ٹھیکہ داروں کے ہاتھ میں فروخت کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اور اس کے عوض جو روپے وہ وصول کریں گے وہ جائز نہیں ہوں گے، اور ٹھیکہ دار جب خود مالک ہو گئے تو بازار آنے والی مچھلیوں کو خریدنا بھی درست ہے۔

۳- یہ صورت مچھلیوں کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اس لئے

کہ وقت البیع وہ مچھلیاں غیر مقبوض ہیں اور عدم جواز کا حکم عام کتب فقہ کی معروف عبارت کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔

۴- حوض، یا تالاب جو نجی ملکیت کا ہو اس میں اگر خود بخود مچھلیاں جمع ہو جائیں، یعنی ان کو حوض یا ندی نالے میں نہ ڈالا گیا ہو، بلکہ از خود آ گئی ہیں تو ان کو حوض یا ندی یا تالاب کے مالکان کا عام فقہی عبارت کی روشنی میں فروخت کرنا، یا ٹھیکہ پر دینا روپے پیسے کے بدلے میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ایسی مچھلیوں کی ملکیت پکڑنے کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ ماقبل کی تمہیدی عبارت میں اس کو واضح کیا گیا ہے حوالہ جات یہ ہیں: (فقہی مسائل ر۲۳۱، ہدایہ ۳ر۸۸، شامی ۴ر۱۰۶، در مختار ۴ر۳۸، در مختار ۴ر۳۹، امداد الفتاوی ۳ر۴۶ -۵۰، بدائع الصنائع ۵ر۱۴۷، فتح القدیر امداد ۳۰ر۴۹)۔

## موجودہ حالات میں فتویٰ:

آج کل اس مشینری و سائنسی دور میں جب کہ نئے نئے آلات و وسائل ایجاد ہو گئے ہیں جنکا پہلے وجود نہیں تھا، اس لئے آج کے حالات کے اعتبار سے مسائل میں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے، موجودہ دور میں مچھلیوں کو تالاب میں ہوتے ہوئے بھی دیکھا جا سکتا ہے اور ان کا اندازہ وتخمینہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں کون کون سی مچھلی کتنی مقدار کی ہے، کتنی ہے کہاں کہاں ہے، چونکہ ایسے مشینری آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ آغاز سال سے ہی مچھلیوں کی مقدار کا بخوبی اندازہ لگالیا جاتا ہے، اور معمولی محنت ومشقت سے ان کو پکڑا بھی جا سکتا ہے، چونکہ مچھلیوں کے پکڑنے کے آلات بھی نئے نئے ایجاد ہو گئے ہیں جو پہلے نہیں تھے، اس لئے اس وقت ایسی مچھلیوں کی بیع کے اندر دونوں طرح کی خرابیاں، یعنی مجہول ہونا اور غیر مقدور التسلیم ہونا ختم ہو گئی ہیں، لہذا صورت مروجہ کو یا تو کرایہ داری کے معاملہ پر محمول کیا جائے یا ابتداء اگر چہ صحیح نہیں ہے، لیکن انتہاء صحیح کہا جائے، یا تخمینہ کا اعتبار کر کے ابتداء صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے اور جواز کا فتویٰ دیا جائے۔

# جواب بابت مچھلیوں کی بیع

مولانا عبدالقیوم صاحب ☆

وہ ندی نالے اور تالاب جو حکومت کی ملکیت ہیں اس وجہ سے حکومت نے ان تالابوں اور ندی نالوں کو مچھلیوں کے لئے بنایا ہے، یا کہ حکومت برسات کے بعد مچھلیوں کے روکنے کا بندوبست کر دیتی ہے، تاکہ مچھلیاں باہر نہ نکل جاویں تالاب کے مخرج کو بند کرنے کے ذریعہ، یا کہ مخرج پر باریک جالیاں لگانے کے ذریعہ تاکہ مچھلیاں نکل نہ سکیں۔

حکومت انہیں مخصوص افراد یا کسی سوسائٹی کو ٹھیکے پر دیتی ہے، تاکہ وہ لوگ اس مدت متعینہ میں تالاب کی مچھلیاں نکالیں اور فائدہ حاصل کریں۔

مذکورہ معاملہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ معاملہ شریعت کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر اس کی حیثیت طے ہو جاوے تو حکم کا استخراج آسان ہو جائے۔

یہ معاملہ یا تو بیع ہے یا اجارہ ہے

(۱) بیع میں چند شرائط ہیں (۱) اول یہ کہ بائع مبیع کا مالک ہو، دوم مبیع مجہول نہ ہو اور مشتری مبیع کو دیکھ لے، تیسرے یہ کہ بائع مبیع مشتری کو حوالہ کر دے۔

تالاب میں جو مچھلیاں بیچی جارہی ہیں ان میں صرف ایک شرط پائی جارہی ہے، اور دو شرطیں مفقود ہیں کہ حکومت ان مچھلیوں کی مالک تو ہے، لیکن مبیع مجہول ہے، اور ٹھیکیدار نے ان کو دیکھا نہیں ہے اور جہالت مفضی الی النزاع ہو سکتی ہے، مثلاً ٹھیکہ دس ہزار روپیہ کا تھا اور جو مچھلیاں

☆ مدرسہ فیض التبلیغ جے پور۔

تالاب میں سے نہیں نکلی ہیں وہ صرف ۳ ہزار کی قیمت کی ہیں، نیز مبیع غیر مقدور التسلیم ہے کہ بائع مبیع کو سونپنے پر قادر نہیں ہے۔

یہ بات واضح رہے جب مذکورہ معاملہ بیع وشراء ہے تو ٹھیکے دار کو شرعا اجازت نہیں ہے کہ وہ تالاب میں باہر سے لاکر مچھلیاں ڈالے اوران کی افزائش کرے، اس لئے کہ معاملہ تالاب میں موجود مچھلیوں پر ہوا ہے، چنانچہ جب اس نے تالاب سے مچھلیاں نکالیں تو وہ مثلاً ثمن کے مقابلہ میں بہت قلیل تھیں، یا بہت چھوٹی تھیں، یا اچھی نسل کی نہیں تھیں، ''فہذہ الجہالۃ تفضی الی النزاع'' دوسری شکل یہ ہے کہ معاملہ معاملہ اجارہ ہو، یعنی کہ حکومت اپنا مملوکہ ٹھیکیدار کو اجارہ پر دے رہی تو سوال یہ ہے کہ تالاب کے اجرت پر دینے کے کیا معنی ہیں؟ یعنی تالاب کی کونسی چیز کو اجرت پر دیا جارہا ہے، اگر کہا جائے کہ تالاب میں جو مچھلیاں انہیں اجرت پر دیا جارہا ہے۔

اوراجارہ کی تعریف یہ ہے کہ مستاجر اجرت معینہ کے بنا متعین مدت میں شئی مستاجرہ کے منافع کا مالک بن جاتا ہے، یعنی مدت معینہ میں اسکے منافع حاصل کرسکتا ہے، ایسا کوئی نفع جس میں شئی مستاجرہ کا عین ضائع ہو جاوے اور ہلاک ہوجائے جائز نہیں ہے، یہ اجارہ فاسدہ ہے، لہذا صورت مذکورہ میں مچھلیوں کا اجارہ انکے عین کے استھلاک پر اجارہ فاسدہ ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

مذکورہ مروجہ ٹھیکے میں اجارہ کی ایک شکل ہے جس پر بناء کرتے ہوئے یہ ٹھیکہ صحیح ہوسکتا ہے:

وہ یہ ہے کہ حکومت کی جانب سے مذکورہ ٹھیکے کو اس طرح پر اجارہ کا معاملہ مانا جاوے کہ یہ اجارہ اجرت معلومہ کے بدلے معین مدت میں تالاب کے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کا اجارہ ہو، بایں طور پر کہ وہ ٹھیکدار تالاب میں مچھلیاں لاکر ڈالے اورانکی پرورش کرے، پھر انہیں نکال کر فائدہ حاصل کرے، کھائے فروخت کرے وغیرہ۔

صورت مذکورہ میں جو مچھلیاں اس نے خود ڈالی ہیں اوران کی افزائش کا نظم کیا ہے ان کا

تو وہ مالک ہے ہی اور جو مچھلیاں تالاب میں پہلے سے موجود تھیں جو انہیں پکڑے گا اور قبضہ کرے گا تو ان کا بھی مالک ہو جائے گا، اب اس کے لئے تالاب کی دونوں مچھلیوں کو نکالکر بیچنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ اگر ٹھیکیدار اول نے پورے تالاب کی مچھلیاں دوسرے کسی کو تالاب ہی میں بیچ دیں تو سودا جائز نہ ہوگا، ہاں باہر نکال کر فروخت کرے۔

اور اس معاملہ کی نوعیت یہی ہوتی ہے کہ ٹھیکیدار بازار سے بچے لاکر ڈالتا ہے، ان کی افزائش کرتا ہے، اور پھر نکال کر بیچتا اور فائدہ حاصل کرتا ہے، اس طرح پر اگر محمول کرلیا جائے تو مذکورہ ٹھیکے جائز ہیں۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع سے متعلق سوالوں کے جوابات

مولانا عبدالقیوم پالنپوری قاسمی ☆

۱- نجی تالاب یا سرکاری تالاب ونہروندی کی مچھلیوں کی خرید وفروخت بغیر ان مچھلیوں کے نکالے ہوئے "عدم ملک" یا غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے نا جائز ہے، اسی طرح اس کو ٹھیکہ پر دینا بھی نا جائز ہے، عرف کی بناء پر موجودہ حالات میں بھی جواز کا فتوی نہیں دیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ مسئلہ موجودہ دور ہی کا پیدا شدہ نہیں ہے، بلکہ بہت پہلے سے اس کا رواج اور اس کے متعلق سوالات ہوتے رہے ہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ بھی لکھتے ہیں: "والمسألة کثیرة الوقوع ویکثر السؤال عنها" (ردالمحتار ۴/ ۱۴۸) لیکن کسی نے بھی عرف کی بنا پر اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

۲- سرکاری تالاب اور نہروندی یا نجی ملکیت کے تالاب وحوض میں پائی جانے والی مچھلیاں بعض صورتوں میں تالاب وغیرہ کے مالکوں کی مملوک ہوتی ہیں، اور بعض صورتوں میں ان کی ملک میں نہیں آتی ہیں، جیسا کہ مفصلاً فقہائے کرام نے بیان کیا ہے (امدادالفتاوی ۳/ ۴۹)۔

مچھلیاں تالاب وغیرہ کے مالکوں کی مملوک ہوں یا نہ ہوں، دونوں صورتوں میں ان کو نکالے بغیر خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، مملوک نہ ہوں تو انکی بیع باطل ہے (لعدم الملک) اور مملوک ہونے کی صورت میں غیر مقدور التسلیم ہونے کی بنا پر انکی بیع فاسد ہے۔

جن صورتوں میں مچھلیاں مالک تالاب کی ملک نہیں ہیں ان مچھلیوں کی بیع یا تالاب کو

☆ خادم تدریس وافتاء، جامعہ نذیریہ کاکوسی شمالی گجرات۔

ٹھیکہ پر دینا صحیح نہیں ہے، لیکن مشتری یا ٹھیکہ دار مچھلیوں کو پکڑنے کی وجہ سے مالک ہو جائے گا، اس لئے کہ ان مچھلیوں میں سب کا اباحۃ اشتراک ہے، لہذا پکڑنے والا ان کا مالک ہو جائے گا، پس مشتری یا ٹھیکہ دار کا انکو پکڑ کر بیچنا اور اس سے دوسرے مسلمانوں کو خریدنا درست ہے، جیسا کہ خودروگھاس کے بارے میں علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: "والمراعی أی الکلاء أما بطلان بیعها لعدم الملک الدر المختار (قوله لعدم الملک) لاشتراک الناس فیه اشتراک إباحة لا ملک، ولأنه لا یحصل للمشتری فیه فائدة؛ لأنه یتملکه بدون بیع" (ردالمحتار مع الدر المختار ۴/ ۹۱۵۲)۔

اور جن صورتوں میں مچھلیاں مملوک ہیں اس صورت میں ان کی بیع بغیر نکالے فاسد ہے، لہذا مبیع واجب الرد ہے، لیکن اس مشتری یا ٹھیکہ دار نے مچھلیاں پکڑ کر دوسرے کو فروخت کی تو اس دوسرے شخص کو اس سے خریدنا مکروہ ہے، اور خریدنا مکروہ ہونے کے باوجود مبیع اس کے لئے حلال وطیب ہے، اور اس دوسرے شخص (مشتری ثانی) سے اور لوگوں کو خریدنا مکروہ بھی نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: ردالمحتار ۴/ ۱۸۰)۔

۳- نجی تالاب یا حوض کی پالی ہوئی مچھلیاں جن کو بغیر حیلہ کے پکڑنا ممکن نہ ہو اس کو بغیر نکالے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، درمختار میں ہے: "وفسد بیع سمک لم یصد ...أو صید ثم ألقی فی مکان لا یؤخذ منه إلا بحیلة للعجز عن التسلیم، وإن أخذ بدونها صح وله خیار الرؤیة" (الدر المختار مع ردالمحتار ۴/ ۱۴۶-۱۴۷)۔

۴- جو حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا جس میں پالے بغیر مچھلیاں ازخود آگئی ہوں، انہیں شکار کئے بغیر کسی کے ہاتھ فروخت کرنا یا خاص مدت کے لئے اس کو ٹھیکہ پر دینا جائز نہیں ہے (دیکھئے: درمختار ۴/ ۱۴۷)۔

☆☆☆

چوتھا باب

# اقتباسات

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کا مسئلہ

مولانا نعیم اختر قاسمی

تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت میں بنیادی طور پر ''غرر'' کی بحث اٹھائی جاتی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غرر حقیقت جان لی جائے اور اس کا معیار متعین کرلیا جائے۔

## غرر کی حقیقت:

لغت میں غرر ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کا ظاہر باطن کے مغایر ہو، چنانچہ قاضی عیاض مالکیؒ اس کی تعریف کرتے ہیں:

''هو ما له ظاهر محبوب و باطن مكروه، ولذلک سمی الدنیا متا ع الغرور''

(غرر وہ ہے جس کا ظاہر پسندیدہ اور باطن ناپسندیدہ ہو، اسی لئے دنیا کو متاع الغرور کہا جاتا ہے)۔

پھر علامہ ابن رشد قرطبیؒ (م:۵۹۵ھ) غرر کی تقسیم کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ومن هذا الباب بيع الجوز و اللوز والباقلا فی قشرة، أجازه مالک ومنعه الشافعی، والسبب فی اختلافهم هل الغرر من المؤثر فی البیو ع أم لیس من الموثر، ذلک أنهم أنفقوا أن الضرر ینقسم بهذین القسمین، وإن غیر الموثر هو الیسیر أو الذی تدعو إلیه الضرورة أوما جمع الأمرین'' (بدایۃ

المجتہد ۲/ ۱۵۷)۔

اخروٹ، بادام اور لوبیا کی بیع اپنے چھلکے کے اندر اسی بات سے متعلق ہے، امام مالک نے اسے جائز قرار دیا اور امام شافعی نے ممنوع، وجہ اختلاف یہ ہے کہ یہ غرر بیع کے اندر موثر ہے یا نہیں، کیونکہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ غرر کی یہی دو قسمیں ہیں اور قلیل غرر وہ ہے جو معمولی ہو، یا جس کی ضرورت متقاضی ہو، یا دونوں ہی وجہیں اس میں پائی جائیں)۔

اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

**"وبالجملة فالفقهاء متفقون على أن الغرر الكثير فی المبيعات لا يجوز وأن القليل يجوز"** (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۵۵)۔

(خلاصہ یہ کہ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بیوع کے اندر غرر کثیر جائز نہیں اور غرر قلیل جائز ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیع کے اندر غرر یسیر سے احتراز بہت ہی دشوار اور ناقابل عمل امر ہے اور اس سے بیع کا سد باب لازم آتا ہے، اس لئے تھوڑا غرر جواز بیع کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔

اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ غرر فاحش اور غرر یسیر کے درمیان حد فاصل کیا ہے تو اس سلسلے میں فقہاء نے کوئی تحدید نہیں بیان کی ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے، بلکہ اس کو لوگوں کے عرف اور ان کے تعامل پر چھوڑ دیا ہے، چنانچہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک ہی چیز ایک علاقہ کے لوگوں کے حق میں قلیل ہو اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کے حق میں کثیر، اور ایک زمانہ میں ایک غرر کثیر رہا ہو، پھر دوسرے زمانہ میں لوگوں نے اتنے سے غرر سے چشم پوشی کر کے اسے غرر یسیر کے زمرہ میں شامل کرلیا ہو، چنانچہ صاحب "مصادر الحق" تحریر فرماتے ہیں:

**"الغرر الكثير والغرر اليسير والغرر المتوسط والغرر الذی تدعو إليه الضرورة تختلف فی تطبيقاتها فی بيئة عن بيئة وفی عصر على عصر، بل**

تختلف الأنظار أيضا فى البيئة الواحدة والعصر الواحد" (مصادر الحق ۱/۵۰ الجزء الثالث)۔

(غرر کثیر، غرر یسیر، غرر متوسط اور وہ غرر جس کی ضرورت متقاضی ہوا نکا انطباق ماحول اور زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، بلکہ ایک ہی ماحول اور زمانہ میں لوگوں کی رائیں مختلف ہوسکتی ہیں)۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ تالاب کے اندر مچھلیوں کی خرید وفروخت کے غرر کو غرر یسیر میں شمار کیا جائے، کیونکہ ممانعت غرر کی اصل وجہ نزاعی کیفیت سے بچنا ہے اور فی زمانہ اس کے اندر کسی قسم کا نزاع واقع نہیں ہوتا، البتہ چونکہ مچھلیاں اس وقت غیر مقدور التسلیم ہوتی ہیں، اس لئے اس ناحیہ سے ان کی بیع درست نہ ہوگی اور پھر غرر کو یسیر ماننے کا کچھ فائدہ بھی حاصل نہ ہوگا۔

## ذاتی ملکیت کے تالاب کی مچھلیوں کو شکار سے قبل بیچنا:

حوض یا تالاب اگر کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہو اور وہ اس میں باقاعدہ مچھلیوں کی افزائش کرتا ہو تو دیکھا جائے گا کہ تالاب یا حوض چھوٹا ہے یا بڑا، اگر بڑا ہو تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع درست نہیں اور اگر چھوٹا ہو تو امام مالک کے علاوہ بقیہ ائمہ اس شرط کے ساتھ درست قرار دیتے ہیں کہ بلا حیلہ پکڑی جاسکتی ہوں اور حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں خیار رؤیت حاصل ہوگا، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''اگر پانی چاروں طرف سے گھرا ہوا ہو، جیسے کہ تالاب کا پانی تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ منجملہ اس میں مچھلی کی بیع کو درست قرار دیتے ہیں، جبکہ بلا حیلہ اسے پکڑ نا ممکن ہو، لیکن حنفیہ کے نزدیک خیار رویت بھی حاصل ہوگا، جبکہ امام مالکؒ نے تالاب اور حوض کے اندر مچھلی کی بیع کو مطلقاً ممنوع کہا ہے'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۴۳۱)۔

## ازخود آنے والی مچھلیوں کی خرید وفروخت:

اگر کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اس میں جو مچھلیاں بارش وغیرہ کی وجہ سے ازخود آ گئی ہوں تو وہ صاحب حوض یا تالاب کی ملکیت نہیں مانی جائے گی، بلکہ جو شکار کرے گا اسی کی مانی جائے گی، البتہ اگر مچھلیوں کے آنے کے بعد تالاب کے مالک نے واپس نہ جانے کے لئے کوئی حیلہ تیار کرلیا ہو تو اب وہ اسی کی ملکیت میں مانی جائے گی، اس کو اس مشہور فقہی جزئیہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اگر کسی کی زمین میں پرندے نے انڈا یا بچہ دیا تو وہ اس کا مالک نہ ہوگا، کیونکہ احراز نہیں پایا جارہا ہے (العنایہ مع الفتح ۶/۴۰۹)۔

## تالاب کو مچھلیوں کے شکار کے لئے ٹھیکہ پر دینا:

تالاب یا حوض کو مچھلی کے شکار کرنے کے لئے دینا گویا اجارہ پر دینا ہے، اور اجارہ میں عین شئی سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا، بلکہ اس کی منفعت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، چنانچہ اسی لئے چراگاہ کی گھاس کا اجارہ پر دینا اور دودھ پینے کے لئے جانور کو اجارہ پر لینا درست نہیں ہے، اسی طرح تالاب یا حوض کو مچھلی کے شکار کے لئے ٹھیکہ پر دینا بھی درست نہ ہوگا۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد نعیم رشیدی

## موجودہ حالات:

موجودہ دور میں تالابوں اور نہروں میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کا معاملہ جس کثرت سے ہونے لگا ہے وہ ظاہر ہے، یہ جگہ اور ہر ملک میں اس طرح کی خرید وفروخت کا معاملہ عام ہو چکا ہے۔ لہذا اھل علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ کی نوعیت پر غور کریں۔

لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ عرف ورواج اور لوگوں کے تعامل کا اسی وقت اعتبار ہوگا جب کہ اس پر عمل کرنے سے نص کا ترک لازم نہ آئے، اگر نص کو چھوڑنا لازم آرہا ہوتو پھر ایسا عرف عرف فاسد ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، جب یہ ثابت ہو جائے کہ عرف پر عمل کرنے سے کسی نص یا اصول شریعت کا ترک لازم نہ آتا ہوتو پھر اس عرف کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ پر ازسرنو غور کرنے کی گنجائش ہوگی۔

زیر بحث مسئلہ میں اگر حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح کے معاملات کو جائز قرار دیں تو کیا کسی نص کے خلاف لازم آئے گا؟ اس سوال کو حل کرنے کے لئے پہلے یہ طے کرنا پڑے گا کہ تالابوں میں مچھلی کی بیع کا مسئلہ مجتہد فیہ ہے یا منصوص، یعنی اس کی ممانعت کسی صحابی سے منقول ہے، یا حضور اکرم ﷺ سے صراحۃً ممانعت وارد ہوئی ہے؟ یہ اس لئے ضروری کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے تو اس کے خلاف عرف کا اعتبار نہیں ہوگا،

جیسا کہ معلوم ہوا، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ صحابی سے منقول ہے تو یہ اصول کا مسئلہ ہے کہ صحابہ کے جن اقوال میں قیاس کو دخل ہے، ایسے اقوال پر قیاس کو ترجیح دی جاسکتی ہے، اور اس میں کلام کی گنجائش ہوگی۔

پانی میں مچھلی کی بیع کی ممانعت کے سلسلہ میں عام طور پر ''مسند احمد'' کی اس روایت کا تذکرہ ملتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ''مسند احمد'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت مذکور ہے:

**"عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسو ل الله ﷺ: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر"** (مسند احمد مع کنز العمال ۱/ ۳۸۸)۔

(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت نہ کرو اس لئے کہ یہ غرر ہے)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کو مرفوعا ذکر کیا ہے (بیہقی ۵/ ۳۴۰، مجمع الفوائد ۱/ ۲۴۸)، چنانچہ لکھتے ہیں:

**"ولأحمد حديث بن مسعود رفعه: "لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر"** (فتح الباری ۴/ ۳۵۷)۔

(مسند احمد میں حضرت عبداللہ مسعود کی مرفوعا یہ روایت ہے: پانی میں مچھلی کو بہ فروخت کرو اس لئے کہ یہ غرر ہے)۔

محدثین کے درمیان اختلاف ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے یا مرفوع، اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث موقوف ہے، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں مسیّب بن رافع اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان ارسال ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے (دیکھئے: سنن الکبری ۵/ ۳۴۰، نیل الاوطار ۴/ ۱۴۷، مجمع الزوائد ۴/ ۱۸۰)۔

فقہاء کی تحریرات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کو موقوف کا درجہ دیا ہے، چنانچہ علامہ شرازی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں:

**"ان النبی ﷺ نهى عن بيع الغرر، ولهذا قال ابن مسعودؓ: لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر"** (المہذب مع المجموع ۹/ ۲۸۳)۔

(نبی ﷺ نے بیع غرر سے منع فرمایا ہے، اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا: "پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت نہ کرو اس لئے کہ یہ غرر ہے)۔

## ممانعت کی علت:

اس سلسلہ میں بھی فقہاء کے مختلف اقوال ملتے ہیں، علامہ زرقانی مالکیؒ نے "شرح مؤطا" میں بعض اقوال نقل کئے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ علت بائع اور مشتری کے مابین تنازع اور جھگڑے سے روکنا ہے، علامہ ماذری فرماتے ہیں کہ علت یہ ہے کہ اس میں بائع مبیع کی سپردگی اور حوالگی سے عاجز ہوتا ہے (دیکھئے: شرح زرقانی ۳/ ۳۱۳، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: عون المعبود ۹/ ۲۳۱، سبل السلام ۳/ ۸۰۷)۔

جب اتنی بات معلوم ہوگئی کہ غرر کبھی مقدور التسلیم نہ ہونے کی وجہ سے، کبھی مجہول یا معدوم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، تو اب اس بات میں غور کرنا ہے کہ مچھلی کی ممانعت میں غرر کی علت کیا ہے، اس بارے میں تمام مکتبہ فکر کے فقہاء متفق نظر آتے ہیں کہ اگر مچھلی اس کی ملکیت میں ہے تو ممانعت کی علت مقدور التسلیم نہ ہونے کی بنیاد پر ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

**"فإن أخذه ثم ألقاه فی حظیرة کبیرة فعدم جوازه لکونه غیر مقدور التسلیم"** (البحر الرائق ۶/ ۷۳)۔

(اگر مچھلیوں کو پکڑ کر بڑے تالاب میں ڈالدیا تو اب عدم جواز کی وجہ غیر مقدور التسلیم ہونا ہے)۔

مقدور التسلیم کا مفہوم:

مقدور التسلیم کا مطلب یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے حوالہ اور سپرد کرنے پر قادر ہو اور مشتری کے لئے مبیع پر قبضہ کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ بیع کے صحیح ہونے کے لئے بالکل بیع کے فوراً بعد ہی حوالگی عمل میں آجائے، اور یہاں پر یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ فقہاء نے بیع میں مقدور التسلیم ہونے کو اس لئے شرط قرار دیا ہے تاکہ امکانی دھوکہ کا سد باب ہو جائے، اس کے بعد فقہاء کی ان عبارات پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے جس میں مچھلی کی بیع کو غیر مقدور التسلیم ہونے کی بنیاد پر ناجائز قرار دیا ہے۔

فقہاء کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں مچھلی کی خرید وفروخت جو ہوتی تھی اس کی صورت حال یہ ہوتی کہ مثلاً کوئی شخص مچھلیوں کو پکڑ کر کسی بڑے تالاب میں محفوظ کرلیا، لیکن جب فروخت کرنے کی خاطر مچھلیوں کو نکالنا چاہتا تو اپنی مرضی کے موافق جس وقت چاہے مچھلیوں کو حاصل نہیں کرسکتا تھا، اور یقینی طور پر قبضہ کا وقت بھی متعین نہیں کیا جاسکتا تھا، ایسی صورت حال کے پیش نظر غیر مقدور التسلیم کہہ کر ناجائز قرار دیں تو درست تھا، جیسا کہ فقہاء نے کہا، بلکہ بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلیوں کو حاصل کرنے میں اچھا خاصا وقفہ بھی لگتا تھا، جیسا کہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے۔

**"وإن كانت كثيرة ويتطاول المدة فيه لم يجز بيعه للعجز عن تسليمه والجهل بوقت إمكان التسليم"** (المغنی ۱۴۲/۴)۔

(اگر پانی زیادہ اور مچھلیوں کو حاصل کرنے میں مدت طویل ہو تو بیع جائز نہیں، اس لئے کہ سپردگی سے عاجز ہے اور حوالگی کے امکانی وقت سے ناواقف ہے)۔

حاصل اس پوری تحریر کا یہ ہے کہ مچھلی کی خرید وفروخت کا مسئلہ مجتہد فیہ ہے، منصوص نہیں اور آج مچھلی کی اس طرح خرید فروخت کا معاملہ عرف عام کی حد تک پہنچ چکا ہے، اور نیز مقدور التسلیم ہونا، خواہ کسی بھی حیثیت سے ہو پایا جا رہا ہے، لہذا ان وجوہات کے پیش نظر

تالابوں اور نہروں وغیرہ میں مچھلیوں کی جو خرید و فروخت ہو رہی ہے اس میں جواز کا فتویٰ ہونا چاہئے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد مختصر طور پر سوالات کے جوابات ملاحظ ہوں۔

## جوابات:

۱-عرف و رواج کی وجہ سے اس مسئلہ میں جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے، فقہاء نے غیر مقدور التسلیم اور مجہول المبیع کی بنیاد پر نا جائز قرار دیا ہے، لیکن موجودہ حالات میں مچھلیوں کا مقدور التسلیم ہونا یا مبیع کا مجہول نہ ہونا اوپر کی تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے۔

۲- اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس معاملہ کو نا جائز کہا جائے تو ایسی صورت میں اوپر کی تفصیلات سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ بیع بیع فاسدہ ہے اور فاسد کا حکم یہ ہے کہ جب مشتری مبیع پر قبضہ کرلے گا تو اس پر اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور ملکیت کے تمام تصرفات کا وہ مالک ہو جائے گا، لہذا ٹھیکے دار اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کو فروخت کر سکتا ہے، اسی طرح کسی مسلمان کا اس سے خریدنا بھی جائز ہوگا، اگر اس معاملہ کو جائز کہا جائے تو ایسی صورت میں مطلقاً خرید و فروخت کرنا درست ہوگا۔

۳- اس سوال کا حاصل بھی وہی ہے جو پہلے سوال کا ہے کہ تالاب میں شکار کرنے سے پہلے خرید و فروخت کرنا کیسا ہے، اوپر کی تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ دور میں کوئی شرعی موانع نہیں پائے جا رہے ہیں، لہذا اس طرح کے معاملات جائز ہوں گے۔

۴-تالاب میں مچھلیوں کی خرید و فروخت کے لئے مچھلیوں کا ملکیت میں ہونا ضروری ہے اور مچھلیوں کے مالک بننے کی تین صورتیں ہیں جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لہذا کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا جو مچھلیاں پالے بغیر از خود آ گئی ہیں اس میں فروخت کرنا اس وقت درست ہے، جبکہ مچھلیاں لانے یا آنے کے بعد واپس نہ جانے کی تدبیر اختیار کی گئی ہو،

تا کہ ملکیت متحقق ہو جائے، ورنہ ایسی مچھلیاں فروخت کرنا درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہاں پر ملکیت نہیں ہے۔

لیکن ایک خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا اجارہ کی صورت ہے جس میں فقہاء کا اختلاف ہے، صحیح قول تو اس میں ناجائز ہونے کا ہے (درمختار ۴/۱۱۹)۔

لیکن اس کے خلاف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس میں آپؓ نے اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ صاحب ''نہر'' نے امام ابو یوسف سے یہ روایت شامی نے بھی نقل کی ہے:

''عن أبی یوسف فی کتاب الخراج عن أبی الزناد قال: کتبت إلی عمر بن الخطاب فی بحیرة یجمع فیها سمک بأرض العراق أنوجرها؟ فکتب إلی أن افعلوا، وما فی الإیضاح بالقواعد الفقهیة ألیق'' (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

(کتاب الخروج میں امام ابو یوسف سے ابوالزناد کی سند سے یہ روایت مروی ہے کہ ابوالزناد نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن خطاب کو سرزمین عراق میں واقع ایک چھوٹے تالاب کے بارے میں لکھا جس میں مچھلیاں جمع ہوتی تھیں کہ کیا ہم اس کو اجارہ پر دے سکتے ہیں، تو حضرت عمر نے جواب میں لکھا کہ تم لوگ یہ معاملہ کر سکتے ہو، اور ایضاح میں جو عدم جواز لکھا ہے سو وہ فقہی قواعد کے زیادہ مناسب ہے)۔

موجودہ حالات کے پیش نظر اس روایت کو اختیار کرتے ہوئے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں علامہ شامی کو اعتراض ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر اجارہ میں عین شئی، یعنی مچھلیاں ہلاک ہو رہی ہیں اور اجرت میں یہ صورت درست نہیں ہے، شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں:

''لکن قوله غیر بعید الخ فیه نظر، لأن الإجارة واقعة علی استهلاک العین''

لیکن علامہ رملی کا قول بعید نہیں ہے، اس میں اعتراض ہے، اس لئے کہ اجارہ عین شئی کے ختم ہونے پر واقع ہو رہا ہے (اور یہ درست نہیں ہے)۔

یہاں پر اگر چہ مقصود مچھلیوں کو حاصل کرنا ہے، لیکن اجرت تالاب کی ہو رہی تا کہ اس سے فائدہ اٹھا سکے، لہذا اگر تالاب کو اصل بنا کر اس سے متعلقہ فائدہ یعنی مچھلیوں سے فائدہ اٹھائے تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد نور القاسمی

فی زمانہ تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کا معاملہ کثرت سے رائج ہے اور بسا اوقات بعض معاملات اس میں سے غیر شرعی بھی ہوتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ احکام اچھی طرح سمجھ لئے جائیں۔

## حوض یا تالاب میں مچھلیوں کی بیع کرنا:

حوض یا تالاب اگر کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے، نیز یہ کہ اس وہ باقاعدہ مچھلی کی افزائش کرتا ہے تو ان مچھلیوں کو کسی دوسرے آدمی کے ہاتھوں فروخت کرنے کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ تالاب یا حوض چھوٹا ہے یا بڑا؟ اگر بڑا ہے تو بغیر مچھلیوں کو نکالے ہوئے فروخت کرنا درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ بائع فی الفور مبیع کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے، پھر یہ کہ مچھلیوں کی مقدار بھی متعین نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ اس کی پوری بحث اوپر گذر چکی ہے، ہاں اگر تالاب یا حوض چھوٹا ہے، تو بھی امام مالکؒ کے نزدیک بیع صحیح نہیں ہوگی، البتہ ان کے علاوہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس شرط کے ساتھ بیع درست ہوگی، جبکہ بغیر کسی حیلہ کے مچھلیاں پکڑی جاسکتی ہوں، لیکن اس صورت میں بھی احناف کے نزدیک مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا کہ دیکھنے کے بعد پسند آئے اور راضی ہوجائے، جائز اور نافذ ہوجائے گی اور اگر مشتری ناپسند کردے تو بیع فسخ ہوجائے گی (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۳۱-۴۳۲، نیز دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۵۶، المغنی ۴/ ۲۰۲، بدائع

الصنائع ۵/ ۲۹۵)، چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی (حفظہ اللہ) نقل فرماتے ہیں:

''پس اگر پانی ہر چہار جانب سے گھرا ہوا ہو جیسا کہ تالاب کا پانی ہوتا ہے، تو احناف، شوافع اور حنابلہ منجملہ فرماتے ہیں کہ اس کے اندر اس شرط کے ساتھ مچھلی کی بیع صحیح ہوگی جب بغیر شکار اور حیلہ کے پکڑنا ممکن ہو، البتہ احناف کے نزدیک مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا، امام مالک یا حوض کے اندر مچھلی کی بیع کے عدم جواز کے قائل ہیں'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۳۱)۔

## نجی تالاب میں ازخود آئی ہوئی مچھلیوں کا حکم:

وہ حوض یا تالاب جو نجی ملکیت کا ہو یا عوامی ملکیت کا، اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے ازخود آ گئی ہیں، اس کی خرید وفروخت یا اس کو ٹھیکے پر دینے کے مسئلہ سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر بحث کر لی جائے کہ آیا ان مچھلیوں پر مالک تالاب یا حوض کی ملکیت بھی ثابت ہوگی یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں یہ اصول ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مچھلی کا مالک بننے کی کل تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ مچھلی کی نشو ونما اور افزائش کے لئے بطور خاص کسی نے تالاب میں رکھا ہے، اس صورت میں ان مچھلیوں اور ان کی نسل کا وہی مالک قرار پائے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ مچھلی تو اس نے نہ ڈالی ہو لیکن مچھلی کے تالاب میں لانے یا آنے والی مچھلیوں کے واپس نہ جانے کے لئے اس نے کوئی حیلہ اور تدبیر کر رکھا ہو، اس صورت میں بھی تالاب میں آنے والی مچھلیوں کا وہی مالک ہوگا جس کا تالاب ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مچھلی کا شکار کر کے اسے اپنے برتن میں محفوظ کر لے چوتھی صورت جس میں آدمی چوتھی صورت جس میں آدمی مچھلی کا مالک نہیں ہو پاتا ہے، یا کسی کا تالاب ذاتی ہو اور اس میں مچھلیاں ازخود آ جائیں، اس میں مالک تالاب کی سعی وکوشش کا کوئی دخل نہ ہو، یہاں محض یہ بات کہ تالاب اس کی زمین میں واقع ہے، اس بات کے لئے کافی نہیں کہ اس کو ان مچھلیوں کا مالک قرار دیا جائے، اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے محض اس بات کو کہ پرندہ کسی کے کھیت میں انڈا یا بچہ دیدے اس بات کے لئے

کافی نہیں سمجھا ہے کہ اس زمین کا مالک ان بچوں اور انڈوں کا بھی مالک ہو، لہذا اگر وہ بیچنا چاہے تو نہیں بیچ سکتا ہے، الا یہ کہ وہ ان کو پکڑ لے، ورنہ جو بھی اس بچہ یا انڈا کو اٹھالے گا وہی اس کا مالک ہوگا، چنانچہ امام اکمل الدین محمد بابرتی (م:۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

"کما لو باض الطیر فی أرض إنسان أو فرخت فإنه لا یملک لعدم الإحراز" (شرح العنایہ مع الفتح ۶/۴۰۹)۔

(جیسا کہ پرندے نے کسی آدمی کی زمین میں انڈا یا بچہ دیا تو وہ جمع نہ کرنے کی وجہ سے مالک نہیں ہوگا)۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (ردالمحتار ۴/۱۱۹)۔

## نجی تالاب یا حوض کو مچھلی کے لئے ٹھیکہ پر دینا:

تالاب اور حوض کو مچھلی کے شکار کرنے کے لئے ٹھیکہ پر دینا گویا اجارہ پر دینا ہے، اس سلسلہ میں ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اجارہ میں منفعت سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے، نہ کہ عین شیٔ سے، جبکہ شیٔ زیرغور مسئلہ میں عین شیٔ کا ہلاک ہونا لازم آتا ہے، اس سلسلہ میں "الموسوعۃ الفقہیہ" میں لکھا ہے:

"لکن الحنفیة لا یجیزون إجارة الآجام والأنهار للسمک" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۷۷)۔

(حنفیہ آجام (جھاڑیوں والے حوض اور نہروں) کو مچھلی کے لئے اجارہ پر دینے کے قائل نہیں ہیں)۔

علامہ شامی (م:۱۲۵۲ھ) نے نہر اور بحر کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"قال فی النهی اعلم أن فی مصر برکا صغیرة کبرکة الفهادة تجمع فیها الأسماک هل تجوز إجارتها لصید السمک منها؟ نقل فی البحر عن الا یضاح

**عدم جوازها**" (رد المحتار ۴/۱۱۹، البحر الرائق ۶/۷۳)۔

(نہر میں فرمایا کہ جان لو کہ مصر میں چھوٹے تالاب مثلاً "برکۃ فہادہ"، جس میں مچھلیاں جمع ہوتی ہیں، کیا ان کو مچھلیوں کے شکار کرنے کے لئے اجارہ پر دینا جائز ہے؟ بحر میں ایضاح سے عدم جواز کا قول نقل کیا ہے)۔

نیز بڑے فقیہ علامہ خیر رملیؒ کے قول کی تردید کرتے ہوئے علامہ شامی آگے تحریر فرماتے ہیں:

"**لكن قوله غير بعيد الخ فيه نظر، لأن الإجارة واقعة علم استهلاک العين**" (رد المحتار ۴/۱۱۹)۔

لیکن ان کے "غیر بعید" کہنے میں نظر ہے، اس لئے کہ اجارہ عین شئی کے ہلاک ہونے پر واقع ہوا ہے۔

☆☆☆

# پانی میں مچھلیوں کی خرید وفروخت

مولانا احمد نادر القاسمی

## شرائط انعقاد بیع:

انعقاد بیع کی شرائط میں فقہاء نے مختلف شرطیں بیان کیں ہیں، یہاں ان تمام کا احاطہ تو ممکن نہیں، البتہ دو اہم اور بنیادی شرائط جو زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہیں ان کا ذکر کرنا گزیر ہے، کیونکہ بیع وشراء کی صحت کے لئے ان دونوں ہی باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱- جو چیز خریدی اور بیچی جارہی ہو اس پر بائع اور مشتری کی ملکیت ہو، کیونکہ خرید وفروخت کا منشا عاقدین کو باہم اپنی چیز کا مالک بنانا ہوتا ہے اور کسی چیز کا مالک اس وقت تک دوسرے کو نہیں بنایا جاسکتا ہے جب تک خود انسان کی اس پر ملکیت نہ ہو (دیکھئے: بدائع الصنائع ۵ / ۱۴۶)۔

۲- دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ بیع وشراء کے وقت بائع اور مشتری مبیع وثمن کی سپردگی پر قادر ہوں، لہٰذا اگر سپردگی کی قدرت مفقود ہوگی تو بیع منعقد نہیں ہوگی (حوالہ سابق)۔ انعقاد بیع کی ان دونوں شرطوں کا بیع کی صحت کے لئے پایا جانا ضروری ہے اور اس کی حیثیت کلیہ کی ہے جس پر ائمہ اربعہ اور مجتہدین کا اتفاق نقل کیا گیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے: (الروض المربع ۱۲/ ۲۰۷-۲۰۷، بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۶۹، متن الغایہ والتقریب/ ۱۵۴)۔

## غرر کی حقیت:

پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت کے باب میں ''غرر'' کو بڑی اہمیت دی ہے اور غرر ہی

کی وجہ سے علماء اور ائمہ فقہ میں جواز اور عدم جواز کی رائے قائم ہوئی ہے، اس لئے یہاں غرر کی مختصر تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے، الغرض:

شرعی اعتبار سے فقہاء نے مختلف الفاظ میں غرر کی حقیقت بیان فرمائی ہے، تاہم منشا کے اعتبار سے تمام تعریفوں کا حاصل ایک ہی معلوم ہوتا ہے، فقہاء احناف نے غرر کی حقیقت کسی چیز کے انجام کی پوشیدگی بیان فرمائی ہے، چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"فان الغرر هو الذى استوى فيه طرف الوجود والعدم"

(غرر وہ اندیشہ اور خدشہ ہے جس میں کسی چیز کا وجود اور عدم دونوں برابر ہو)۔

مشہور مالکی عالم شہاب الدین قرافی غرر اور جہالت کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں:

"وأصل الغرر هو الذى لا يدرى هل يحصل أم لا، كالطير فى الهواء والسمك فى الماء" (الفروق للقرافی ۳؍)۔

غرر کی اصل یہ ہے کہ جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ آیا وہ حاصل ہوگی یا نہیں، مثلاً اڑتے ہوئے پرندے، پانی میں مچھلی۔

## غرر کا تعین:

غرر کثیر اور غرر یسیر کے تعین کے سلسلے میں فقہاء کے یہاں کوئی اصول مذکور نہیں، البتہ ذکر کی گئی امثلہ، مثلاً: بیع نتاج، بیع آبق، اور بیع سمک فی الماء وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تعین کا مدار عرف اور لوگوں کے ماحول پر ہے جو لوگ جس پیشے اور کاروبار سے جڑے ہوتے ہیں اور ان کو اس سے ہمیشہ سابقہ پڑتا رہتا ہے، وہ بآسانی اس کا تعین کر سکتے ہیں کہ فلاں معاملہ یہ غرر (دھوکہ) ہے، اور یہ کم ہے یا زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ غرر کے متعین کرنے میں ہر زمانے اور ہر دور، نیز لوگوں کے نظریات وافکار کے اعتبار سے خاصا فرق نظر آتا ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں جو

کسی زمانے میں غرر سمجھی جاتی تھی اور کسی زمانے میں نہیں، اسی طرح بعض ائمہ مجتہدین کے یہاں غرر کثیر سمجھا جاتا ہے اور بعض کے یہاں یسیر، اسی بناء پر ائمہ اربعہ کے دبستان فقہ میں بھی بعض مسائل میں عدم جواز اور جواز کے جداگانہ اقوال ملتے ہیں جس سے یہ بات تو تقریباً طے ہو جاتی ہے کہ غرر کثیر اور یسیر کے تعین اور شناخت کا مدار عرف و عادت اور اہل پیشہ وحرفت کی اپنی اپنی روش رہی ہے مثلاً: شیخ منصور ابن یوسف بہوتی فرماتے ہیں:

"**إذا غبن فى البيع غبنا يخرج عن العادة، لأنه لم يرد الشرع بتحديده فرجع فيه إلى العرف**" (الروض المربع ۲۱۹)۔

(جب مبیع میں کسی قسم کا غبن ہو تو اس کی قلت اور کثرت کا تعین تعامل اور عرف سے کیا جائے گا، کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی تحدید مذکور نہیں، اس لئے اس معاملہ میں عرف ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

غرر کثیر اور یسیر کے احکام:

ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کا اس باب میں اتفاق ہے کہ غرر کثیر جو بیوع میں قابل انگیز نہیں، باجماع فقہاء درست نہیں، مثلا جانور کی تھن میں دودھ کی بیع، اڑتے ہوئے پرندے کی بیع، سیپ میں موتیوں کی بیع، پانی میں مچھلی کی خرید وفروخت وغیرہ معاملات (تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۸، مقدمہ ابن رشد مع المدونہ ۳/ ۲۰۹، المجموع شرح المہذب ۹/ ۲۵۸، فقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۳۸)۔

اور جہاں تک غرر یسیر کی بات ہے تو ظاہر ہے کہ جو ادنی درجہ کا غرر ہے اس سے کوئی خریدی اور بیچی جانے والی اشیاء کا محفوظ رہنا بہت مشکل امر ہے اور ہمیشہ اس طرح کی چیزوں سے انسان کو سابقہ پڑتا رہتا ہے، مثلا سنترا، اخروٹ اور اسی قسم کی دیگر خوردنی اشیاء جس کی صرف ظاہری شکل وصورت پر خرید وفروخت ہوتی ہے، اس طرح کے معاملات عام زندگی اور رواج میں

داخل ہو گئے ہیں، اس لئے غرر یسیر کو معمولی درجہ کی جہالت اور مبیع میں غیر موثر مان کر تمام فقہاء نے بالا تفاق جائز قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: (بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۵۵، المدونہ ۳/ ۲۰۹)۔

## تالاب اور دریا کے مچھلی کی بیع:

اس بارے میں بنیادی طور پر یہ بات سامنے رہنی چاہئے کہ کسی بھی چیز کی خرید وفروخت کے درست ہونے کے لئے لازمی طور پر دو امور کا پایا جانا ضروری ہے، جیسا کہ شرائط انعقاد کی بحث میں بیان کیا گیا، یہ دونوں چیزیں اگر بیک وقت نہیں پائی جائیں تو بیع وشراء کا معاملہ شریعت کے مبینہ اصول کی روشنی میں قطعا نادرست ہوگا، اب تالاب اگر کسی شخص کا ذاتی ہو اور اس نے اپنے ذاتی سرمایہ سے تالاب میں افزائش کے لئے مچھلیاں ڈالی ہوں، یا مچھلیوں کے آنے کے بعد راستے بند کر دیئے ہوں اور تالاب کی مچھلیاں اس سے نہ باہر جاتی ہوں اور نہ باہر سے سیلاب وغیرہ کی وجہ سے اندر آتی ہوں اور صاحب تالاب کسی نوعیت سے اس کی سپردگی پر قادر ہو تو فقہاء احناف کی تشریحات کے مطابق اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، اور اگر کسی نے تالاب یا نالیاں مچھلی کی پیداوار بڑھانے اور پالنے کے لئے نہ بنایا ہو اور نہ ان کے راستے بند کئے ہوں، بلکہ اسے یونہی عام رکھا ہو تو اس صورت میں اس کی مچھلی کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اس کا سرے سے مالک نہیں ہے، بلکہ وہ عام اور مباح الاصل ہے، اور سب کے لئے جائز ہے جو پکڑ لے وہی اس کا مالک ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح القدیر ۶/ ۴۰۹، بدائع الصنائع ۵/ ۱۴۸، رد المحتار ۴/ ۱۱۹)۔

## خلاصہ بحث:

ائمہ اربعہ کے نظریات اور متبعین کی فقہی آراء سے یہ بات سامنے آئی کہ تالاب اور ندی نالے وغیرہ کی مچھلیوں کی خرید وفروخت ان کا اشکار اور پانی سے نکالے بغیر فی الفور غیر مقدور

التسلیم اور مجہول ہونے کی وجہ سے ناجائز اور فاسد ہے، مگر یہاں دو باتیں قابل غور ہیں: ایک یہ کہ فی زمانہ اس طرح مچھلی کی خرید وفروخت پوری دنیا میں ہو رہی ہے جو عرف عام کا درجہ رکھتی ہے، یہ عرف فاسد ہے یا عرف صحیح؟ دوسرے یہ کہ تالاب وندی نالے حوض وغیرہ میں مچھلیوں کی خرید وفروخت کی نہی اور ممانعت کس قبیل کی ہے، نیز یہ بات بھی کہ اس طرح مچھلیوں کی خرید وفروخت آج کی دنیا میں پروجیکٹ کی صورت اختیار کر گیا ہے جو انسانی ضروریات کا ایک حصہ ہے، اگر اس کا کوئی مثبت حل سامنے نہیں آتا تو دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں یا تو پوری انسانیت ایک ناجائز اور غیر مشروع امر کی مرتکب ہو، یا پھر نعمت خداوندی سے محروم ہو، ظاہر ہے یہ دونوں چیزیں ارشاد باری: "إن الله يريد بكم اليسر ولا يريد بكم العسر"، اور قاعدہ "الحرج مدفوع" کی بنا پر مردود ہیں۔

دوسری طرف انسانی ضروریات اور حاجات کا تقاضا یہ ہے کہ آج کل کے تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت جو تجارت اور انسانی معاش کا ایک حصہ بن گئی ہے شریعت کے قواعد عامہ "الضرورات تبيح المحظورات، عموم بلوى" اور "الحاجة تنزل منزلة الضرورة" نیز "المشقة تجلب التسيير" کے پیش نظر جائز ہونا چاہئے۔

اس لئے اس بارے میں احقر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ تعامل اور عرف، نیز ضرریات انسانی کے پیش نظر تالاب وغیرہ کی مچھلیوں کی خرید وفروخت بھی فی زمانہ جائز ہوگی، رہا غرر کا مسئلہ تو متقدمین کے زمانہ میں اتنی سہولیات ان کے پرکھنے کی نہیں تھیں اور آج کے ترقی پذیر دور میں اس کے ماہرین اس سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اس لحاظ سے بھی یہ غرر یسیر کے زمرے میں آتا ہے جس کو فقہاء نے بہ اتفاق جائز قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے جب تعامل کی بنیاد پر یہ امر جائز قرار پاتا ہے تو اس کو شکار سے قبل بیچنا بھی جائز ہوگا اور عام مسلمانوں کا خریدنا بیچنا بھی، خواہ فروخت کنندہ مسلمان ہو یا غیر مسلم جائز ہوگا۔

## ذاتی تالاب یا حوض میں مچھلیاں پال کر فروخت کرنا:

یہ بات بھی تقریباً ماقبل میں ذکر کی جاچکی ہے کہ کوئی شخص مچھلیوں کے شکار یا اسے روکنے کے لئے کوئی تالاب یا گڑھا بناتا ہے یا اپنی ملک میں سیلاب وغیرہ کی وجہ سے مچھلیاں آنے کے بعد اس کے راستے مسدودہ کر دیتا ہے تو وہ مچھلیاں اس کی ذاتی ملک ہو جاتی ہیں، کسی دوسرے کے لئے اس کا پکڑنا درست نہیں رہتا ہے۔

تو جب آدمی اپنے ذاتی سرمایہ سے مچھلی کی افزائش کر رہا ہو تو بدرجہ اولی اس کا فروخت کرنا جائز ہوگا، اس سلسلے میں قریب قریب ائمہ اربعہ کے یہاں نظائر موجود ہیں (دیکھئے: فتح القدیر ۶ر ۴۱۰، المغنی لابن قدامہ ۴ر ۱۴۳)۔

## تالاب یا حوض وغیرہ کو ٹھیکہ پر دینا:

تالاب، حوض اور نالے کے اجارہ پر دینے کے سلسلے میں احناف کے درمیان اختلاف ہے، جمہور احناف اس بات کے قائل ہیں کہ اسے اجارہ پر دینا درست نہیں ہے، البتہ علامہ خیر رملی کا خیال ہے کہ جائز اور حضرت فاروقؓ، نیز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی جواز نقل کیا گیا ہے، حنفیہ کے پیش نظر یہ بات ہے کہ تالاب کا اجارہ پر دینا اور ان کی مچھلیوں سے استفادہ کرنا عین شئی کے استہلاک کے مرادف ہے جو اجارہ کے لئے مانع ہے، اس لئے تالابوں، حوضوں اور نالوں کو اجارہ پر دینا غیر مشروع امر ہے، تاہم حنابلہ اس اجارہ کو جائز قرار دیا ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: (رد المحتار ۴ر ۱۱۹، المغنی لابن قدامہ ۴ر ۱۴۳)۔ البتہ شافعیہ کے یہاں دو رائے ہے، ایک گروہ جواز کا قائل ہے اور دوسرا گروہ عدم جواز کا (دیکھئے: (المجموع شرح المہذب ۹ر ۲۸۵)۔

ائمہ کے درمیان اس فقہی اور فروعی اختلاف سے فی زمانہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور عموم بلوی کی وجہ سے جواز کا فتوی دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ حنفیہ نے عموم بلوی اور انسانی ضروریات کی وجہ سے جواز کے فتوے دینے کی بات کہی ہے۔

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت کا حکم

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

ذخائر احادیث میں کوئی صریح روایت نہیں ملتی جس سے تالاب میں مچھلی کی بیع کی ممانعت ہو، البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں مچھلی کی بیع جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر ہے، غور طلب بات یہ ہے کہ اس ابن مسعودؓ کے قول کی بنیاد بھی غرر ہی ہے۔

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کی مچھلی کی بیع کا مسئلہ مجتہد فیہ ہے، لہذا تالاب میں مچھلی کی بیع کے عدم جواز پر حضرت ابن مسعودؓ کے قول کو حجت نہیں بنایا جا سکتا، راقم آخر میں علامہ ابن حزم کی رائے قلمبند کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم مطلقاً جواز کے قائل ہیں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا انسان مالک ہو اس میں اس کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

"کل ما ملکه المراء فحکمه فیه نافذ بالنص، وإن شاء أمسکه وإن شاء باعه وإن شاء وهبه وقدم بطلنا قبل قول من فرق بین الصید یتوحش، و بین الإبل والغنم والبقر والخیل یتوحش، وکذلک لا فرق بین الصید من السمک ومن الطیر و من النحل" (المحلی ۸/۳۸۸)۔

(جس چیز کا آدمی مالک ہو جائے اس کا حکم اس میں جاری ہوگا، چاہے تو وہ اپنے پاس رکھے رہے چاہے فروخت کر دے ہم باطل قرار دے چکے ہیں ان لوگوں کے قول کو جنہوں نے

جنگلی شکار اور اونٹ، گائے اور جنگلی گھوڑے کے درمیان فرق کیا ہے، ایسے ہی کوئی فرق نہیں مچھلی اور پرندے کے شکار کرنے کے درمیان)۔

## ٹھیکیدار کا مچھلی شکار کرنے کے بعد فروخت کرنا:

فقہاء احناف کے یہاں ''بیع غیر صحیح کی دو قسم ہے باطل اور فاسد، فقہاء نے تالاب میں مچھلی کی بیع کو دو وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے: غرر و جہالت کا پایا جانا اور مقدور التسلیم نہ ہونا اور یہ دونوں بیع فاسد کے اسباب میں سے ہیں، اور چونکہ بیع فاسد قبضہ کے بعد مفید ملک ہوتی ہے، لہذا ٹھیکے دار کا اس طرح حاصل کی ہوئی مچھلیاں شکار کرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا یا کسی مسلمان شخص کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہونا چاہئے۔

## نجی تالاب یا حوض کی مچھلیوں کو فروخت کرنا:

ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے کہ صحت بیع کی شرائط میں سے مبیع کا مملوک ہونا اور مقدور التسلیم ہونا شرط ہے، مسئولہ صورت میں مبیع پر بائع کی ملکیت تو ہے، مگر بظاہر بائع کو قدرت علی التسلیم حاصل نہیں، تاہم پہلے سوال کے جواب کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہونی چاہئے۔

## حوض یا تالاب میں ازخود آنے والی مچھلی کی بیع:

اگر حوض یا تالاب مچھلی کی افزائش کے لئے تیار تو نہ کئے گئے ہوں، یا افزائش مچھلی کے لئے بنائے گئے ہوں، لیکن ''زیرہ'' ڈالے بغیر مچھلیاں بارش کی وجہ سے ازخود آ گئیں، اور صاحب حوض یا تالاب یا عوامی ملکیت والے تالاب کا ذمہ دار اس کی حفاظت کرنے لگے تو حاصل شدہ مچھلیاں صاحب حوض و تالاب اور عوام کی کی مملوکہ ہوں گی (فتح القدیر ۶/۴۱۰)۔

لہذا سوال کے جواب کی تفصیل کے مطابق یہ صورت بھی شرعا جائز ہونی چاہئے اور موجودہ زمانہ کے پیش نظر کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر دینا بھی درست ہوگا، چنانچہ علامہ شامی نے "کتاب الخراج" کے حوالہ سے ابوالزناد کا واقعہ نقل کیا ہے جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑسکتی ہے (رد المحتار ۴/۱۱۹)۔

☆☆☆

# مچھلی کی رائج تجارت

مولانا محمد ابرار خان ندوی

## ندی یا تالاب میں مچھلیوں کی خرید وفروخت:

مچھلی کی خرید وفروخت کا مسئلہ کوئی دورنو کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ زمانہ قدیم سے ہی اس کی تجارت کی جاتی رہی ہے، البتہ عصر جدید میں اس اسکے کثیر الوقوع، اور رائج ہونے کی بناء پر مسئلہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے اور ارباب علم وفقہ کو فقہاء اسلام کے فتوی عدم جواز پر ازسرنو غور وفکر کرنے پر مجبور کر دیا ہے، اور ایک سوالیہ نشان بن گیا ہے، کہ موجودہ دور میں مچھلی کی خرید وفروخت کی جو شکلیں رواج پذیر ہیں وہ بظاہر شریعت اسلامیہ کی نظر میں اور فقہ اسلامی کی رو سے مجہول یا غیر مقدور التسلم ہونے کے سبب ناجائز ہونی چاہئے، کیونکہ بیع وشراء کے درست ہونے کے لئے درج ذیل دو بنیادی چیزوں کا پایا جانا بہت ضروری ہے، ورنہ معاملہ ہی صحیح قرار نہ پائے گا، اول: یہ ہے کہ جو چیز فروخت کی جائے بائع اس کی سپردگی پر مکمل طور پر قدرت رکھتا ہے، دوسرے یہ کہ وہ چیز مجہول وغیر معلوم نہ ہو بلکہ موجود ہے، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

”شرائط بیع میں سے ہے کہ مبیع عقد کے وقت مقدور التسلیم ہو، اگر عقد کے وقت اس کو سپرد کرنا ممکن نہ ہو تو بیع نہیں ہوگی، اگر وہ اس کی ملکیت کیوں نہ ہو، اور اسی کی شرائط میں یہ بھی ہے کہ مبیع وثمن معلوم ہو“ (بدائع الصنائع ۵؍۱۴۷)۔

ندی یا تالاب کا کرایہ پر لینا:

اس بارے میں سوال یہ ہے کہ ندی و تالاب کو ٹھیکیدار پر لینا کیسا ہے؟ اور شریعت میں کیا اسکی گنجائش موجود ہے؟ تو اس کے لئے جب ہم فقہ اسلامی کے ذخیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو بات بالکل عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ تالاب کو اجرت پر لینے کے نظائر بھی موجود ہیں اور اس کی اجازت بھی دی گئی ہے۔

چنانچہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"لو استأجر البركة أو الشبكة أو استعارها لاصطياد جاز" (المغنی ۴ر ۱۴۳)۔

(اگر تالاب یا جال کو اجرت پر لے یا شکار کی خاطر ان دونوں کو بطور عاریت لے تو جائز ہے)۔

اور احناف میں علامہ شامی نقل کرتے ہیں:

("نہر" میں ہے کہ معلوم ہونا چاہئے کہ مصر میں چھوٹے تالاب ہیں جیسے "فهادة" وغیرہ ان میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تو کیا مچھلیوں کا شکار کرنے کی خاطر اس کو اجرت پر دینا درست ہے تو "بحر" میں "ایضاح" کے حوالہ سے عدم جواز نقل کیا ہے اور پہلے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ابو الزناد سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے):

"میں نے حضرت عمر بن الخطاب کے پاس لکھا کہ سرزمین عراق میں ایک حوض ہے جسمیں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں تو کیا ہم اس کو ٹھیکہ پر دے سکتے ہیں؟ تو انہوں نے مجھے لکھا کہ ہاں: ایسا کر سکتے ہو اور جو "ایضاح" میں ہے وہ قواعد فقہیہ سے زیادہ میل کھاتا ہے" (رد المحتار ۴ر ۱۱۹)۔

امام ابو یوسف کی مذکورہ روایت کو علامہ شامی نے مرجوح اور ایضاح کی روایت عدم جواز کو راجح و فقہی اصول و قواعد سے زیادہ میل کھانے والا قرار دیا ہے، لیکن علامہ خیر الرملی نے امام

ابو یوسف کی روایت کو قابل قبول اور لائق عمل وترجیح کہا ہے (موجوہ حالات میں اس پر فتوی دیا جاسکتا ہے)، دیکھئے: (حوالہ سابق)۔

## تالاب ذاتی یا عوامی کا حکم:

حوض یا تالاب خواہ ذاتی ملکیت کے ہوں یا عوامی اور اس میں مچھلیوں کی باقاعدہ پرورش کی گئی ہو، یا بارش وغیرہ کے سبب ازخود آ گئی ہوں، فقہاء کے نزدیک ہرصورت میں ان کی بیع وشراء ناجائز قرار پاتی ہے، کیونکہ مقدور التسلیم کی شرط مفقود ہے (دیکھئے: مجمع الانہر ۲/ ۵۵)۔

## خلاصہ بحث:

خلاصہ کلام یہ کہ تالاب کے اندر مچھلیوں کی بیع وشراء کرنا جائز ہے، ورنہ یہ امت جو آج ہر طرف پریشان و بے چین ہے، سیاسی سطح پر بھی ظلم وزیادتی اور ناانصافی کا معاملہ کیا جارہا ہے، اپنے حقوق سے محروم ہے، اعلی سے لے کر ادنی درجہ کے مناصب سے بے دخل کر دیا گیا ہے، تجارت وصنعت کے میدان میں بھی سوتیلہ پن کے سلوک سے دو چار ہے، اس لئے امت کو مصائب سے نکالنے کی تدبیریں کرنا ہے، لہذا "المشقة تجلب التيسير" کے اصول کے تحت بھی گنجائش واباحت کا پہلو نکالا جاسکتا ہے، اور پھر سب سے بڑھ کر اس دور میں عدم جواز کے علل واسباب باقی ہی نہیں رہے، اس زمانہ میں نہ ہی مچھلی غیر مقدور التسلیم ہی ہے اور نہ جہالت کا وجود ہے، اس لئے جواز کا فتوی (موجودہ عرف وزمانہ اور حالات وترقیات کو دیکھتے ہوئے) مناسب ہوگا، البتہ ندی وسمندر میں غیر مقدور التسلیم اور جہالت" کی علت برقرار ہے جس کی بناء پر جواز کی گنجائش تلاش کرنا مشکل ہے۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کا مسلک

مولانا محمد قمر الزماں ندوی

حنفیہ کسی کو فروخت کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں اول یہ کہ جو چیزیں بیچی جارہی ہوں وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سپردگی ممکن ہو، اگر فی الحال اس کے حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو تو بیع نہ ہوگی، مثلاً عبد آبق کی بیع یا کسی گم شدہ جانور کی بیع، گو کہ وہ اپنے اصل مالک ہی کی ملکیت میں ہے، لیکن ہر وقت اس کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اس بنا پر احناف کے یہاں بھی تالاب کے اندر مچھلی کی بیع ناجائز ہے، البتہ اگر تالاب اتنا چھوٹا ہو کہ بغیر حیلہ کے مچھلی نکالی جاسکتی ہو تو اس صورت میں مچھلی کی بیع تالاب کے اندر بغیر قبضہ کئے بھی جائز ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: البحر الرائق ۶/ ۳۷۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مچھلی اس شخص کی ملک میں داخل ہے اور وہ بآسانی اس کے حوالہ کرنے پر قادر ہے تو اس کی خرید وفروخت درست ہوگی لیکن اگر اس کی سپردگی پر قادر نہ ہو یا ابھی اس کا مالک ہی نہ ہوا ہو تو خرید وفروخت کا معاملہ جائز نہ ہوگا، مچھلی کے بآسانی مقدور التسلیم، یعنی حوالگی پر قادر ہونے کی ہی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ شکار کے بعد برتن میں محفوظ کرلے یا یہ کہ مچھلی کو کسی ایسے چھوٹے گڑھے میں رکھے جس سے نکالنا آسان ہو اور سہل ہو۔

شافعیہ کے یہاں بھی مچھلی کی بیع تالاب کے اندر جائز ہے علت نہی غرر اور غیر مقدور التسلیم ہونا ہے۔

''ایسی چیز کی بیع جس کی سپردگی ممکن نہ ہو، جیسے پرندے کی بیع ہوا میں اور مچھلی کی بیع

پانی کے اندر اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز نہیں حضرت ابوھریرہ کی حدیث میں مروی ہے کہ بیشک نبی اکرم علیہ السلام نے بیع غرر سے روکا ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ پانی کے اندر مچھلی کی بیع نہ کرو، اس لئے کہ اس میں غرر ہے اور اس لئے بھی کہ بیع کا مقصد ملکیت میں تصرف کرنا ہے اور وہ ایسی چیز میں ممکن نہیں ہے جس میں سپردگی کی قدرت نہ ہو من جملہ بیع غرر میں سے مچھلی کی بیع پانی کے اندر بھی ہے'' (المہذب ۹/ ۳۶۲)۔

مالکیہ کے نزدیک پانی کے اندر مچھلی کی بیع بغیر قبضہ کئے ہوئے ناجائز ہے، لیکن اگر مچھلی اس شخص کے ملک میں داخل ہے اور وہ بآسانی اس کے حوالہ کرنے پر قادر ہے تو اس کی خرید وفروخت درست ہوگی، لیکن اگر اس کی سپردگی پر قدرت نہ ہو یا ابھی اس کا مالک ہی نہ ہو تو پھر خرید فروخت کی یہ صورت جائز نہ ہوگی (دیکھئے: الثمر الدانی /۸۲۱)۔

حنابلہ کے یہاں بھی پانی کے اندر مچھلی کی بیع بغیر قبضہ کئے ناجائز ہے، البتہ اگر تین شرطیں پائی جائیں تو پھر مچھلی کو تالاب کے اندر بیچا جاسکتا ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ وہ تالاب مملوکہ ہو (۲) پانی اتنا رقیق اور صاف ہو کہ مشاہدہ سے مانع نہ ہو، یعنی مچھلیاں نظر آتی ہوں، (۳) مچھلی کا پکڑنا اور اس کا روکے رکھنا بھی ممکن ہو، اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو مچھلی کو تالاب کے اندر ہی بیچا جاسکتا ہے (دیکھئے: المغنی /۴ ۱۴۲)۔

خلاصہ یہ کہ جمہور علماء کے یہاں بالاتفاق تالاب کے اندر مچھلی کی بیع ناجائز ہے اور علت مبیع کا غیر مقدور التسلیم ہونا اور امکانی غرر کا پایا جانا ہے۔

اس سلسلے میں فقہاء اصول ''الضرورة تبيح المحظورات'' اور ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة'' کے فقہی اصول پر عمل کرنے کی گنجائش دی جانی چاہئے جہاں تک معدوم اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے زمانے میں یہ امکان رہتا تھا کہ بالکلیہ تالاب میں مچھلی ہو ہی نہ، جبکہ آج کل انڈے اور بیج کی شکل میں مچھلیاں تالاب میں ڈالی جاتی ہیں اور تاجر لوگ اس کا اندازہ لگا لیتے ہیں کہ مچھلیاں کتنی ہوسکتی ہیں اور اگر اس کے باوجود غرر

کی صورت پیش آتی ہے تو وہ اتنا معمولی غرر ہوتا ہے کہ جسے مشتری برداشت کر لیتا ہے، یعنی وہ غرر یسیر کے حکم میں ہوتا ہے، جہاں تک غیر مقدور التسلیم ہونے کی بات ہے تو اس سلسلے میں یہ وضاحت کافی ہے کہ پہلے زمانوں میں مچھلیوں کے نکالنے کا کوئی ایسا مؤثر ذریعہ نہ تھا جس سے مچھلی تالاب سے بہ آسانی نکالی جاسکتی ہو، لیکن اس کے برعکس اس دور میں مچھلی نکالنے کے لئے مختلف طریقے اور سامان رائج ہو گئے ہیں جس سے مشتری اسے اپنی رضامندی سے چھوڑ دیتا ہے، مگر اس کو غرر بھی مانا جائے تو وہ غرر معمولی درجہ کی ہوتی ہے جو غرر یسیر کے حکم میں ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ مچھلی کی اس طرح خرید وفروخت اتنا عام ہو گیا ہے کہ جس سے بچنا ناممکن سا نظر آتا ہے، جو جہالت کے عام ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اس سے الگ رکھنا بھی ایک مشکل کام ہے، خود فقہاء امت نے اس کا اعتراف کیا ہے، یہ مسئلہ آج ہی کا پیدا نہیں ہے، بلکہ کئی سوصدی قبل فقہاء نے بیع سمک کو کثیر الوقوع مسئلہ میں شمار کیا ہے، اور خود فقہاء نے اس کے حل کی ضرورت محسوس کی ہے۔

لہذا اگر تالاب کے اندر مچھلی کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا جائے تو حدیث کے مخالف عمل کرنا لازم نہیں آتا اور حدیث سے متصادم بھی نہیں ہوگا، پھر وہ غرر ممنوع بھی نہیں ہے، بلکہ غرر یسیر کو فقہا نے جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ بعض بیع تو وہ ہے جو غرر سے خالی ہی نہیں ہے، اصلاً ممنوع ہے تو وہ غرر ہے جو غرر فاحش ہو، جو نزاع اور افتراق کا سبب بنے، یا لوگوں کے مال کو باطل طریقے سے کھانا لازم آئے، مچھلی کی بیع تالاب کے اندر کے جواز میں غرر فاحش کا امکان قطعاً نہیں ہے جو نزاع کا سبب بنے اور ناحق کسی کا مال کھانا لازم آئے، بلکہ آجکل تاجر کو اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ اس تالاب میں کتنی مچھلیاں نکل سکتی ہیں، تو اسی کے مناسب قیمت بھی لگاتا ہے، شاذونادر ہی غرر کا واقعہ پیش آتا ہے۔

خود امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ ہر اس چیز کی بیع درست ہے جس کے اندر معمولی غرر ہو اور ضرورت و حاجت اس کو مستلزم قرار دے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے ''القواعد

النورانیہ'' میں لکھا ہے کہ بیع کے سلسلے میں امام مالک کے اصول دوسرے فقہاء کے مقابلہ میں بہتر اور عمدہ ہیں، اس لئے اس کو اختیار کیا جانا چاہئے۔

اس کی تفصیل ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب ''الحلال والحرام فی الاسلام'' میں لکھی ہے (دیکھئے: مذکورہ کتاب ر ۲۳۲)۔

اس وقت مچھلی کی بیع تالاب کے اندر حاجت ہی کی شکل میں داخل ہے جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے اور یہ حاجت عام ہے کیونکہ جس طرح تاجر پیشہ ور لوگ اور شہر والے مچھلی کھاتے ہیں، بعینہ وہی صورت حال دیہات والوں کے ساتھ ہے، نیز یہ حاجت متعین بھی ہے، کیونکہ بازار میں آجکل جو مچھلیاں خرید وفروخت ہوتی ہیں سب اسی قبیل سے ہوتی ہیں، اس لئے لوگ مجبور ہیں کہ اس معاملہ کو غرر ہونے کے باوجود حاجت اور ضرورت کی بنیاد اختیار کریں، خود فقہاء کے یہاں اصول موجود ہے جس سے حاجت کے وقت بہت سی صورتوں کو جائز قرار دیا جائے، فقہی اصول ہے ''الحاجه تنزل منزلة الضرورة''۔

☆☆☆

# ندی نالے کی مچھلیوں کی بیع

مولانا نسیم الدین قاسمی ☆

وہ ندی نالے کی مچھلیوں کی بیع جو کسی شخص کی ملکیت میں نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ سرکار کی تحویل میں ہوتی ہے اور حکومت اسے کسی خاص شخص، کوآپریٹو سوسائٹی یا گرام پنچایتوں کو بندوبست کردیتی ہے اور یہ حضرات سرکار کو معاوضہ دیکر معین جگہ سے مدت معینہ تک مچھلیاں نکالتے ہیں، خود استعمال کرتے ہیں اور فروخت بھی کرتے ہیں، اور یہی طریقہ آج کل متعارف ہے اور ندی کی مچھلیوں کا حال یہ ہے کہ وہ سیلاب کی آمدورفت سے آتی اور جاتی رہتی ہیں، اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہیں:

۱- جو چیزیں فروخت کی جارہی ہے اس پر بیچنے والے کی ملکیت ہو (۲) اس شئی کی حوالگی اور سپردگی ممکن ہو، جیسے گمشدہ مال یا جانور کی بیع گو وہ اپنے اصل مالک ہی کی ملکیت ہے، لیکن بروقت اس کے حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اس وجہ سے اس کی بیع جائز نہیں ہے (ہدایہ ج ۳، باب البیع الفاسد)۔

یہی صورت حال دریا اور سرکاری ندی نالے کی مچھلیوں کے سلسلے میں بھی ہے کہ اگرچہ دریا کی مچھلیوں پر سرکار کی ملکیت ہے، لیکن وہ اس کی حوالگی اور سپردگی پر قادر نہیں، لہذا اس قسم کا بیع وشراء کرنا جائز نہیں ہوگا۔

"لا يجوز بيع السمک قبل أن يصطاد، لأنه باع ما لا يملكه، ولأنه

☆ جامع العلوم افضل گڑھ بجنور۔

**غیر مقدور التسلیم**" (ہدایہ ۳/ ۵۲، امداد الفتاوی ۳/ ۴۹)۔

(مچھلی کی بیع شکار کرنے سے قبل جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ایسی چیز کی بیع کی ہے جو اس کے ملک میں داخل نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ غیر مقدور التسلیم بھی ہے)۔

## ٹھیکیدار کا دریا کی مچھلیوں کو شکار کرنے کے بعد فروخت کرنا:

چونکہ بیع اول درست نہیں ہوئی "بیع مالا یملکہ" اور غیر مقدور التسلیم ہونے کی بناء پر تو اب اس دریا، یا ندی نالے کی مچھلیوں پر سرکار کی ملکیت ہے، اب اگر ٹھیکیدار اس دریا کی مچھلی کو شکار کر کے فروخت کرتا ہے تو اس کا بیع وشراء کرنا درست ہے، بایں معنی کے شکار کرنے کے بعد اسکی ملکیت اس پر ثابت ہوگئی اور مقدور التسلیم بھی ہے

"ہدایہ" میں ہے:

"ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد إلا بصید" (ہدایہ ۳/ ۵۲)۔

## حوض یا تالاب کی مچھلیوں کی بیع:

مچھلی کا مالک بننے کی تین صورتیں ہیں (۱) اس حوض یا تالاب میں باقاعدہ مچھلی پالنے کے لئے رکھا ہو (۲) مچھلیوں کے تالاب میں لانے یا حوض میں آنے والی مچھلیوں کے واپس نہ جانے کے لئے اس نے کوئی تدبیر کی ہو (۳) تیسری شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مچھلی کا شکار کر کے کسی برتن میں محفوظ رکھا ہو۔

جیسا کہ "عینی" اور "عنایہ" میں ہے:

"أو سد صاحب الحظیرة علیھا ملکھا ولو سد موضع الدخول حتی صار بحیث لا یقدر علی الخروج، فقد صار آخذاً له" (عنایہ ۶/ ۴۹)۔

یہ تو تفصیل ہوئی مچھلیوں کی ملکیت میں آنے کی، اب جواز بیع وعدم فساد کے لئے

مملوک ہونے کے بعد یہ شرط ہے کہ وہ مقدور التسلیم ہو، چونکہ حظیرہ کبیرہ یا بڑے تالاب میں یہ قدرت نہیں ہے، اس لئے حظیرہ صغیرہ (چھوٹا گڑھا) یا حوض ہونا شرط ہے، اگر یہ شرط پائی جاتی ہے تو کسی شخص کے نجی تالاب، یا حوض کی مچھلی کو شکار کرنے سے قبل فروخت کرنا جائز ہے، اور وہ دوسرا شخص ایک خاص مدّت میں حوض یا تالاب کی مچھلیاں نکال کر فروخت کرے تو شرعاً اس قسم کا معاملہ کرنا جائز ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے: (دیکھئے: فتح القدیر ۳/ ۸۲)۔

## نجی یا عوامی حوض یا تالاب کی ملکیت کی مچھلیوں کی بیع:

کوئی حوض یا تالاب نجی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا، اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے کی وجہ سے از خود آ گئی ہیں تو ایسے تالاب یا حوض میں یہ دیکھا جائیگا کہ آیا اسی مقصد کے لئے اس نے تیار کیا گیا تھا کہ مچھلیاں اس کے اندر آئے، تو اس تالاب کی مچھلیاں اس کی ملکیت میں داخل ہو جائیں گی، ورنہ نہیں۔

''فتح القدیر'' میں ہے:

''چنانچہ اگر کسی شخص کی ملکیت میں گڑھا ہو اور اس گڑھے کے اندر مچھلی داخل ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا کہ نہیں، پس اگر اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا تو جو مچھلی اس کے اندر داخل ہوگی اس پر اس شخص کی ملکیت ہوگی اور کسی دوسرے شخص کو اس مچھلی کا پکڑنا جائز نہیں۔ اور اگر اس مقصد کے لئے تالاب تیار نہ کیا تھا، محض تالاب ہونے کی بنا پر ہی اس کی ملکیت نہیں ہوگی اور اس کا بیع کرنا بھی جائز نہ ہوگا، عدم ملکیت کی بناء پر'' (فتح القدیر ۳/ ۸۲)۔

یہاں محض یہ بات کہ تالاب اسکی زمین میں واقع ہے اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ مچھلی پر بھی اس کی ملکیت ہو اور اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء نے محض اس بات کو کہ پرندہ کسی کے کھیت میں بچہ یا انڈا دے دے کافی نہیں سمجھا کہ اس کھیت کا مالک ان بچوں اور انڈوں کا بھی

مالک ہو، بلکہ جو بھی اس بچہ یا انڈا کو اٹھائے وہی اس کا مالک ہے (عنایہ فتح القدیر ۶/۴۹)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حوض ذاتی ملکیت کا ہو، یا عوامی ملکیت کا اگر مچھلیاں اس کے اندر از خود پیدا ہو گئیں یا بارش کیوجہ سے آگئیں تو اگر وہ اسی مقصد کے لئے تیار کیا تھا تو اس پر اسکی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور اس مچھلی کو کسی خاص مدت کے لئے ٹھیکہ پر خرید و فروخت کرنا اس کے لئے جائز ہے، ورنہ نہیں۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع کے چند مسائل

مولانا محمد شاہد قاسمی

مچھلی کی بیع پانی میں درست نہیں ہے، ممانعت کی وجہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''إن النبی ﷺ نهی عن بیع الغرر''، مسند احمد میں ابن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے: ''لا تشتروا السمک فی الماء، فإنه غرر''، حدیث پاک میں ممانعت کی علت غرر کو قرار دیا گیا ہے، اسی بناء پر تمام فقہاء نے مچھلی کی بیع کو غرر کی وجہ سے ناجائز قرار دیا ہے۔

اب سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس کو کس فہرست میں رکھا جائے غرر موثر یا غرر موثر؟

تمام فقہاء نے جہت غرر کی تعین کر دی ہے اور وہ معقود و رالتسلیم نہ ہونا اور مبیع کا مجہول ہونا ہے۔

دیگر مسائل میں معدوم کی بیع کو محض تعامل ناس کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے تو مچھلی کی بیع بھی درست ہونی چاہئے، جبکہ مچھلی معدوم نہیں مستور رہتی ہے، نیز عین غائبہ مملوکہ کی بیع حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اگر چہ وصف مجہول ہو (۴) البتہ مشتری کے لئے خیار رویت رہتا ہے، اور عمر بن عبدالعزیز، ابن ابی لیلی کے نزدیک تو پانی میں مچھلی کی بیع مطلقا جائز ہے (المحلی لابن حزم ۸/ ۴۰۰)۔

ضرورت اور عام لوگوں کو حرام سے بچانے کے لئے کوئی تدبیر نکالنا تاکہ وہ حلال طریقے سے حاصل ہو جائز ہے، جسے ''حیلہ'' کہا جاتا ہے، آج کل جب کہ بازار میں آنے والی عام مچھلیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، اس لئے اس طرح کی بیع کو جائز قرار دینا ضرورت میں داخل ہو گیا ہے، ورنہ مچھلی کھانا ہی حرام ہو جائے گا، اس ضرورت کے پیش نظر مچھلی کی بیع کو جائز قرار دیا

جانا چاہئے۔

## سوال نمبر ۳ کا جواب:

جو حوض یا تالاب کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہو اور وہ اس میں مچھلیاں پال کر شکار کرنے سے پہلے فروحت کرنا چاہتا ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، چونکہ مچھلی مملوک ہے جہاں تک بات غیر مقدور التسلیم اور مبیع مجہول ہونے کی، تو یہ خاص اس مسئلے میں انعقاد بیع کے لئے مانع نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل سے بیان کیا گیا، اور مشتری کا مچھلی کو ایک خاص مدت تک کے لئے تالاب میں بائع کی رضامندی سے رکھنا جائز ہے، جیسا کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو ایک مدت کے لئے اس پر باقی رکھنا بائع کی رضامندی سے جائز ہے، چنانچہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں:

**"لأنه لو شراها مطلقا و تركها بإذن البائع طاب له الزيادة"** (درمختار ۴/ ۵۵۴)۔

(اگر پھلوں کو بلا قید ترک وقطع خریدا اور بائع کی اجازت سے اس کو چھوڑ دیا، اس کے لئے زیادتی حلال ہوگی)۔

## سوال نمبر ۴ کا جواب:

اگر حوض یا تالاب مچھلی پالنے ہی کے لئے تیار کیا گیا ہو تو مچھلیاں مملوک سمجھی جائیں گی اور اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہ کیا گیا ہو، لیکن مچھلیاں آنے کے بعد اس کی حفاظت کا انتظام کرلیا گیا تو بھی مملوک سمجھی جائیں گی اور اس کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اگر مذکورہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں تو مچھلیاں اس کی مملوک نہیں ہوں گی، لہذا اس کو فروخت کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔

جہاں تک اجارہ کی بات ہے تو تالاب وغیرہ کو مچھلی شکار کرنے کے لئے اجرت پر لینا، یا عین سمک کو اجرت پر لینا جائز نہیں ہے، چونکہ اجارہ میں اصل کے باقی رہتے ہوئے اس کے

منافع سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور مذکورہ صورت میں عین شئی (اصل) ہی ختم ہورہی ہے، چنانچہ ''مجمع الانہر'' میں ہے:

''الإجارة بيع منفعة (احتراز عن بيع عين)'' (مجمع الانہر ۲/ ۳۶۸)۔

(اجارہ منفعت کی بیع ہے اس میں اصل شئی کی بیع سے احتراز ہے)۔

## سوال نمبر ۲ کا جواب:

راقم الحروف کی رائے تو فی زمانا پانی میں مچھلی کی بیع کے جواز کی ہے، تاہم فیصلہ رکن بیع (مقدور التسلیم) میں خلل کی وجہ سے بطلان کا ہو تو اس کی تفصیل سوال کے مطابق درج ذیل ہے۔

ماقبل میں بیان کیا گیا کہ بیع باطل میں اگر مشتری مبیع پر قبضہ بھی کر لے پھر بھی یہ قبضہ ملکیت کا فائدہ نہیں دیتا، لہذا مبیع اس کے پاس امانت سمجھی جائے گی، بیع باطل کا یہ عام حکم ہے، لیکن اگر بطلان بیع غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ہو تو اسکی تفصیل اس طرح سے ہے کہ اگر مشتری اس کے باوجود شکار کر لیتا ہے تو عقد جدید کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور دوسرے شخص کے لئے اس کا علم ہوتے ہوئے خریدنا جائز نہیں ہے، چونکہ وہ (مچھلیاں) بائع کی امانت ہے، لیکن اگر شکار کرنے کے بعد دوبارہ ایجاب وقبول کر لے تو پھر معاملہ درست ہو جائے گا، اس کا فروخت کرنا، دوسرے کا اس سے خریدنا صحیح اور درست ہوگا۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''جمہور حنفیہ کی رائے جیسا کہ ظاہر الروایۃ میں ہے یہ ہے کہ اگر مبیع عقد کے وقت معجوز التسلیم ہو تو بیع منعقد نہیں ہوگی اگر چہ وہ مملوک ہو جیسا کہ پرندہ جو اپنے مالک کے ہاتھ سے اڑ جائے اور جیسے عبد آبق اور لقطہ کی بیع اور یہ بیع باطل ہوگی یہاں باطل ہوگی ہاں اگر اس وقت دونوں سابقہ عقد پر راضی ہوں تو یہ از سر نو بیع تعالی سمجھی جائے گی'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۴۲۹)۔

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت سے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا محمد طاہر مظاہری

الف-حکومت چونکہ ندی نہروں اور تالابوں کوملکیت سمجھتی ہے اور مچھلیوں کے لئے ہی خاص کر کے مالکانہ تصرف کرتی ہے اور یوں بھی عرف عام میں تالاب وغیرہ کا مچھلیوں کے لئے ہی خاص ہونا عام ہو چکا ہے، اس لئے بیع درست ہوگی، البتہ وہ ندی جس کا احاطہ نہ کیا گیا ہوتو پھر ندی ونہر کی مچھلیاں کسی بھی صورت میں ملکیت متصور نہیں ہوں گی، اس لئے اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی، جیسا کہ فقہ کی کتاب "بدائع، شامی" اور "بحر" وغیرہ میں مذکور ہے، ہاں ندی ونہر میں مچھلی کی بیع اس صورت میں جائز ہوسکتی ہے، جبکہ مچھلیوں کو روکنے کے لئے کوئی حیلہ اختیار کرلیا جائے، مثلا جال وغیرہ کے ذریعہ حد بندی کردی جائے، جیسا کہ بعض جگہوں پر اس کا رواج ہے،

ب-جیسا کہ معلوم ہوا کہ بیع جائز ہونی چاہئے، لیکن اگر ناجائز بھی کہا جائے تو عند الاحناف ہی نہیں بلکہ دیگر ائمہ کے نزدیک ناجائز ہونے کی وجہ مقدور التسلیم نہ ہونا، یا مبیع کا مجہول ہونا معلوم ہوتا ہے اور ان دوصورتوں میں عند الاحناف بیع فاسد ہوتی ہے نہ کہ باطل، جیسا کہ "بدائع" کے حوالہ سے (ومنها أن يكون المبيع معلوما وثمنه معلوما)ظاہر ہوا، اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ جب مبیع پر قبضہ ہو جائے تو ملک کا فائدہ حاصل ہوگا، چنانچہ شامی کی عبارت

ہے: "لأنه فاسد يفيد الملک بالقبض" (ردالمحتار ۴/۵۴۱)، اس لئے اب مسلمانوں کو صورت حال سے واقفیت کے باوجود بھی خریدنا صحیح ہوگا۔

ج- چونکہ دورِ ترقی میں اب ایسے غرر کا خدشہ باقی نہیں رہا جو بیع کے نفاذ میں مؤثر ہو، اس لئے شکار سے قبل بیچنا بھی جائز ہونا چاہئے، اور یہاں خود مشتری اپنے تئیں قبضہ کرنے پر رضا مند ہے اور اس سے قبل اس کی نظیر "بدائع" کے حوالے سے گذر چکی ہے (ولو جاء إنسان إلی مولی العبد) (بدائع الصنائع ۵/ ۱۴۷) اور وہاں بیع کو جائز قرار دیا ہے، بلکہ ابن حزم نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص غبن پر راضی ہے تو بھی بیع لازم ہوجائے گی، چنانچہ "محلی" کی عبارت ملاحظہ ہو:

"لأن الغبن لا يجوز ولا يحل إلا برضاء والمغبون و معرفته بقدر الغبن و طيب نفسه به" (المحلی ۹/ ۷۳)۔

د- چونکہ مذکورہ صورت میں مچھلیاں کسی کی ملک نہیں ہوتی اور غیر مملوک کی بیع باطل ہوتی ہے ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

"السمک قبل الصيد اى لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه، فيكون باطلا" (البحرالرائق ۶/ ۷۳)۔

(مچھلی کی بیع شکار سے قبل جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بائع نے ایسی چیز فروخت کی ہے جس کا وہ مالک نہیں تو بیع باطل ہوگی)۔

اور رہا، اجارہ تالاب کا مسئلہ تو اجارہ کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے تالاب وندی کا اجارہ پر لینا بھی جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اجارہ کے جواز کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ منفعت سے فائدہ اٹھایا جائے نہ کہ عین شئی سے اور مذکورہ صورت میں مچھلیاں عین ہے نہ کہ منفعت، اس لئے اجارہ کی شرط مفقود ہورہی ہے، علامہ محقق داماد آفندی فرماتے ہیں:

"وفی الاصطلاح هی الإجارة بيع منفعة (احتراز عن بيع عين) معلومة

جنسا وقدرا بعوض معلوم قدرا وصفة" (مجمع الانہر ۲/ ۳۶۸)۔

(اور اصطلاح میں اجارہ منفعت کی بیع کا نام ہے جو جنس اور قدر کے اعتبار سے معلوم ہو، اس عوض کے بدلہ میں جو قدر اور صفت کے اعتبار سے معلوم ہو)۔

نیز علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

"ولم تجز إجارة بركة ليصاد منها السمک ... هل تجوز إجارتها لصيد السمک منها نقل في البحر عن الإيضاح عدم جوازها" (ردالمحتار ۵/ ۶۱)۔

(اور جائز نہیں ہے تالاب کا اجارہ تا کہ اس سے مچھلی شکار کی جائے، کیا تالاب کا اجارہ مچھلی شکار کرنے کے لئے جائز ہے؟ تو "بحر" میں "ایضاح" کے حوالہ سے عدم جواز نقل کیا ہے)۔

البتہ اس حیلہ سے تالاب کو اجارہ پر لینے کے لئے جواز کی صورت نکل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مچھلی پہلے خرید لی جائے اور اس کے بعد جب تک تالاب کی ضرورت ہو دوسرے صفقہ میں معاملہ اجارہ کرلیا جائے اور اس کی نظیر مذکورہ ذیل عبارت سے محسوس ہوتی ہے:

"والحيلة أن يأخذ الشجرة معاملة على أن له جزءاً من ألف جزء أن يشترى أصول الرطبة كالباذ نجان وأشجار البطيخ والخيار ليكون الحادث للمشترى، وفي الزرع والحشيش يشترى الموجود ببعض الثمن ويستأجر الأرض مدة معلومة يعلم فيها الإدراک بباقي الثمن، و في الأشجار الموجود، ويحل له البائع ما يوجد"

(اور حیلہ یہ ہے کہ درخت کو اس شرط پر معاملہ پر لے کہ ہزارواں جز اس کا ہوگا، بایں طور کہ وہ سبزی کے پورے پودے کو خرید لے، جیسے بیگن، خربوزہ، اور کھیر کا پودا، تا کہ بعد میں رونما ہونے والی چیز مشتری کی ہو، اور موجودہ کاشت اور گھاس کو تھوڑے ثمن کے عوض خرید لے، اور زمین بقیہ ثمن کے عوض اجرت پر مدت معلومہ تک کے لئے لے لے جب تک کہ کھیتی کے پک

جانے کا امکان ہو اور درختوں میں بھی موجودہ (پھل) کو خرید لے تو ایسی صورت میں بائع کے لئے "ما یوجد" (بعد میں پیدا ہونے والا پھل) حلال ہوگا۔

اس عبارت سے علامہ حصکفیؒ نے مشتری کے لئے آسان صورت نکالی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر مچھلی خرید کر تالاب کو اجارہ پر لے لیا جائے تو ایسی صورت میں اجارہ درست ہونا چاہئے۔

☆☆☆

# شکار سے قبل مچھلی کی بیع

مولانا محمد قمر عالم سبیلی

بیع کی مروجہ صورت باتفاق ائمہ اربعہ ناجائز ہے، خواہ ندی نالہ کی ہو، یا ذاتی ملکیت کے تالاب وغیرہ کی ہو۔

مذاہب کی تفصیل: حنفیہ کے یہاں مچھلی کی بیع شکار سے پہلے جائز نہیں، اور یہ حکم ندی، نالہ، اور تالاب کیلئے عام ہے، لیکن تالاب میں مچھلی کی بیع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تالاب ایسا ہو کہ بغیر حیلہ کے ہاتھ سے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو تو جائز ہے، ورنہ نہیں، اور بڑے نہر میں کسی بھی طرح مچھلی کی بیع جائز نہیں، اگرچہ معاملہ طے پا جانے کے بعد سپردگی پر قادر ہو جائے، بہر حال جن صورتوں میں قبل الاصطیاد مچھلی کی بیع جائز ہے ان تمام صورتوں قبضہ کے بعد مشتری کو قبول اور رد کا اختیار ہوگا، پانی میں دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے: (فتاوی ہندیہ ۳/ ۱۱۳، البحر الرائق ۶/ ۷۳)۔

امام شافعی کا مسلک بھی اس سلسلہ میں حنفیہ ہی جیسا ہے، نہر، ندی، اور بڑے تالاب میں مچھلی کی بیع جائز نہیں، تفصیل دیکھئے: (شرح مہذب ۹/ ۲۸۳)۔

حنابلہ کے یہاں بھی قبل الاصطیاد مچھلی کی بیع جائز نہیں، البتہ تین شرطوں کے ساتھ انہوں نے جائز قرار دیا ہے، یہ تینوں شرطیں ندی، نالہ اور بڑے تالاب میں مفقود ہیں، لہذا نتیجہ کے طور پر حنابلہ جمہور کے ساتھ ہیں (دیکھئے: المغنی ۴/ ۱۴۳)۔

امام مالک کے یہاں بھی جمہور کی طرح شکار سے قبل مچھلی کی بیع ناجائز ہے (دیکھئے: الشر

الدانی/۳۲۸)۔

۲- رہا یہ مسئلہ کہ اس طرح حاصل کی گئی مچھلیوں کا دوسرے لوگوں کے دانستہ طور پر خریدنا جائز ہے یا نہیں، تو یہ بیع اول کے فساد و بطلان پر موقوف ہے

اگر بیع اول باطل ہے تو دوسرے لوگوں کے لئے خریدنا جائز نہیں اور فاسد ہے تو جائز ہے، لہذا اس کی تعیین ضروری ہے کہ بیع سمک کی مروجہ صورت باطل ہے تو دوسرے لوگوں کے لئے خریدنا جائز نہیں اور فاسد ہے تو جائز ہے، لہذا اس کی تعیین ضروری ہے کہ بیع سمک کی مروجہ صورت بیع باطل ہے یا بیع فاسد،

فقہاء کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع سمک کی مروجہ صورت بیع فاسد ہے (۱) کیونکہ رکن بیع میں خلل نہیں (۲) مچھلی کی بیع اصل کے اعتبار سے مشروع ہے (۳) تمام ادیان سماویہ میں مچھلی کو مال تسلیم کیا گیا ہے، نیز یہ کہ اس طرح مچھلی کی بیع کو صاحب ''بحر'' نے غیر مقدور التسلیم شئی کی بیع قرار دیا ہے، اور غیر مقدور التسلیم شئی کی بیع فاسد ہے ''لکونه غير مقدور التسليم فيكون فاسدا'' اس لئے کہ یہ غیر مقدور التسلیم شئی کی بیع ہے، تو یہ بیع فاسد ہوگی (البحر الرائق ۶/۳۷)۔

۳، ۴- تیسرے سوال کا جواب پہلے سوال کے ضمن میں مفصل بیان کیا جاچکا ہے (ملاحظہ فرما لیں) البتہ ایک جزئیہ باقی رہتا جاتا ہے کہ ذاتی ملکیت کے تالاب کو اجرت پر دینا جائز ہے، یا نہیں ''مغنی'' میں ہے کہ۔۔ ب اور جال کو کرایہ پر لینا یا مستعار لینا جائز ہے، کرایہ پر لینے کے بعد جو مچھلیاں تالاب میں داخل ہوں مستاجر ان مچھلیوں کا مالک ہوگا، چنانچہ مغنی میں ہے: ''ولو استأجر البركة أو الشبكة أو استعارهما للاصطياد جاز وما حصل فيها ملكه'' (المغنی ۴/۱۴۲)۔

اگر کسی نے تالاب یا جال اجرت پر لیا یا مستعار لیا شکار کی غرض سے تو جائز ہے اور جو کچھ ان دونوں میں حاصل ہو مستاجر اس کا مالک ہوگا (دیکھئے: شامی ۵/۶۱)۔

خلاصہ:

دلائل کی روشنی میں أظهر من الشمس ہے کہ بیع سمک کی مروجہ صورت ناجائز ہے، فقہاء اربعہ میں سے کسی سے جواز کا قول منقول نہیں، اگر تعامل ناس یا حاجت کی وجہ سے ان صورتوں میں مچھلی کی بیع کو جائز قرار دیا جائے تو یہ قواعد فقہیہ کے خلاف بات ہوگی، اس لئے کہ اس میں غرر ہی نہیں غرر کثیر ہے اور غبن فاحش ہے اور مبیع مجہول ہے، نص صریح کے مقابل عرف پر عمل نہیں کیا جائے گا، نیز یہ کہ اگر مچھلی کی بیع قبل الاصطیاد کو جائز قرار دیا گیا تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ والی حدیث جسکو بعض نے موقوف کہا ہے اور بعض نے مرفوع کہا ہے بہر حال اگر موقوف بھی ہے تو یہ اثر صحابی ہے اور حنفیہ کے یہاں اثر صحابی بھی حجت ہے، اس حدیث کا بالکلیہ متروک ہونا لازم آئے گا، اور نا جائز کی صورت میں یہ بات لازم نہیں آتی، تعامل اور حاجت بھی اس قدر شدید نہیں کہ اس سے بچنا ناممکن ہو، پھر یہ کہ مچھلیوں کی رائج صورت بیع فاسد کے قبیل سے ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے خریدنا جائز ہے اس طریقہ سے امت اس نعمت سے محروم بھی نہیں ہوتی ہے، پھر تاویلات کے ذریعہ ناجائز کو جائز قرار دینا نامناسب ہے

تعارف پر عمل اس وقت جائز ہے جب اس کا ٹکراؤ نص صریح سے نہ ہو اور لوگ حرج وتنگی میں پڑ جائیں، اور صورت حال اضطراری کیفیت نہ اختیار کر جائے اور ایسی کوئی صورت نہیں پائی جاتی، جائز طریقہ سے بھی مچھلیاں حاصل کی جاسکتی ہیں، خلاصہ یہ کہ مچھلیوں کی رائج صورت اصول بیع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ بیع باطل نہیں بلکہ فاسد ہے۔

☆☆☆

# مچھلی سے متعلق چند مسائل

مولانا محمد ارشد قاسمی

ائمہ اربعہ کے مسالک اور ان کی کتابوں سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ ندی، نالوں میں مچھلی کی بیع ناجائز ہے، خواہ مچھلی کی پرورش کی گئی ہو، یا وہ ازخود بارش وغیرہ کے پانی سے اکٹھا ہوگئی ہو، ناجائز ہونے کی علت غرر ہے اور غرر دو جہتوں سے ہے، ایک فی الفور عدم سپردگی، دوسرے جہالت، یعنی مچھلیوں کی قلت وکثرت سے ناواقفیت، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے جب سوالات پر نظر دوڑائی جاتی ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذکورہ تینوں سوالات (یعنی (۱) عصر حاضر میں جو حکومت ندی نالوں کی مچھلیوں کو بغیر اس کے نکالے ہوئے کسی خاص شخص، کوآپریٹیو سوسائٹی، یا مقامی پنچائتوں کے ہاتھ فروخت کرتی ہے، (۳) یا وہ تالاب جو کسی خاص شخص کی ذاتی ملکیت کا ہے اور وہ اس میں مچھلی پال کر اس کو شکار کئے بغیر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے (۴) یا وہ تالاب جو نجی ملکیت کا ہے، یا عوامی ملکیت کا اس میں مچھلی پالے بغیر بارش وغیرہ کی وجہ سے ازخود آگئی ہو اس کو فروخت کرنا، یا ٹھیکہ پر دینا بہرصورت ناجائز ہے، کیونکہ صاحب تالات اس مچھلی کا مالک نہیں ہے، اور وہ چیز جس کا مالک نہ ہو اس کو فروخت کرنا درست نہیں ہے (دیکھئے: ہدایہ ۳؍ ۱۰۴)۔

رہا پہلا اور تیسرا سوال، اگر ان دونوں صورتوں میں دریا، نہر، تالاب کا پانی محصور ہے تو اس کو بربنائے ضرورت وحاجت جائز ہونا چاہئے، جائز ہونے کی دو وجہ بربنائے قیاس سمجھ میں آتی ہے:

۱- شامی میں ہے کہ اگر درخت کا بعض پھل ظاہر ہوا ہو اور بعض ظاہر نہ ہوا ہو تو کیا اس

کوفروخت کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اور بطور دلیل یہ پیش کیا ہے کہ اس میں لوگوں کے تعامل کی وجہ سے مستحسن یہی ہے کہ جواز کا فتوی دیا جائے، کیونکہ لوگوں کو انکی عادت سے نکالنے میں حرج ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۴/ ۵۵۵-۵۵٦، شرح مہذب ۹/ ۲۵۸، بدائع الصنائع ۵/ ۱۵٦)۔

## سوال نمبر ۲:

سوال نمبر ۱ کے تحت جو صورت بیان کی گئی ہے اگر اس کو ہم جائز مانتے ہیں تو پھر اس تالاب سے مچھلی نکال کر فروخت کرنا اور پوری صورت حال کو جانتے ہوئے اس مچھلی کا خریدنا جائز ہوگا، اور اگر ہم ناجائز مانتے ہیں تو پھر اس تالاب سے مچھلی نکال کر فروخت کرنا ناجائز ہوگا، کیونکہ پانی میں مچھلی کی بیع جو ہوتی ہے وہ بیع فاسد ہوتی ہے اور بیع فاسد میں قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور ملکیت کے ثبوت کے بعد اس مچھلی کو کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہوگا، البتہ پوری صورت حال جانتے ہوئے خریدنا مکروہ ہوگا:

''برخلاف اس چیز کے جو بیع فاسد کے طور پر خریدی گئی ہو جب اس کو فروخت کرے کسی دوسرے سے بطور بیع صحیح کے تو مشتری ثانی کو اس کے واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اگر چہ بائع کو اس کا حکم دیا گیا ہو اس لئے کہ رد کو واجب کرنے والا سبب اس کے بیع کرنے سے زائل ہو گیا، اس لئے کہ رد کا وجوب بیع کے فساد کی وجہ سے ہے اس کا حکم محدود ہے مشتری کی ملک پر اور تحقیق کہ اس کی ملک اپنے علاوہ سے بیع کرنے سے زائل ہو گئی، وہ چیز جو بطور فاسد کے خریدی گئی ہو اس کو جب مشتری اول قبضہ کر لینے کے بعد فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو اس کا خریدنا مکروہ ہوگا'' (رد المحتار ۵/ ۹۸)۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلیوں کی بیع

مولانا محمد ایوب سبیلی

جن صورتوں میں ائمہ اربعہ نے تالاب میں مچھلی کی بیع کو جائز قرار دیا ہے ان صورتوں میں مچھلی کی بیع درست ہوگی اور جن صورتوں میں نا جائز کہا ہے تو وہاں اس کی علت غرر کثیر تھی، اب اس دور کے عرف کے لحاظ سے یہ چیزیں غرر یسیر کی طرف منتقل ہوگئی ہیں جو کہ جائز ہے، البتہ بعض ایسی صورتیں ہیں کہ اب بھی ان میں غرر کثیر ہے، جیسا کہ سمندر بڑے دریا اور بڑی نہر جس کا احاطہ نہ ہو اس میں مچھلی کی بیع درست نہیں، کیونکہ غیر مقدور التسلیم ہے، ہاں اگر بڑی نہر میں سرکار نے بندھ لگادی ہو اور سرکار نے کسی خاص شخص کے حوالے کردیا ہو جس کو حوالے کیا اس نے اس میں جال ڈالے رکھا ہو جس سے مچھلی اس بندھ سے باہر نہ جاتی ہو تو اگر وہ جال اٹھائے، یا دوا ڈالے جس سے مچھلی فوراً اوپر آجائے جو آج کے دور میں متعارف ہے اور وہ اس کے قبضے میں آجاتی ہے تو بیع جائز ہے، کیونکہ مقدور التسلیم ہے، جیسا کہ مسلک احمدؒ میں گذرا چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں

”ومتی نصب شبكة أو شركا أو فخاً أو أحبولة ملك ما وقع فيها من الصيد؛ لأنه بمنزلة يده“ (المغنی لابن قدامہ ۴/ ۱۴۳)۔

(اور جب جال او کانٹا یا چھوٹا جال، یا رسی نصب کیا جو شکار اس میں واقع ہوجائے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا، کیونکہ یہ اس کے قبضہ میں ہے)۔

اور جہاں تک سرکاری تالاب یا ندی نالوں میں موجود مچھلیوں کی بیع وشراء کا مسئلہ ہے،

آج کے عرف کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو جو علت غرر کی تھی اور جو جہالت تھی جو کہ مفضی المنازعۃ ہے، اب یہ جہالت غیر مفضی الی المنازعۃ ہوگئی ہے اور جو غرر تھا وہ اب یسیر کے حکم میں ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں رہا، کیونکہ آج کے جدید دور میں ایسے آلات تیار ہوگئے ہیں کہ چند منٹ میں پورا تالاب صاف کر دیتی ہے اور سرکار جس پنچائت کو دیتی ہے یا کسی خاص شخص کو دیتی ہے تو یہ لوگ ایسی دوائیں استعمال کرتے ہیں جس سے مچھلی باہر آجاتی ہے اور بآسانی اس پر قبضہ ہو جاتا ہے، اور بعض بڑے تالاب والے تالاب کے اردگرد چھوٹے چھوٹے پوکھرے رکھتے ہیں، جب فروخت کرنے کا موقع آتا ہے تو پورے پانی کو پوکھروں میں چھوڑ دیتے ہیں اور پانی جانے کے راستوں میں جال ڈال دیتے ہیں جس سے مچھلی باہر نہیں جاسکتی ہے، پوری مچھلی تالاب میں رہتی ہے، اب اس کا فروخت کرنا شرعاً جائز ہے، کیونکہ اگر اس میں رکھ کر بھی فروخت کرے گا تب بھی فی الفور مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ہر صورت میں بیع جائز ہوگی (دیکھئے: رد المحتار ۵/ ۶۱، رحمۃ الامہ ۱/ ۱۷۰)۔

اور بعض تبع تابعین نے مطلقاً بڑے تالاب کی مچھلیوں کی بیع جائز قرار دیا ہے ان میں عمر ابن عبدالعزیزؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ ہیں، چنانچہ رحمت الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ہے:

"**فان عمر بن عبد العزيز، وابن أبي ليلى أنهما أجاز بيع السمک في بركة عظيمة**" (رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ ۱/ ۱۷۰، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۶/ ۴۰۹)۔

۲- آجکل بازار میں خرید وفروخت کی چیز حرام وحلال سے ملی ہوئی ہیں، اس لئے ایسے بازاروں کے بیع وشراء کا حکم یہ ہے کہ اگر حرام غالب ہو تو اس سے بچنا چاہئے، لیکن اگر خریدے تو وہ چیز حلال وحرام اسطرح مل جائے کہ کوئی پہلو راجح معلوم نہ ہو، تو پھر وہاں سے خریدنا درست ہے، ہاں اگر معین طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ فلاں چیز حرام ہے تو پھر خریدنا درست نہیں ہے، اور ایسے ہی مچھلی کے بارے میں۔

۳- اگر کسی کا ذاتی تالاب ہو جس میں مچھلیوں کی نشو ونما کرتا ہو تو وہ مچھلیاں اس کی مملوک

ہوں گی، کیونکہ آج کے عرف میں ذاتی تالاب جس کے پاس ہوتا ہے اس کے پاس بڑے جال ہوتے ہیں جو کہ پورے تالاب کوگھیرے ہوئے رہتے ہیں جب چاہے مچھلی پکڑلے جال ڈالا جاتا ہے اور پوری مچھلی اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے، تو ایسی صورت میں مچھلیوں کے پانی میں رہتے ہوئے فروخت کرنا جائز ہے، چنانچہ ابن ہمام نے لکھا ہے

''تو اگر مچھلی کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے تو جو اس میں داخل ہو جائے گی وہ اس کا مالک گا اور کسی کے لئے یہ حق نہیں کہ اس سے مچھلی پکڑے، پھرے دیکھا جائے کہ اگر بغیر حیلہ کے پکڑ سکتے ہیں تو بیع جائز ہے، کیونکہ مملوک مقدور التسلیم ہے، جیسے کہ چھوٹے کنویں میں مچھلی رکھی ہوئی ہے'' (دیکھئے: فتح القدیر ۶/۴۰۹)۔

۴- تالاب خواہ اپنی زمین میں واقع ہو یا عوامی تالاب ہو، لیکن اس میں مچھلی بارش کی وجہ سے آگئی ہو تو مالک تالاب کا اس کے آنے میں کوئی دخل نہ ہو تو مالک تالاب کا اس میں مچھلی کو فروخت کرنا درست نہ ہوگا، اور نہ اس کا اجارے پر دینا جائز ہوگا، البتہ وہ خود اس سے مچھلی پکڑ کر کھا سکتا ہے اور دوسرا کوئی مچھلی پکڑے تو روک نہیں سکتا، چنانچہ شامی ہے:

''مگر جبکہ مچھلی خود اس میں جمع ہوگئی ہوں اور مچھلیوں کے داخل ہونے کی جگہ کو بند نہ کیا ہو تو ملکیت کے نہ ہونے کی وجہ سے بیع جائز ہوگی اور ایسے تالاب کا اجارہ پر دینا جائز نہ ہوگا کہ اس سے مچھلی کا شکار کیا جا سکے، نہر میں ہے:

جان لو کہ مصر میں چھوٹے تالاب جیسا کہ فہادہ کا تالاب جس میں مچھلی جمع ہوتی ہے، کیا اس کا اجارے پر دینا جائز ہوگا تا کہ شکار کر کے اس سے مچھلی حاصل کر سکے تو بحر میں اس کا عدم جواز نقل کیا گیا ہے'' (شامی ۵/۶۱-۶۲، البحر الرائق ۶/۸۶)۔

☆☆☆

# تالاب میں مچھلی کی خرید وفروخت

مولانا محمد مرشد صاحب

سوالات کے جوابات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

سرکاری تالاب، ندی، نالوں اور دریا میں پائی جانے والی مچھلیاں کسی کی ملک نہیں ہیں، بلکہ مباح ہیں، بیع شکار کر لینے سے پہلے مچھلی کی بیع اور تالاب کو ٹھیکہ پر دینا حکومت کے لئے جائز نہیں ہے

**"ولا یجوز بیع السمک قبل أن یصطاد، لأنه با ع ما لا یملکه"** (ھدایہ اخرین ۳ر ۴۴، عین الہدایہ ۳ر ۷۲، کنز الدقائق ر ۲۳۹، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۶ر ۷۳، رد المحتار ۴ر ۱۱۹، الفتاوی الہندیہ ۳ر ۱۱۳، فتاوی عبد الحی ر ۲۷۵)۔

**"عن أبی ہریرة قال نہی رسول الله ﷺ عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر"** (رواہ مسلم مشکوۃ شریف ۲ر ۲۴۷، روی الامام احمد مرفوعاً: لاتشتروا السمک فی الماء فانہ غرر البحر الرائق ۶ر ۷۳)۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ پانی میں مچھلی مت خریدو کہ غرر ہے، یعنی اس میں دھوکہ ہے (رواہ احمد عین الہدایہ ۳ر ۷۳)۔

**ولم تجز إجارة برکة لیصاد منها السمک** (در المختار علی ہامش رد المحتار ۴ر ۱۹۹، رد المحتار ۴ر ۱۱۹، البحر الرائق ۶ر ۷۳، منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۶ر ۷۳)۔

لیکن اگر گورنمنٹ نے شکار کرنے سے پہلے ہی ان کو کسی سامان کے عوض فروخت کر دیا تو وہ بیع فاسد ہے اور اگر دراہم ودنانیر کے بدلے فروخت کی تو بیع باطل ہے، بصورت بطلان

مشتری کے قبضہ کر لینے کے باوجود ملکیت ثابت نہیں ہوتی، پس مشتری کے تصرفات ہبہ وبیع نافذ نہ ہوں گے اور خریدار کے لئے کھانا بھی جائز نہیں ہے، کسی مسلمان شخص کا پوری صورت حال جانتے ہوئے ایسی مچھلی کو خریدنا جائز ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: درمختار علی ہامش رد المحتار ۴/۱۹۹، ردالمحتار ۴/۱۹۹، فتاوی عبد الحی ۲/۶۷، ۲؛" والبیع الباطل (حکمہ عدم ملک المشتری إیاہ) إذا قبضہ"، درمختار علی ہامش ردالمحتار ۴/ ۱۱۸، البحر الرائق ۶/ ۶۹، فتاوی محمودیہ ۴/ ۱۹۶، عین الہدایہ ۳/ ۷۰)۔

مچھلی کی پرورش کے لئے اگر تالاب بنایا گیا ہو، پھر بیرونی مچھلیاں اس تالاب میں آ گئیں ہوں تو اس کے بعد آنے کا راستہ بند کر دیا گیا ہو تو وہ مچھلیاں مملوک ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: مذکورہ حوالہ جات)۔

بیع فاسد کو ختم کرنا واجب ہے، لیکن اگر بائع کی اذن سے خریدار نے قبضہ کر لیا تو مالک ہو جائے گا، پھر مشتری کے تصرفات ہبہ وغیرہ مچھلی میں نافذ ہو جائیں گے اور دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دینا بھی مشتری کے لئے جائز ہے، مگر بیع فاسد کی صورت میں مشتری کے لئے خریدی ہوئی مچھلی کا کھانا درست نہیں (دیکھئے: البحر الرائق ۶/ ۶۸، ہدایہ آخرین ۳/ ۴۶-۴۷، درالمختار فی ھامش ردالمحتار ۴/ ۱۳۸، درالمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۴ ص ۱۳۹) تاہم علم کے بعد ایسی مچھلی خریدنے سے بھی احتیاط کرنا چاہئے (فتاوی محمودیہ ۴/ ۱۹۷)۔

۳- ایسے تالاب یا حوض کی مچھلیوں کو شکار کرنے سے پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا ناجائز ہے اور بیع فاسد ہے۔

۴- اگر حوض یا تالاب کسی کی ذاتی ملکیت ہو، یا عوامی ملکیت ہو اس میں جو مچھلیاں پالے بغیر بارش، یا سیلاب کی وجہ سے از خود آ گئیں ہوں انہیں تالاب سے نکالنے کے بعد کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

☆☆☆

# مچھلی کی بیع وشراء کے بعض مسائل

مولانا اختر قاسمی ☆

۱- دور جدید کے بدلتے ہوئے احکام میں مچھلی کے معاملے میں توسع سے کام لینا چاہئے، اس لئے سرکاری تالاب وغیرہ کی خرید وفروخت مچھلیوں کی جنس میں سے بعض کا تعین کرکے کی جاسکتی ہے، اس صورت میں بیع حیز مجہول اور غیر مقدور التسلیم ہونے سے نکل کر معلوم اور مقدور التسلیم کے حیز میں آئے گی، تالاب کی بعض مچھلیوں کا یقین کرکے تعین چاہے، قیمت میں فروخت کرسکتا ہے، اگر ایک پیسہ کی چیز سوروپے میں فروخت کردے تو اس کی بھی اجازت ہے، بشرطیکہ خریدار سے کسی طرح کا دھوکہ نہ کرے، بلکہ صاف کہہ دے کہ میں اتنے میں فروخت کروں گا، تو یہ صفائی معاملات۔

۲- ٹھیکہ دار کا مچھلی کی خرید وفروخت کرنا بیع فاسد ہے اور کسی دوسرے مسلمان کے لئے خریدنا جائز رہے گا، ضابطہ یہ ہے کہ جو شئ بالا صالہ حلال ہو اس میں کسی عارض کی وجہ سے کراہت آجائے تو وہ دوسرے کے لئے بلا کراہت صحیح ہوجائے گی، جیسا کہ تمام بیوع فاسدہ کا حکم ہے۔

۳- حوض یا نجی تالاب میں مچھلی کا تعین کئے بغیر اور شکار کئے بغیر بیچنا جائز نہ ہوگا، اگر اس حوض یا تالاب کو ایک مدت تک کے لئے کرایہ پر دے دے اور اس سے جو فوائد ہوسکتے ہوں، وہ خاص مچھلیوں کے ڈالنے کا ہو یا دوسرے میں استعمال کرے، ایسی صورت میں یہ امور جائز ہوجائیں گے۔

---

☆ ریڑھی تاجپورہ، مظفر نگر۔

۴- جو مچھلی پالے بغیر خود آ گئی ہیں، اگر وہ حوض یا تالاب ذاتی ہے تو ان مچھلیوں کا وہ شخص مالک متصور ہوگا اور اگر عمومی ہے تو اس ندی نالے میں سے اگر کچھ حصہ باندھ لگا کر الگ کر لیا گیا ہو اور اس کو شکار پکڑنے کے لئے روک لیا گیا ہو تو روکنے والا ان مچھلیوں کا مالک متصور ہوگا، لیکن فروخت کرنا پکڑنے کے بعد ہی جائز ہوگا۔

☆☆☆

# مناقشہ:

# مچھلی کی خرید وفروخت

ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی:

اس مسئلہ میں فقہاء اور مجتہدین کی آراء میں فقہی اور اجتہادی اختلاف مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہے:

۱- نبی کریم ﷺ نے ان تمام معاملات کو غرر کے زمرے میں شامل فرمایا جن میں مبیع کی سپردگی فوری طور سے انسان کی قدرت میں نہ ہو، مثلاً ہوا میں پرواز کرتے ہوئے پرندے، پانی میں تیرتی ہوئی مچھلیاں اور بھاگے ہوئے غلام، اس سلسلہ میں دو روایتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، ایک روایت: "نهى عن بيع الغرر" ہے اور دوسری روایت میں ہے: "نهى عن الغرر" اور غرر ایسی چیز کی خرید وفروخت کا نام ہے جس کا وجود اور عدم دونوں محتمل ہو، یعنی اس کا مشتری کے سپرد نہ کیا جانا مشکوک ہو، جب یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ محتمل بیع، بیع غرر ہے، اور بیع غرر ممنوع ہے تو ہمیں اس نتیجہ تک رسائی حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں کہ مچھلی کی خرید وفروخت کا یہ معاملہ شرعاً ممنوع قرار پائے گا اور اس ممانعت کی چاہے جو بھی شکل ہو، فاسد کہیں اسے آپ یا باطل، جیسا کہ ہمارے بعض شرکاء نے باطل اور فاسد کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے، لیکن راجح بات یہی ہے کہ صرف غرر کسی معاملہ کے وجود پذیر ہونے میں مخل نہیں ہے، بلکہ شرائط انعقاد بیع کے بعض شرائط کے پائے جانے میں مخل ہے، مثلاً معدوم کی بیع، اسی طرح اس چیز کی بیع جس کی سپردگی پر مشتری قادر نہ ہو، اور یہی دراصل بیع کے باطل ہونے کا تقاضا کرتا ہے، بعض

حنفیہ نے اس معاملہ کے فاسد ہونے کی بات کہی ہے، جبکہ اکثر حنفیہ کے بقول اس طرح کا ہر معاملہ ہی سرے سے باطل ہے جس میں غرر پایا جائے، اور یہی باطل ہونے کی بات دوسرے دبستان فقہ کے علماء نے کہی ہے، چنانچہ امام نووی کہتے ہیں: "النهي عن الغرر أصل من أصول التشريع"۔

اب جبکہ ہم نے اس ترجیحی اصول وقواعد کی وضاحت آپ کے سامنے کردی تو اب ہمارے لئے زیادہ آسانی ہے کہ "پانی میں رہتے ہوئے مچھلی کی خرید وفروخت" کی تفصیلات آپ کے سامنے رکھوں، چنانچہ علماء حنفیہ اور دیگر علماء کے درمیان اس بارے میں اتفاق ہے کہ اگر مچھلی کسی بڑے نہر یا دریا میں ہو تو یہاں غرر کثیر اور غرر فاحش پایا جاتا ہے اور اس صورت میں اگر کوئی شخص بغیر شکار کئے ہوئے ان مچھلیوں کو فروخت کرتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خرید و فروخت بیع باطل کے قبیل سے ہے اور باطل ہے، اور اس کے بطلان کے لئے صرف احتمالات اور عرف ورواج یا عموم بلوی اور اباحت اصلیہ (اشیاء میں اباحت ہے) وغیرہ ہی کے اصول نہیں ہیں، بلکہ اس بیع کی ممانعت پر صریح نص موجود ہے، اور یہ مشاہدہ بھی ہے اور آپ دیکھتے ہوں گے کہ کبھی کبھی بہت سے ماہی گیر سمندر کے کنارے جال اور کانٹے لے کر گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں، اور خالی ہاتھ لوٹتے ہیں پانی میں رہتے ہوئے اور بغیر شکار کے مچھلیوں کی بیع میں اس سے بڑا اور کیا غرر ہوگا، اس لئے یہ عرف اور مشاہدہ تو عام ہے کہ اگر نہریں بڑی ہوں اور اس میں پانی زیادہ ہو یا سمندر ہو یا اس قسم کے دوسرے جھیل تو اس میں غرر کثیر پایا جاتا ہے۔

البتہ اگر مچھلیاں کسی حوض یا چھوٹے تالاب میں ہوں، یا جہاں پانی بہت کم ہو اور مچھلیوں کو پکڑنا آسان ہو اور صاحب حوض وتالاب کی مملوکہ ہوں، نیز اسے روکے رکھنے کا اہتمام کیا ہو جیسے کسی پرندے کا شکار کرنے کے لئے کوئی جال لگا دیا ہو اور اس میں آکر پرندے پھنس گئے ہوں تو یہ اس کے مملوکہ ہیں اور ان کو فروخت کرنا اس کے لئے حلال ہے، اسی طرح ان مچھلیوں کو فروخت کرنا بھی مملوک ہونے کی وجہ سے حلال ہے۔

رہ گیا مسئلہ تالاب یا حوض کے چھوٹے ہونے میں شکار پر قدرت کا تو اس میں بھی غرر ہے، مگر غرر قلیل اور یسیر ہے جو معاملات میں انگیز کیا جاتا ہے، کیونکہ اس صاحب تالاب اور شکار کرنے والے نے مچھلی کو روکنے کے لئے جو تدبیریں کیں ہیں اور اسے روکنے کا اہتمام کیا ہے اس سے وہ مچھلیاں مقید بھی ہوگئی ہیں، اور مملوک بھی اور ان کا شکار کرنا بھی اس طرح کے تالاب اور حوض میں کوئی مشکل نہیں ہے اور غرر بھی یسیر ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر غرر یسیر ہوتو اس کی خرید وفروخت درست اور مباح ہے۔

تیسرا مسئلہ اس میں سرکاری ندی نالوں اور عوامی تالابوں کی مچھلیاں پکڑنے کے ٹھیکہ کا ہے، اس میں بھی وہی حکم ہے کہ اگر حوض، تالاب اور جھیل چھوٹی ہوتو اس کا اجارہ اور ٹھیکہ درست ہے اور اگر بڑے تالاب، نہریں اور سمندر ہوں اور پانی زیادہ ہو جس میں مچھلیوں کو ایک حد میں روکے رکھنا ممکن نہ ہوتو اس طرح کا اجارہ فاسد ہوگا، اسی طرح حنفیہ سمندر اور ندی نالوں کے اجارہ اور ٹھیکہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں چونکہ استہلاک عین لازم آتا ہے، اس لئے اس طرح کا ٹھیکہ درست نہیں، مجھے بھی کسی کا قول معلوم نہیں جس میں اس صورت کے جواز کی بات کہی گئی ہو، لیکن حنابلہ کے یہاں یہ بات ملتی ہے کہ اگر تالاب چھوٹا ہو یا حوض ہوتو اس کے اجارہ اور ٹھیکہ کا معاملہ درست ہے، اسی بنیاد پر میرا بھی رجحان ہے کہ اگر کسی تالاب وحوض وغیرہ کے اجارہ اور ٹھیکہ کے لئے مخصوص سالانہ رقم مقرر کردی جائے جس میں مچھلیاں رک جاتی ہیں تو مچھلیوں کے پکڑنے کا یہ ٹھیکہ جائز ہونا چاہئے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور نہ ہی اس میں عین کے استہلاک کا قصد کیا جارہا ہے، بلکہ اس میں بھی دیگر اجارے کے معاملہ کی طرح تالاب کے منافع سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے جو اس تالاب میں ہیں اور وہ عین نہیں ہے، بلکہ منفعت ہے، اس لئے فقہاء حنابلہ نے اس طرح کے ٹھیکہ کی اجازت دی ہے، البتہ اس کی خرید وفروخت کا جہاں تک تعلق ہے تو اسی تفصیل کے مطابق رہے گا اور اسی پر عمل واجب ہے، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا، فجزاکم اللہ خیرا لجزاء۔

## مفتی شیر علی گجراتی:

یہ مسئلہ جو ہے میں اپنی رائے جیسے بہت سے حضرات کا بھی سنا یہ تالاب ہیں ندیاں ہیں اور حوض ہیں جو محدود ہے تو میرے خیال میں یہ بجائے بیع کے اور جیسے کہ ٹھیکہ وغیرہ کا لفظ ہے یہ اجارہ ہے، اور اس میں بیع کا کوئی سوال نہیں ہے، حکومت بھی مالکین بھی زمین کسی کو ٹھیکہ پر دیدیتے ہیں ایک سال کے لئے دو سال کے لئے کچھ زمانے کے لئے متعین کر دیتے ہیں، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ حکومت مدد کرتی ہے پہلے تیار کر کے دیدیتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود وہ آدمی وہ زمین کو حوض بنالیتا ہے اور مچھلیاں لا کر کے اس میں ڈالتا ہے اور پالتا ہے، تو یہ ان کی ملکیت ہے یا اجارہ پر لے رکھی ہے، اور یہ اجارہ منافع پر وارد ہوتا ہے عقد، یہاں منافع زمین ہیں یہ بھی ایک منفعت ہے کہ میں اس میں کھیتی کروں یا میں اس میں شکار کروں یا میں اس میں خود رہوں، چاہے میں کچھ کروں، میں نے ایک سال کے لئے یہ زمین کرایہ پر لے لیا۔ اب مجھے حق ہے کہ میں کسی کو یہاں آنے نہیں دوں گا، ان کو حق ہے کسی کو بھی پکڑنے سے منع کرنے کا۔ لہذا مدت معینہ میں جو وہاں مچھلی پالی جاتی ہے چاہے وہ بڑا حوض ہو یا اور وسیع جگہ ہو تو وہ چونکہ محدود ہے، انہوں نے وہ کرایہ پر لے رکھا ہے اور کرایہ منافع یہی ہے کہ میں اس میں مچھلیاں پالوں گا جیسے اور جانور پالتا ہے اور اس میں رکھنا وہ جائز ہے، اور اگر کسی نے اپنی مملوکہ زمین محدود کر دیا اور اس میں خالص لکڑیاں اور گھاس بویا تو گھاس اور لکڑیاں سارے فقہاء صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ گھاس ان کی مملوک ہے وہ کسی کو آنے سے منع کر سکتا ہے، اسی طریقہ پر یہاں بھی حق ہے کہ دوسروں کو پکڑنے سے منع کر دے، چاہے وہ زمین انہوں نے کرایہ پر لے رکھی ہو، چاہے وہ ان کی مملوکہ ہو۔

یہ میری اپنی رائے ہے کہ یہ کرایہ ہے مدت معینہ تک کے لئے جتنا چاہے وہ اپنی ملک میں مچھلیاں پالتا رہے اور دوسروں کو روک سکتا ہے بالکل ان کو حق ہے کہ میں نے یہ زمین کرایہ پر لے رکھی ہے میں نے پانی اس میں بھر رکھا ہے یا پانی کا انتظام کر رکھا ہے اور میں اس میں مچھلیاں پالتا ہوں میں اور کام کرتا ہوں، اس میں بھینس پالتا ہوں تو مچھلیاں کیوں نہیں پال سکتا: ں، میں

اس میں گھاس اور درخت لگا سکتا ہوں سارے فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ وہ گھاس ان کی مملوک ہوگئی اور وہ لکڑیاں اس کی مملوک ہیں تو مچھلیوں کا بھی میرے خیال میں یہ اجارہ ہے اس کو بیع کہنا میرے خیال میں ٹھیک نہیں ہے، اور چنانچہ ان کا عنوان یہی ہے کہ وہ ٹھیکہ پر لیتے ہیں اور اجارہ میں مدت معینہ تک اس میں مچھلیاں بھی پال سکتے ہیں، اس لئے یہ سوالات کہ یہ غرر ہے، یا یہ مجہول ہے یا غیر مقدور التسلیم ہے اس کا سوال ہی ختم ہوگیا وہ تو ٹھیکہ پر لے رکھا، کرایہ پر زمین لے رکھی ہے مچھلیاں پالنے کے لئے اس لئے یہ جائز ہے اب وہ چاہے بعد میں خود پکڑ کر کے بیچے یا لکر کے، یہ تو بعد کی بات ہے یہ چند باتیں میں نے عرض کردی ہے۔

### مولانا سعود عالم قاسمی:

یہ ندی نالے اور مچھلیوں سے متعلق جو مسئلہ زیر بحث ہے اس سلسلے میں ہمارے پاس ایک نص قطعی موجود ہے اور وہ نص قطعی جو ہمارے مختلف حضرات نے کوڈ بھی کیا ہے کہ پانی میں مچھلی کو نہ خریدو یہ بیع غرر ہے، نص قطعی کے موجود ہوتے ہوئے اس میں کسی اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے، سچی بات یہ ہے کہ ندی نالے یا سمندر جہاں پر پانیوں کی آمد و رفت ایسی ہو جہاں کوئی حد بندی نہ کی جاسکتی ہو، وہاں مچھلی کو بیچنا فی الحقیقت ایک ایسی چیز کو بیچنا ہے کہ جس پر آدمی قبضہ نہیں دے سکتا اور جو مقدور التسلیم نہیں ہے اور جو ملکیت میں بھی نہیں ہے تو اس لئے وہ حضرات جن لوگوں نے عرف کو بنیاد بنا کر اس کو بھی جائز قرار دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نص کے مخالف ہے اور اس پر نظر ثانی ہمکو کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دوسرا مسئلہ کہ جو تالاب یا حوض یا اس طرح کے جو چھوٹے گڑھے بنا لیتے ہیں لوگ، ان میں مچھلیوں کی آمد و رفت ایسی نہیں ہوتی جس وقت آپ چاہیں مچھلیوں کا حجم ناپ سکتے ہیں، مچھلیوں کا سائز ناپ سکتے ہیں، مچھلیوں کی تعداد ناپ سکتے ہیں، یہاں تک کہ تالاب کے سائز کے جال اور دوسرے ایسے آلات موجود ہیں کہ جن سے ان کو آپ حاصل کر سکتے ہیں تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ اس میں غرر کا اندیشہ کم یا بالکل نہ کے

برابر ہے، صرف لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں، لیکن یہ ندی نالے کی مچھلیاں آج بھی اسی طریقہ سے غرر ہے اس میں، جس طریقہ سے اس زمانے میں تھے،

دوسری بات یہ مجھے عرض کرنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مچھلیوں کا جو عام رواج تھا یہ ہماری طرح مچھلی پالن کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ اس زمانے میں جو سمندر کی مچھلیاں تھیں وہ ہی ہوتی تھیں، ہمارے زمانے میں مچھلی پالنا جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا اور دوسرے لوگوں کے یہاں بھی مقالات میں شامل ہے یہ کاشتکاری کی طرح مستقل ایک پیشہ ہے، ایک فن ہے، وہ سارے لوازمات موجود ہیں، اس لئے جس طرح ہم کاشتکاری پر جب غور کرتے ہیں اسی طرح ہم اس پر غور کرتے ہیں، اس میں غرر نہ ہونے کی وجہ سے ہم اس کو جائز قرار دیتے ہیں، مجھے ایک بات جو پہلے کہنی تھی اب میں کہہ رہا ہوں وہ عرض مسئلہ پر مجھے مولانا شاہین جمالی صاحب سے یہ گزارش کرنی ہے کہ آپ کی ساری باتیں مجھے تسلیم ہیں اتفاق کرتا ہوں، لیکن جب عرض مسئلہ پیش کیا جائے تو جو علماء کی رائے ہے ان کو اسی طرح پیش کر دیجئے جب مناقشہ ہو تو اس پر جو بھی تبصرے فرمائیں، اس سے ہو یہ ہوگا کہ وہ علماء جنہوں نے محنت کر کے اپنی رائے قائم کی ہے ان کی حوصلہ شکنی ہوگی اور پھر جلدی سے مسئلہ کا جواب دینے کی ہمت نہیں کریں گے تو ذرا سا اس میں ٹون بدل دیجیے تو اچھا ہوگا۔

مفتی نسیم احمد قاسمی:

تالاب اور نہر کے سلسلہ میں میری رائے یہ ہے کہ اس کو زمین کے مخصوص حصہ کا اجارہ قرار دیا جائے بیع قرار نہ دیا جائے اور چونکہ مخصوص حصہ کا اجارہ ہوتا ہے جس میں منفعت جس کو آپ حق شکار سے تعبیر کر سکتے ہیں، یہاں پر متعین ہے، اس لئے اس اجارہ کے جواز میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا، ہم اگر استہلاک عین کی بنیاد پر اس اجارہ کے جواز کی بات کرتے تو وہاں پر یہ اشکال ہو سکتا تھا، اس سلسلے میں خود ہمارے یہاں فقہاء کی کتابوں میں بعض عبارتیں

ایسی ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض چیزوں کے سلسلہ میں صراحت ہے کہ مچھلی پالنے کے لئے اجارہ پرلیا جاسکتا ہے''مغنی''میں یہ عبارت ہے: ''لو استاجر البركة أو الشبكة أو استعارهما للاصطياد جاز وماحصل فيه ماملكه''، اس عبارت سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مچھلی پالنے کے لئے بھی تالاب اور حوض کو اجارہ پرلیا جاسکتا ہے، یعنی اصالتاً حنفیہ مچھلی کی خاطر نہریا تالاب کے اجارہ اور گھاس کے لئے چراگاہ کے اجارہ کوتو جائز قرار نہیں دیتے، البتہ اس کے لئے صرف زمین اجارہ پر لی جاسکتی ہے اور اجارہ پر لینے کے بعد جب زمین پر اسے حق انتفاع حاصل ہوگیا تو اب اس میں مچھلی کی کاشت کرے یا کسی طرح سے اس سے انتفاع حاصل کرے اسے یہ حق حاصل ہوگا۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

یہ جو مسئلہ چل رہا ہے مچھلیوں کی بیع کا یا ٹھیکہ پر دینے کا اور اس سلسلے میں جو روایت پیش کی جارہی ہے ایک تو بیع غرر سے منع کرنے کی روایت ہے، ایک عام روایت ہے اور اس کے ذیل میں گویا''بیع السمک''بھی آئی، تو ایک روایت وہ ہے جو خاص طریقہ سے بیع السمک فی الماء کے بارے میں ممانعت کے تعلق سے وارد ہوئی ہے۔ یہ روایت اکثر محدثین کے یہاں تو موقوفاً ہے ایک صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو مچھلی پانی کے اندر ہے اسے نہ خریدو، اس لئے کہ وہ غرر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غرر سے یا غرر سے منع فرمایا ہے، تو اگر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہوا کہ انہوں نے یہ بات فرمائی ہے تو پھر تو یہ قول صحابی ہوا اور انہوں نے گویا جو بات فرمائی ہے اس کی علت بھی واضح فرمادی کہ ''لأنه غرر'' تو پھر غرر کی احادیث کے بارے میں جو رو یہ ہمارے محدثین اور فقہاء کا رہا ہے وہ یہاں پر پیدا ہوگا اور اس پر بحث ہوگی کہ غرر کس درجہ کا قابل معافی نہیں ہے اور کون سا غرر معفو عنہ ہے، لیکن یہی روایت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی وارد ہے،

بعض طرق میں، اب بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ کیا اس روایت کا وقف صحیح ہے یا رفع صحیح ہے، ایک تو رجحان یہ ہوتا ہے کہ اگر اس روایت کے راوی مرفوع روایت کے رواۃ اس درجہ کے ہیں کہ حسن بھی روایت قرار پاتی ہو، یا یہ کہ اس کی روایت کا رفع بھی ثابت ہوگا، وقف بھی ثابت ہوگا تو رفع پر محمول کیا جائے گا، بعض حضرات نے تو یہ رویہ اختیار کیا ہے، اور بعض حضرات کا طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے دونوں روایتوں میں موازنہ کیا ہے، اور چونکہ جو روایت موقوف ہے وہ زیادہ قوی ہے اپنے راویوں کے اعتبار سے اور تعداد کے اعتبار سے، اس لئے اس کو راجح قرار دیا ہے، اصح قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں اصل گویا موقوف ہونے کو اصح قرار دیا ہے اور مرفوع ہونے کو مرجوح قرار دیا ہے، مجھے کہنا یہ ہے یہاں پر کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً بیع السمک فی الماء سے منع فرمایا ہے تو یہ تو خاص اسی مسئلہ کے بارے میں حدیث وارد ہوئی اور جب کسی خاص مسئلہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے تو اس میں گویا اجتہاد اور تخصیص کی گنجائش ہے ہی نہیں، بیع السمک فی الماء کو اگر ہم مرفوع مانتے ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہونا چاہیے کہ جو مچھلی پانی کے اندر ہے چاہے وہ مقدور التسلیم ہو یا نہ ہو، حوض چھوٹا ہو کسی برتن میں پالی گئی ہے وہاں مچھلی رکھی ہوئی ہے تب بھی اس کی بیع جائز نہیں ہونی چاہیے، لیکن چونکہ علت کی صراحت حدیث میں موجود ہے کہ غرر کی بنیاد پر اس کی ممانعت ہے، تو غرر کی جس درجہ گنجائش ہے شریعت میں جس غرر کے باوجود عقود درست قرار دیتے جاتے ہیں اگر اس درجہ کا غرر ہے اس صورتِ حال میں جس پر ہم بحث کر رہے ہیں تب تو اس بیع کو درست ہونا چاہیے، اور جو غرر قابل معافی نہیں ہے جس کو شریعت نے منع کیا ہے اور اس کی گنجائش نہیں ہے، غرر کثیر ہے اس کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے، تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اس نقطۂ نگاہ سے اگر ہم اس مسئلہ پر غور کریں کہ یہ صورت حال بیع کی ہے کہ مچھلی کی بیع ہو رہی ہے، سمندر کی مچھلی ہو یا تالاب کی مچھلی ہو، تو ظاہر بات ہے کہ سمندر کی مچھلی میں اور تالاب کی مچھلی میں غرر تو ہے ہی، چاہے جتنے بھی آلات ترقی یافتہ ہو گئے ہوں۔

لیکن ابھی تک میں سمجھتا ہوں کہ سمندر کی مچھلی کی جو بیع ہوتی ہے، خاص علاقے تک یا دریا کی مچھلی اگر بڑا دریا ہے تو اس میں غرر کی وہ شکل تو پائی جاتی ہے جس کو ہم غرر کثیر کہیں، اس لئے وہ تو ممنوع ہوگا، لیکن دوسرا پہلو جو غور کرنے کا ہے وہ یہ کہ یہ مسئلہ اصل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید مچھلی کی بیع کا نہیں بلکہ مسئلہ حق اصطیاد کا ہے، خاص طور سے ندی نالے میں جو صورت حال ہو رہی ہے۔ ایک تو تالاب کی بات ہوئی۔ تالاب میں تو عام طریقہ سے گویا مچھلی کی ہی بیع ہوتی ہے اس میں بھی شکلیں مختلف پیدا ہوں گی۔

لیکن ندیوں میں بڑی ندیوں میں اور سمندر میں جو معاملات ہو رہے ہیں حکومت کی طرف سے اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے جو صورت حال چل رہی ہے کہ یہاں مچھلی کی بیع نہیں ہو رہی ہے بلکہ حق اصطیاد کی بیع ہو رہی ہے، شکار کے حق کی بیع ہو رہی ہے اور صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ایک سال کے لئے آپ نے ٹھیکہ پر لیا ہے ایک خاص حصہ ہے ندی کا یا سمندر کا اس میں اگر آپ نے سال بھر مچھلی کچھ بھی نہ نکالی، ایک کلو مچھلی بھی آپ نہیں نکال سکے آپ گئے ہی نہیں شکار کرنے کے لئے تب بھی آپ کو وہ جو ٹھیکہ پر طے ہوا معاوضہ وہ ادا کرنا ہوتا ہے اور یہ صورت حال وہی ہے جیسے ندیوں میں جو ریت ہوتا ہے، یا ندیوں جیسی جو اور چیزیں نکلتی ہیں ان کا بھی ٹھیکہ ہوتا ہے، یہاں سے وہاں تک ریت نکالنے کا ٹھیکہ فلاں کو دیا جارہا ہے اور فلاں جگہ تک نکالنے کا ٹھیکہ فلاں کو دیا جارہا ہے، یہاں پر گویا حق کا ہی معاملہ ہو رہا ہے تو گویا ہمیں غور یہ کرنا ہے کہ یہ جو حق کی بیع ہو رہی ہے حق اصطیاد کی یا اور اس کو آگے کر لیجیے اور مسائل میں بھی، تو یہ حق کی کونسی قسم ہوتی ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو مچھلی یا چھوٹے تالابوں کی مچھلی کا مسئلہ ہے تو شاید ہم کسی حد تک اس میں اتفاق رائے کر سکیں، لیکن جو دوسرا مسئلہ ہے بہت ہی وسیع الاطراف، اس میں در اصل حق کی بیع ہو رہی ہے اور آج کل اس بیع کی ہزاروں شکلیں پائی جارہی ہیں، اجارہ ہے یا حق کی بیع ہے اور یہ حق کونسی قسم کا حق ہے، قابل بیع ہے یا قابل بیع نہیں ہے؟ ان سارے پہلوؤں پر غور کرنا ہمارے لئے ضروری ہے، تب ہی ہم کوئی آخری بات اس میں کہہ سکتے ہیں۔

مولانا رئیس احمد ندوی:

حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف حدیث معنوی طور پر مرفوع ہے، کسی بھی صحابی سے اس کے خلاف کوئی قول نہیں منقول ہے، دوسری بات یہ ہے کہ مرفوعاً بھی وہ حسن کے درجہ کی حدیث ہے، اس لئے موقوف ومرفوع اور اجماع صحابہ سے یہ مسئلہ منصوص طور پر ثابت ہے اور یہ نص قاطع نص مطلق ہے، نہ کسی سرکار، حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تالاب، سمندر یا کسی جگہ کی مچھلی فروخت کرے، نہ غیر سرکار کو حاصل ہے، نہ شخصی ملکیت کہ حوض والی مچھلی تالاب والی مچھلی نہ غیر شخصی ملکیت کہ جب مطلقاً ممانعت ہے پانی کی مچھلی کی فروخت سے تو یہ ممانعت مطلق رہے گی۔ وہ مسئلہ دوسرا ہے کہ حق شکار کی خرید وفروخت ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ہے، یہ تو دوسرا مسئلہ ہے، لیکن مچھلی پانی کے اندر بیچی جا سکے، اس کے لئے تو یہ نص قاطع اور اجماع سے بھی ثابت ہے، اس لئے اس میں کسی قسم کے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے غرر ہے یا نہیں ہے اور کم ہے غرر یا زیادہ ہے، اور کیا ہے، نہ حکومت کو یہ ملکیت حاصل ہے کہ مچھلی بیچ دے اور نہ کسی شخص اور فرد کو یہ ملکیت حاصل ہے کہ بیچ دے، یہ دوسری بات ہے کہ شکار کر لینے کے بعد اس کو ہر شخص بیچ سکتا ہے، ہر شخص خرید سکتا ہے یہ مسئلہ الگ ہے، یہی بات میرے خیال سے مولانا مجاہد الاسلام صاحب کی بات سے مترشح ہو رہی ہے، میں جہاں تک سمجھا ہوں اور معاملہ یہی ہے کہ جب نص قاطع موجود ہے تو ہم کو کسی قسم کے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے کسی فرد بشر کو، حکومت ہو، کوئی امام ہو کسی قسم کا کوئی مولوی فقیہ، مفتی کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے، ویسے اپنی اپنی رائے زنی جو بھی کرے اس طرح سے بولنے کا اختیار تو سب کو ہے، لیکن شرعی طور پر کسی کو بولنے کا اختیار نہیں ہے

مولانا اختر امام عادل:

قاضی صاحب نے ایک سوال اٹھایا تھا کہ معقود علیہ کیا ہے اس میں؟ اجارۂ مچھلی ہے یا اجارہ حق شکار ہے تو اگر فقہاء کی اس عبارت کو اپنے سامنے رکھیں جو کئی کتابوں میں آئی ہے اس

سے روشنی ملتی ہے اس پر کہ اگر کوئی آدمی نہر کو اجارہ پر لیتا ہے یہ کہہ کر کہ اس سے میں مچھلی کا شکار کروں گا، اگر یہ کہہ کر اجارہ پر لیتا ہے کہ میں مچھلی کا شکار کروں گا تو اس میں اجارہ معقود علیہ مچھلی کو قرار دیا ہے، جیسا کہ عبارت سے سمجھ میں آتا ہے: "ولو استاجر حوضاً او بركة يسقى منه ماء لايجوز، لأن هذ ا استيجار الماء وكذا لو استاجر نهراً ليصيد منه السمک، لأن هذ استيجارء السمک" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی نہر کا اجارہ لے یہ کہہ کر: "ليصيد منه السمک" کہ مچھلی کا شکار کریگا تو اس میں معقود علیہ مچھلی بنتی ہے اور یہ جائز نہیں ہوگا، یہ (بدائع الصنائع جلد ۶ صفحہ نمبر ۱۸۹، شامی جلد ۵، ۶، ۴، اور طحطاوی علی الادر المختار جلد ۳، ۶۷) تین کتابوں سے یہ ماخوذ ہے۔

## مولانا نعمت اللہ (جامعہ رحمانی مونگیر):

اس کو عام رہنے دیا جائے اسی طرح پانی کے سلسلہ میں جو بڑے تالاب اور بڑی بڑی ندیاں ہیں نہریں ہیں اس سلسلہ میں بھی اپنی رائے یہی ہے اور خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں مباح ہیں پانی اور گھاس اور آگ ان کی اباحت عامہ کا بھی تقاضا یہ ہے کہ بڑے تلاب اور بڑے بڑے نہر اور ندیاں جو ہیں وہ مباح الاصل ہوں اور اس پانی کا اجارہ یا اس زمین کا اجارہ یا اس میں موجود مچھلیوں کا اجارہ یا اصطیاد وغیرہ کسے سلسلہ میں جو کچھ بھی معاملات طے کرتے ہیں باہم فریقین، وہ بالکل کالعدم ہونا چاہئے وہ حکومت ہو یا ٹھیکہ دار ہوا اب جس شخص نے بھی مچھلیاں شکار کرلیں اس کی ملکیت ہوگئیں، اب بازار میں وہ مچھلیاں آتی ہیں تو بازار میں خریدنے والے لوگوں کے لئے ان کا خریدنا اور ان کا اپنے استعمال میں لانا بالکل جائز ہے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ آبادیوں میں جو تالاب اور حوض ہیں اور وہ کسی شخص کی ملکیت نہیں ہے جس کو سرکاری تالاب سے ہم لوگ تعبیر کرتے ہیں اس سلسلے میں ہم نے یہ پڑھا ہے

کتب فقہ میں کہ آبادی کے آس پاس جو زمینیں اس آبادی میں بسنے والے جتنے لوگ ہیں ان کے مفاد کے لئے وہ زمینیں ہوتی ہیں اور اس میں اس طرح عمل اور دخل کہ وہ کسی شخص کے لئے مخصوص کردے یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی شخص اس تالاب کو جو آبادی کے اندر ہے یا اس حوض کو جو آبادی کے اندر ہے حکومت سے اگر ٹھیکہ کا معاملہ کر لیتا ہے تو اس کا ٹھیکہ کا معاملہ کرنا صحیح نہیں ہوگا، وہ مباح الاصل ہے۔ جس شخص نے اس تالاب سے مچھلی شکار کرلیا اس کی ملکیت ثابت ہوگئی، اور اس نے بازار میں اگر فروخت کردیا تو خریدنے والے کے لئے اس کا خریدنا اس کا استعمال میں لانا بالکل جائز ہے۔

تیسرا مسئلہ نجی تالاب کا ہے، اس سلسلہ میں اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ مچھلیاں ڈالی گئیں تو مچھلیاں مملوک ہیں، اب اگر تالاب کے اندر مچھلیوں کو فروخت کیا تو غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے اس کی بیع فاسد ہوگی، لیکن خریدنے والے نے جب خرید لیا اور اس پر قبضہ کرلیا اور پھر بازار میں لے جاکر اسے فروخت کیا تو اس کا فروخت کرنا اور بازار میں خریداروں کا خریدنا یہ سب صحیح اور اس کا استعمال کرنا بھی صحیح، لیکن خریدار اول کے لئے جو اب مچھلی کے فروخت کرنے کے بعد رقم آرہی ہے اس رقم کا استعمال کرنا اس کے لئے جائز ہوگا یا نہیں ہوگا؟ ایک علیحدہ مسئلہ ہے، لیکن مارکیٹ سے جو خریدنے والے لوگ ہیں ان کے لئے ان مچھلیوں کا استعمال کرنا جائز ہوگا، لیکن از خود مچھلیاں اس نجی تالاب کے اندر اور حوض کے اندر آگئی ہیں یا سیلاب اور بارش کی وجہ سے اس میں مچھلیاں پیدا ہوگئی ہیں تو اس سلسلہ میں اباحت اصلیہ کو اور احراز وقبضہ اور ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ متعین کرنا ہوگا کہ کس شکل کے اندر صرف ملکیت ثابت ہوئی اور کس شکل کے اندر ملکیت اور قبضہ دونوں کا تحقق ہو چکا ہے، اسی لحاظ سے بیع کے فساد اور بطلان کا حکم لگایا جائے گا، لیکن بیع کے بطلان کی شکل میں تو پھر جو رقم حاصل ہوگی تالاب کے مالک کو اس رقم کا استعمال کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا، لیکن جن خریداروں نے بازار میں خریدا ہے مچھلیوں کو ان کے لئے اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔

مولانا جمیل احمد (دار العلوم وقف):

حکومت کی مملوکہ چیزیں ہونے کے بعد ان کو اگر اجارہ پر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، یہاں معقود علیہ نہ مچھلی ہے، نہ معقود علیہ حق اصطیاد ہے، بلکہ معقود علیہ منفعت اصطیاد ہے اور اس سلسلہ میں شامی کی عبارتیں بھی شاہد ہیں حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت نقل کی گئی ابو الزناد نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے: "کتبت إلی عمرؓ فی بحیرة یجتمع فیها السمک أنوجرها؟ فکتب إلی أن افعل وهو غیر بعید عن القواعد"۔ ابو الزناد یہ لکھتے ہیں کہ مچھلیاں جو بحیرہ کے اندر جمع ہوجاتی ہیں تو کیا ہم ان کو کرایہ پر دے سکتے ہیں تو عمر بن الخطاب نے جواب کے اندر کہا کہ یہ کام کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور علامہ شامی بعد میں لکھتے ہیں: "وهو غیر بعید عن القواعد" یعنی یہ قواعد کے کوئی خلاف بھی نہیں ہے۔ "ومرجعه إلی إجارة موضع مخصوص لمنفعة معلومة هی الاصطیاد"۔ یعنی اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص حصہ کا اجارہ ہے، منفعت معلومہ کے لئے اجارہ ہے، وہ منفعت معلومہ اصطیاد ہے، تو اس کے لئے حق اصطیاد کا لفظ استعمال ہی نہ کیا جائے وہ منفعت اصطیاد ہے، مثلاً ایک آدمی نے زمین کرایہ پر لی کھیل کا نفع اٹھانے کے لئے، ایک آدمی نے زمین کرایہ پر لی جلسہ کرنے کے لئے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ درست اور جائز ہے، لیکن اسی وقت ہے جب کہ ندی نالوں کو حکومت کی مملوکہ چیز مان لیا جائے۔ آگے ایک "بحر الرائق" میں عبارت نقل کی گئی امام ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں وہ حماد سے روایت کرتے ہیں وہ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن سے انہوں نے عمر بن عبد العزیز کو لکھا اور سوال کیا عن بیع صید الآجام...... " کی بیع یہاں صید کی بیع سے مراد وہ بیع نہیں اجارہ ہی ہے، اس لئے کہ اجارہ کے لئے بھی بیع کا لفظ بول دیا جاتا ہے، فقہا کے یہاں اس روایت میں ہے: " فکتب إلیه عمر أنه لابأس " اس میں کوئی حرج نہیں، مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے تالاب کو کرایہ پر دے دیا جائے اور عرفاً جو ٹھیکہ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ بھی اجارہ ہی کے لئے ہے، یہ بیع کے لئے نہیں ہے۔

رہا وہ تالاب کہ جن کے اندر مچھلیاں چھوڑی گئیں اور بچہ اس میں ڈالا گیا تو اس کے بارے میں ایک درخواست کردوں گا کہ فقہاء نے اس میں ایک فرق بیان کیا ہے، ایک تو ہے عین کا مجہول ہونا، عین اگر مجہول ہوتا ہے کہ یہ چیز موجود ہے یا نہیں تو واقعتاً یہ بیع باطل ہے، یہ بیع درست نہیں، جائز نہیں، فاسد ہے، ایک ہے مقدار کا مجہول ہونا، مقدار کے مجہول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چیز تو موجود ہے یقینی طور پر موجود ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی مقدار کیا ہے؟ تو فقہاء یہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی چیز کی عین معلوم ہو اور مقدار مجہول ہو، شاید اس کی طرف اشارہ کردیا جائے تو اس کی بیع کے اندر کوئی مضائقہ نہیں، جیسے ایک آدمی غلہ کا ڈھیر فروخت کرتا ہے، تو جن تالابوں کے اندر مچھلیاں چھوڑی جاتی ہیں تو بالعموم ہم نے دیکھا کہ وہ مچھلیاں نظر آتی ہیں ساری نظر نہیں آتیں لیکن ان کا ایک مخصوص حصہ نظر آتا ہے تو اگر یہ کہہ کر ان کو بیچا جائے کہ اس تالاب کے اندر یہ مچھلیاں اتنے پیسوں میں ہم نے فروخت کی اور وہ تالاب مملوکہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ مچھلیاں مملوک بھی ہیں مقدور التسلیم بھی ہیں، اور ان میں مقدار کی جہالت اشارے کی وجہ سے بالکل ختم ہوگئی یہ جہالت اثر انداز نہیں ہوگی بیع کے فساد میں، تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ندی نالے کی شکل میں اجارہ کی صورت اور تالابوں کی شکل کے اندر بغیر شکار کئے ہوئے مچھلی کے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

### قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ:

اس سلسلہ میں ایک درخواست چھوٹی سی یہ ہے کہ مولانا نے شامی کی طرف جو بات منسوب کی ہے تو وہ شاید اوپر سے پڑھا جائے تو یہ خیر الدین رملی کا قول ہے، شامی کی رائے یہ نہیں ہے۔ دوسری بات حضرت عمر فاروق کی طرف اس قول کا انتساب ایک ایسی غلطی پر مبنی ہے جو نسلاً بعد نسلٍ ہوتی چلی آئی، یہ دراصل حضرت عمر بن عبد العزیز کا مسئلہ ہے یہ ابو الزناد کی لقاء یا ابو الزناد نے حضرت عمر کا دور نہیں پایا ہے، ان کا وصال ۱۳۰ھ میں ہوا ہے اور پیدائش ان کی ۱۲۰ھ یا

۱۲۶ھ میں ہوئی ہے، اس لئے کوئی سوال نہیں ہے کہ انہوں نے لکھا ہو حضرت عمر فاروقؓ کو، ہاں عمر بن عبدالعزیز کی بات ہو سکتی ہے اور جس کتاب کا حوالہ دیا ہے کتاب الفرائض امام ابو یوسف کا اس کتاب کو اگر آپ نکال کر دیکھیں تو اس میں پائیں گے آپ کہ یہ قول عمر بن عبدالعزیز کا ہے اور نسخۂ تیموریہ میں یہ غلطی ہے جس غلطی کو بار بار دہرایا جاتا رہا ہے تو اتنی سی وضاحت کے بعد میں آگے بڑھتا ہوں۔

## مولانا محمد آل مصطفیٰ مصباحی:

جب ندی نالے خشک ہو جاتے ہیں تب بھی اسے ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے، مثلاً امسال بارش نہیں ہوئی اور وقت آ گیا ٹھیکہ پر دینے کا جب ہی ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے، تین سال کے لئے یا دو سال کے لئے ایسا ہوتا ہے، اس لئے اسے حق اصطیاد کا ٹھیکہ نہیں قرار دیا جا سکتا، اس لئے یہ متعین ہے کہ یہ اجارہ مچھلیوں کا ہوتا ہے جو استہلاک عین پر اجارہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہے، دوسری بات اس میں یہ ہے کہ فقہاء کرام نے جو اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اس میں حق اصطیاد کا لفظ کہیں نہیں ہے، بلکہ صاحب درمختار ہوں یا علامہ شامی وغیرہ ہوں سب نے تالاب کے اجارے کی بات کہی ہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے سے لے کر اب تک جو اس سلسلے میں معاملات اور عمل چلا آ رہا ہے وہ حق اصطیاد کا اجارہ نہیں ہے کہ وہ بحث یہاں اٹھائی جائے اور حق مؤکد کہہ کر اس کے جواز کی راہ فراہم کی جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ چونکہ حق اصطیاد حق مؤکد ہے، اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن ندی اور نالوں میں جو الفاظ اجارہ کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں وہ لفظ ٹھیکہ استعمال کیا جاتا ہے عربی میں ہو۔ چاہے اردو زبان میں ہو اور ٹھیکہ کا لفظ میرے خیال میں یہ اجارہ کے مرادف ہے، اس لئے بیع کا یہاں پہلو نہیں ہوتا، بلکہ اجارہ کا ہی پہلو ہوتا ہے، اور اجارہ کا پہلو حق اصطیاد میں نہیں، بلکہ صرف ندی اور نالوں میں ہے۔

## مفتی شبیر احمد صاحب میرٹھی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، تالاب اور نہر کے متعلق جو بحث چل رہی ہے اس میں کچھ باتیں ایسی بھی آئی ہیں جو قابل غور ہیں، ایک بات ابھی جو قاضی صاحب بھی فرمار ہے تھے صاحب بحر اور شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ صاحب بحر نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے خط کا جواب جو نقل کیا ہے اس کے بعد آخر میں انہوں نے کہا ہے کہ ثم رأیت فی ........... کہہ کر کے عبارت انہوں نے نقل کی اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے خط کا جواب جو تھا اس پر رد کر دیا ہے، اور یہ جو بار بار کہا جا رہا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر جو ہے، اس کے بارے میں کہ یہ نص قطعی ہے یا نص قاطع ہے یہ بار بار کہا جا رہا ہے، قابل غور بات یہ ہے کہ یہ نہ تو نص قاطع ہے نہ ایسی روایت جس کی تاویل نہ کی جاتی ہو یا نہ کی جا سکتی ہو، بہر حال یہ صحابی کا اثر ہے قابل تاویل ہے، ظنی الدلالۃ ہے، اس میں تاویل کی بھی گنجائش ہے او ثبوت بھی ظنی ہے قطعی نہیں ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اس نص کے مخالف ہونے کی وجہ سے جو یہ اجارہ یا عقد نا جائز ہونا چاہئے ٹھیک ہے، لیکن حضرات فقہاء نے اس پر بحث کر کے با ، عدہ شرعی طور پر عموم بلوی اور لوگوں کے تعامل کی وجہ سے اجازت دی ہے، ایک آدھ عبارت میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں: رافعی نے ایک عبارت نقل کی ہے بہت واضح عبارت ہے: "فلا یصح إجارة......لصید السمک ورفع القصب وقطع الحطب أو لقی أرضه أو غنمه وكذا إجارة المرعى والحیلة فی الکل أن یستاجر موضعاً معلوماً .........." یہ عبارت میرے خیال میں زیادہ مسئلہ کے حل کے لئے مددگار ہوگی۔ "ہندیہ" نے ایک عبارت نقل کیا ہے: "فلا یجوز إجارة ماء فی نهر وقناة أو بئر وإن استاجر النهر أو القناة مع الماء لم یجز أیضاً، لأن فیه استهلاک العین أصلاً والفتوى على الجواز لعموم البلوى" اسی طرح کی عبارت صاحب "درمختار" نے بھی نقل کیا ہے اس قسم کی عبارات کے ذریعہ سے مسئلہ کا حل ہوسکتا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی مسئلہ ہے کہ نہر اور بڑے تالاب سے متعلق جو بات

ہوئی ہے، جیسے قاضی صاحب نے فرمایا ہے یہ مسئلہ تو واضح ہو چکا ہے کہ اس کو شکار کرنے کا حق جو ہے اس پر بیع ہوتی ہے۔ بیع اسی پر ہوتی ہے مچھلی پر بیع نہیں ہوتی اور حق بیع سے متعلق ہمارا سیمینار بھی ہو چکا ہے اور بحث ہو چکی ہے۔

### مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مچھلیوں کی بیع کے تعلق سے گفتگو ہو رہی ہے، اس سلسلے میں مقالہ نگار حضرات کے آراء کی جو تلخیص آئی ہے اس میں کسی کسی نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے بیع کی کسی شکل کو ناجائز لکھا ہے، بیع کی ایک قسم باطل ہے اور دوسری قسم فاسد ہے ناجائز کا لفظ عام ہے، باطل اور فاسد دونوں کو شامل ہے، اس لئے وضاحت ہونی چاہیے اور صاف آنا چاہیے کہ ناجائز سے مراد کیا ہے باطل ہے یا فاسد ہے، دوسری بات یہ عرض کرنے کی ہے کہ ''فیض الباری'' میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بیوع فاسدہ کے تعلق سے یہ بات لکھی ہے کہ بیوع فاسدہ کے جواز وعدم جواز کا تعلق عوام کے باہمی معاملات سے نہیں ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ اگر اپنے طور پر جو کچھ کرتے ہیں جائز ہے، اس کا تعلق صرف عدالت اور قضاء سے ہے، مچھلیوں کی بیع پر جب ہم گفتگو کر رہے ہیں تو ہم چاہیں گے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کو بھی اور وضاحت کو بھی سامنے رکھیں تو نتیجہ تک پہنچنے میں ہمیں سہولت ہوگی۔

### مولانا مجیب اللہ ندوی صاحبؒ:

ابھی قاضی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس میں صورت مسئلہ کیا ہے، یعنی معقود علیہ اس میں حق اصطیاد ہے یا سمک ہے میں نے اس سلسلہ میں عرض کیا تھا کہ حق اصطیاد اگر ہے تو کیا بیع مؤقت صحیح ہوگی؟ اگر اسے بیع قرار دیتے ہیں تو کیا بیع مؤقت مطلقاً آپ فقہ میں پڑھتے ہیں کہ وہ صحیح نہیں ہے تو اس میں اجارہ اگر قرار دیں حق کا اجارہ تو وہ تو بات ہو سکتی ہے، لیکن اسے بیع قرار

دیں تو ذرا یہ قابل غور ہے، یہ سوال میرے ذہن میں تھا میں نے اٹھادیا۔

ندی یا تالاب کے اجارہ یا ٹھیکہ کے سلسلہ میں اگر معقود علیہ کو حق اصطیاد ٹھہرایا جائے تو اس میں کچھ تفصیل یہ ہے کہ حق اصطیاد خصوصی ہے یا عمومی اگر حق اصطیاد خصوصی ہے، مثلاً کسی کے ذاتی تالاب میں اس کی مملوک مچھلیاں ہیں تو یہ حق اصطیاد خصوصی ہے اور حق خصوصی کا اجارہ اور اس کا ٹھیکہ دینے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی ہے اور دوسرا حق اصطیاد عمومی ہے تو اس میں تفصیل ہے حق اصطیاد کسی شخص کے ذاتی زمین میں ہوگا کسی کے ذاتی تالاب میں ہوگا۔ اور دوسرے یہ ہے کہ وہ حق اصطیاد کسی شخص کے ذاتی تالاب ذاتی زمین میں نہ ہو جیسے سمندر بڑے بڑے تالاب ندی نالے وغیرہ اگر وہ کسی شخص کے ذاتی تالاب میں ہے تو اس میں اس اس کو حق اصطیاد کی بناء پر اجارہ پر دینا جائز نہیں، کیونکہ اس میں تمام مسلمان مشترک اور عمومی ہیں، البتہ زمین کا حیلہ اختیار کرنا اس میں لابدی وضروری ہوگا زمین کو اجارے پر دے، اور حق اصطیاد عمومی جو ہے مثلاً بڑے تالاب، ندی، نالے وغیرہ تو اس میں اس کے اجارہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اجارہ پر دینے میں عوامی فائدہ اس سے زیادہ ہو جو باقی رکھنے میں ہے تو اس کا اجارہ پر دینا جائز ہے اور یہ خاص ہے امام کے لئے کہ امام ایسا کرسکتا ہے یا جس کو وہ اپنا وکیل بنادے کہ تم کو ایسا کرنے کی اجازت ہے وہ کرسکتا ہے اور اگر اس میں عوام کا فائدہ کم ہے اور اس کو مباح رکھنے میں زیادہ ہے اور تخصیص کرنے میں کم ہے فائدہ تو اس صورت میں کسی کو حق اجارہ کی تخصیص کرنا جائز نہیں۔

## محی الدین صاحب:

حق اصطیاد کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایک جو مملوک تالاب یا چھوٹے تالاب یا محدود ہیں ان کے بارے میں تو مچھلی کی بیع ہی شمار ہو، لیکن جو بڑی ندیاں، دریا اور سمندر میں اس میں جو سرکار ٹھیکہ دیتی ہے تو اس بارے کے اندر حق اصطیاد کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں اور اس پر مبنی ہوسکتا ہے یہ مسئلہ اب اس میں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ جو حکومتیں جس طرح ان کا حق زمینوں پر

ہے اور زمینوں میں وہ حق مرور کا اختیار رکھتی ہیں تو اسی طرح سمندر میں حق مرور کا اختیار حکومتوں کو ہے، جیسا کہ اس زمانے میں حق مرور خاص طور پر استعمال ہوتا ہے تو اس لحاظ سے اگر ان حکومتوں کو حق اصطیاد مل رہا ہو اور وہ اس لحاظ سے ٹھیکہ پر دے رہی ہوں تو یہ ٹھیکہ جائز ہوسکتا ہے۔

## قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ:

مسئلہ کی مزید تنقیح کر لی جائے اور جو کمیٹی بیٹھے وہ ان سوالات اور ان تنقیحات کا جواب طے کرے ان مباحث کی روشنی میں جو ہمارے علماء اور فقہاء نے آج صبح سے اب تک یہاں کی ہیں، صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کا ذاتی تالاب ہے اور اس میں وہ مچھلی پالتا ہے، مچھلی پالتا نہیں مگر اس میں مچھلیاں جمع ہو جاتی ہیں اور وہ اس کا شکار خود کرتا ہے یا کسی اور سے کراتا ہے اپنے لئے یا اس کو ایک مدت معینہ کے لئے اجارہ پر دے دیتا ہے، ٹھیکہ پر دیدیتا ہے کہ اتنی مدت تک اس مچھلی کا جو اس پانی میں ہے شکار کرنے اور اس سے مچھلی نکالنے کا فلاں شخص کو حق حاصل ہوگا، دوسری صورت وہ جائداد وہ تالاب کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہے، بلکہ غیر مزروعہ عام ملک سرکاری ہے، اور سرکاری معروف قواعد کے مطابق گرام سماج کی یا پنچایت کے مصرف کی چیز سمجھی جاتی ہے، گرام سماج یا گرام پنچایتیں اس کو بندبستی پر دیتی ہے اور اس سے آنے والی آمدنی کو سرکار کے مصرحہ قانون کے مطابق اس گرام اس بستی کے مفاد عامہ کے مصارف پر صرف کیا جاتا ہے۔ تیسری صورت عام ندی نالے ہیں جن میں مچھلیاں آتی اور جاتی رہتی ہیں، عام ندیاں اور عام نالے، نہریں، چاہے وہ سرکاری تیار کی ہوئی نہریں ہوں یا وہ قدرتی طور پر بہنے والی ندیاں ہر دو صورتوں میں سرکاری ملک تصور کی جاتی ہیں، جب تک سرکار کسی شخص کو کسی خاص حصے کو کسی خاص مدت کے لئے کسی خاص شخص کو کسی خاص رقبے کو کسی خاص مدت کے لئے اجرت لے کر مخصوص نہیں کر دیتی تب تک اس میں جو چاہے شکار کرتا ہے، مچھلیاں نکالتا ہے، لیکن جب سرکار اس کو کسی شخص کے نام خاص اور محدود رقبے کی حد تک اور خاص اور مخصوص مدت کی حد تک اجرت لے کر

کسی شخص کو دیدیا تو پھر دوسرے لوگوں کے لئے اس میں شکار کا حق نہیں ہوتا ہے، چوری چھپے کر لے الگ بات ہے، لیکن پھر یہ عرف ہے کہ کبھی بنسی سے شکار کو اعتراض نہیں کیا جاتا، لیکن اگر جال ڈال کر شکار کرے گا تو اسکو روکا جاتا ہے ان ساری صورتوں میں سوال یہ ہے، لیکن باقی صورتوں میں سوال یہ ہے کہ یہ بیع ہے یا اجارہ؟۔ پہلا سوال۔

پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بیع ہو یا اجارہ بہر صورت معقود علیہ سمک ہے یا معقود علیہ حق اصطیاد ہے، پھر تیسرا سوال اگر معقود علیہ حق اصطیاد ہے تو یہ حق مؤکد ہے یا یہ حق مجرد ہے، اس کے بعد اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام غیر شخصی جائدادیں، تمام وہ جائداد جو کسی مملکت میں چاہے وہ جائداد بری ہو یا بحری ہو جو کسی شخص خاص کی ذاتی ملک نہیں ہے وہ ساری کی ساری جائداد حکومت کی ملک مانے جائیں یا نہیں؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہیں کہ عوام کی اجتماعی ملک تصور کی جائیں گی یا نہیں؟ اور عوام کی اجتماعی ملک میں کوئی فرد بحیثیت فرد مالک نہیں ہوسکتا، لیکن جو ان افراد کے مجموعہ کا نام دولۃ ہے، مملکت ہے وہ ان افراد کی اجتماعی ملک کی نمائندگی کرتی ہے یا نہیں۔

اگر نہیں کرتی ہے تو عوام میں سے مختلف افراد کا زیادہ سے زیادہ ان املاک سے استفادہ کی کوشش کرنا اور اس کی وجہ سے مفادات کا ٹکراؤ پیدا ہونا اور اس کی وجہ سے تنازع اور خصومت کے پیدا ہونے کا کیا حل ہوگا؟ اور اگر اس کو ہم محسوس کرتے ہیں کہ عوام کے اجتماعی مفادات جس میں حق ہر فرد کا ہے، مگر ملک جماعت کی ہے حق استفادہ اور انتفاع ہر فرد کا ہے اور ملک اجتماعی ہے ایسی صورت میں ایسے اصولوں کا انضباط حکومت کی طرف سے ہوگا جس کے تحت تنازع نہ پیدا ہو، پھر حکومت کے کسی تصرف کو دولۃ اور امام کے کسی تصرف کو اس کسوٹی پر جانچنا کہ ’’تصرف الامام منوط بالمصلحۃ‘‘ جو قواعد میں ایک بنیادی حیثیت ہماری دستوری فقہ میں رکھتا ہے کہ امام اور حکومت کے کسی بھی تصرف کو ہم اس صورت میں چیلنج کرسکتے ہیں کہ اس کا تصرف مفاد عامہ میں کس حد تک ہے اور پھر یہ مسئلہ قضاء میں جاتا ہے کہ قاضی یہ طے کرے کہ امام کا کونسا تصرف اگر

اس کے سامنے کوئی درخواست آتی ہے مفاد عامہ کی جس کی وہ نمائندگی کر رہا ہے اس کے مطابق ہے اور کونسا تصرف مصلحت عوام کے خلاف ہے وہ اس کو باطل کرسکتا ہے اور مصلحت عام کے مطابق ہے تو وہ نافذ کرسکتا ہے یہ ایک دستوری قانون کا حصہ ہے، جو یہ سوال بار بار ہم لوگوں کے ذہن میں آرہا ہے کہ حکومت کا کیا استحقاق ہے نہیں ہے؟ یہ حصے جو ضمنی طور پر اس سوال میں پیدا ہوئے ہیں۔

آگے چلئے؟ کیا اس بات کا تعین وہ تمام محل جو صراحتاً مورد نص میں آتے ہیں وہ تمام محل جو اس نص کے مورد کے طور پر متعین ہیں قطعی طور پر کہ تالابوں میں رہتے ہوئے مچھلی کی بیع کر دینا جائز نہیں ہے۔ "**لاتبیعوا السمک فی الآجام**"، یا "**لاتبیعوا السمک قبل أن یصطاد**"۔ تو مچھلی کے تالاب میں رہتے ہوئے بیع کر دینا جائز ہے، میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا کہ یہ حسن ہے یا کیا ہے؟ لیکن یہ مان کر کہ یہ نص اپنے موضوع پر نص ہے اور قطعی صراحت کا درجہ رکھتی ہے، تو تھوڑی دیر کے لئے اس کی سند کی بحثوں کو اور حسن اور صحت وغیرہ کی بحثوں سے الگ ہوکر، پھر اس میں کئی بحثیں ہیں کہ اگر قول ابن عمر بھی ہے تو "فیما لا یدرک بالقیاس" ہے یا "مایدرک بالقیاس" ہے، میں ان بحثوں میں ابھی نہیں جانا چاہتا اور میں صرف آپ حضرات سے جو اس کمیٹی میں بیٹھیں گے اور دیگر علماء سے بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر اب ایک اور پہلو سے غور کریں کہ اس کا صحیح تجزیہ کریں کہ اس مسئلہ میں واقعی حاجت اس صریح مورد کو چھوڑ کر اس مسئلہ میں واقعی حاجت اور عالم بھر کا تعامل کیا اس درجہ میں ہے کہ اگر فقہ حنفی کی کوئی صراحت اس کے لئے جواز کی گنجائش نہیں نکالتی تو کیا اس کی گنجائش ہے؟ ضرورت اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کیا ضرورت اس درجہ کی ہے؟ کہ اس مسئلہ میں جیسا کہ ڈکتور نے فرمایا کہ حنابلہ کے یہاں اس کا جواز ہے، اسی لئے میں نے "المغنی" بھی منگائی تھی، صاحب المغنی کہتا ہے کہ: "**ولو استاجر البرکة أوالشبکة واستعارهما للاصطیاد جاز وماحصل فیها ملک**" تو یہ ہے اور اس کے آگے پیچھے بھی کچھ، تو مسلک حنابلہ کا صحیح تعین، ضرورت اور حاجت کا صحیح تعین

اور عدول عن المسلک کے اصولوں کے مطابق کیا اگر ایسی ضرورت ہے تو اس صورت میں آپ کے لئے حنابلہ کے اس مسلک پر فتویٰ دینا صحیح ہوگا یا نہیں ہوگا؟ ویسے حضرت تھانویؒ نے بکریوں کی پرورش حصہ داری کے ساتھ جیسے بٹائی داری کے ساتھ کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ حنفیہ کے یہاں گنجائش نہیں، لیکن عرف عام ہے تعامل تو خیر ہے ہی، ضرورت عام ہے، اس لئے اس میں فقہ حنبلی کے جزئیہ پر عمل کیا جانا چاہیے، بہر حال میں نے کہا کہ یہ سارے وہ سوالات ہیں جن کو بیٹھنے والی کمیٹی بھی اور ہمارے فیصلہ کرنے والے حضرات علماء بھی محض ایک سوال کی حیثیت سے ذہن میں رکھ کر کوئی پختہ واضح تجویز اس کے لئے طے کریں۔ یہ ہماری درخواست ہے۔

☆☆☆